ناول
عورت کچے کان کی
ناول نگار: علیم طاہر

عورت کچے کان کی

(ناول)

ناول نگار

علیمؔ طاہر

©

علیم طاہر اور گھریلو ورثہ

ناول	:	عورت کچے کان کی
ناول نگار	:	علیم طاہر
ترتیب وتدوین	:	علیم طاہر/ فہیم علیم
سن اشاعت	:	(18 April) 2025 (پہلی اشاعت)
صفحات	:	470
قیمت	:	500 روپے۔
کمپوزنگ	:	علیم طاہر
زیر اہتمام	:	اے ایم این پروڈکشن انٹرنیشنل۔
مطبع	:	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس (دہلی)
سرورق	:	فہیم علیم
ناشر	:	علیم طاہر

ملنے کے پتے:

.1: مومن پورا، سروے نمبر 19، گھر نمبر 51، مالیگاؤں۔ ضلع (ناسک) . مہاراشٹر (انڈیا)

.2: علیم طاہر پلاٹ نمبر 28 سنجری چوک،

اشرف نگر، دیانہ مالیگاؤں، 423203

ضلع ناسک مہاراشٹر (انڈیا)

انتساب:

تحسین آراء (شریکِ حیات)،

فہیم علیم (بیٹا)،

عین الارم (بیٹی)،

عالیہ (بیٹی)،

ابا (ارشد مینانگری)،

اماں (حلیمہ بی)،

برادران/ چھوٹی بھابھیاں،

ہمشیرگان،

بھتیجے،

بھتیجیاں،

اور --------

نئی نسل

کے نام

نیند لٹکی ہوئی رہتی ہے کلینڈر پہ مری

روز بستر پہ مرا خواب پڑا رہتا ہے

علیم طاہر

فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
01	قسط نمبر 01	18
02	قسط نمبر 02	20
03	قسط نمبر 03	22
04	قسط نمبر 04	24
05	قسط نمبر 05	26
06	قسط نمبر 06	27
07	قسط نمبر 07	28
08	قسط نمبر 08	29
09	قسط نمبر 09	31
10	قسط نمبر 10	33
11	قسط نمبر 11	35
12	قسط نمبر 12	36
13	قسط نمبر 13	38
14	قسط نمبر 14	40
15	قسط نمبر 15	43
16	قسط نمبر 16	46
17	قسط نمبر 17	49
18	قسط نمبر 18	52
19	قسط نمبر 19	55

20	قسط نمبر 20	57
21	قسط نمبر 21	59
22	قسط نمبر 22	62
23	قسط نمبر 23	65
24	قسط نمبر 24	68
25	قسط نمبر 25	71
26	قسط نمبر 26	75
27	قسط نمبر 27	78
28	قسط نمبر 28	81
29	قسط نمبر 29	84
30	قسط نمبر 30	87
31	قسط نمبر 31	90
32	قسط نمبر 32	94
33	قسط نمبر 33	98
34	قسط نمبر 34	102
35	قسط نمبر 35	106
36	قسط نمبر 36	109
37	قسط نمبر 37	113
38	قسط نمبر 38	116
39	قسط نمبر 39	119
40	قسط نمبر 40	123
41	قسط نمبر 41	127
42	قسط نمبر 42	131
43	قسط نمبر 43	135

44	قسط نمبر 44	139
45	قسط نمبر 45	143
46	قسط نمبر 46	146
47	قسط نمبر 47	150
48	قسط نمبر 48	154
49	قسط نمبر 49	158
50	قسط نمبر 50	163
51	قسط نمبر 51	167
52	قسط نمبر 52	171
53	قسط نمبر 53	175
54	قسط نمبر 54	178
55	قسط نمبر 55	182
56	قسط نمبر 56	185
57	قسط نمبر 57	189
58	قسط نمبر 58	193
59	قسط نمبر 59	198
60	قسط نمبر 60	202
61	قسط نمبر 61	206
62	قسط نمبر 62	210
63	قسط نمبر 63	214
64	قسط نمبر 64	219
65	قسط نمبر 65	223
66	قسط نمبر 66	227
67	قسط نمبر 67	231

68	قسط نمبر 68	235
69	قسط نمبر 69	239
70	قسط نمبر 70	242
71	قسط نمبر 71	245
72	قسط نمبر 72	248
73	قسط نمبر 73	251
74	قسط نمبر 74	255
75	قسط نمبر 75	259
76	قسط نمبر 76	262
77	قسط نمبر 77	266
78	قسط نمبر 78	270
79	قسط نمبر 79	274
80	قسط نمبر 80	278
81	قسط نمبر 81	281
82	قسط نمبر 82	284
83	قسط نمبر 83	288
84	قسط نمبر 84	292
85	قسط نمبر 85	295
86	قسط نمبر 86	299
87	قسط نمبر 87	303
88	قسط نمبر 88	307
89	قسط نمبر 89	311
90	قسط نمبر 90	315
91	قسط نمبر 91	319

92	قسط نمبر 92	323
93	قسط نمبر 93	327
94	قسط نمبر 94	331
95	قسط نمبر 95	335
96	قسط نمبر 96	339
97	قسط نمبر 97	344
98	قسط نمبر 98	348
99	قسط نمبر 99	352
100	قسط نمبر 100	356
101	قسط نمبر 101	360
102	قسط نمبر 102	364
103	قسط نمبر 103	367
104	قسط نمبر 104	371
105	قسط نمبر 105	375
106	قسط نمبر 106	379
107	قسط نمبر 107	382
108	قسط نمبر 108	385
109	قسط نمبر 109	388
110	قسط نمبر 110	391
111	قسط نمبر 111	393
112	قسط نمبر 112	395
113	قسط نمبر 113	397
114	قسط نمبر 114	399
115	قسط نمبر 115	401

403	قسط نمبر116	116
406	قسط نمبر117	117
409	قسط نمبر118	118
412	قسط نمبر119	119
414	قسط نمبر120	120
416	قسط نمبر121	121
418	قسط نمبر122	122
420	قسط نمبر123	123
422	قسط نمبر124	124
425	قسط نمبر125	125
428	قسط نمبر126	126
431	قسط نمبر127	127
434	قسط نمبر128	128
436	قسط نمبر129	129
438	قسط نمبر130	130
440	قسط نمبر131	131
442	قسط نمبر132	132
445	قسط نمبر133	133
448	قسط نمبر134	134
451	قسط نمبر135	135
454	قسط نمبر136	136

پیش لفظ:

تحریر: علیم طاہر
مصنفِ ناول: عورت ـــ کچے کان کی

" کبھی کبھی لفظوں کی سانسیں بھاری ہو جاتی ہیں، اور جملے چیخ پڑتے ہیں...
یہ ناول بھی ایک ایسی چیخ ہے... جو کچی سماعتوں تک شاید دیر سے پہنچے، مگر گونجے گی ضرور"...

میں نے قلم اٹھایا، تو اس میں سیاہی نہیں تھی ـــ دھواں تھا، درد تھا، چیخیں تھیں، آہیں تھیں، اور کئی صدیوں کی عورت کی بے بسی، شکستگی، اور خاموش بغاوت۔
یہ ناول، کسی کہانی کا بیان نہیں، ایک اجتماعی اعتراف ہے ـــ ایک آئینہ ہے جس میں عورت کا چہرہ ہر صفحے پر دکھائی دیتا ہے... کبھی آنسو میں بھیگا ہوا، کبھی سوال بن کر آنکھوں میں ٹھہرا ہوا، کبھی سچائی کی چادر میں لپٹا ہوا، اور کبھی بے لباس معاشرے کے سامنے کھڑا، سر جھکائے ہوئے۔

میں نے اس عورت کو لکھا ہے جو گلی کے نکڑ پر کھڑی ہے، جو خوابوں کے تعاقب میں شہر آئی تھی، اور جو بی جمالو بننے کے سفر میں خود کو بھی کھو بیٹھی۔
میں نے اس عورت کو بھی لکھا ہے جس نے سنی سنائی بات پر یقین کر لیا، اور اپنے ہی گھر کو آگ لگا دی۔
میں نے اس لڑکی کو بھی نوٹ کیا جو فلم اسٹوڈیو کے چمکتے بورڈ کے پیچھے زخم لیے کھڑی تھی۔
اور میں نے اس ماں کو بھی رقم کیا جو بیٹی کے فون آنے پر کہتی ہے: "خوش رہ بیٹا... بس اتنا بتا دے... تُو محفوظ ہے نا؟"

یہ ناول محض عورت کا مرثیہ نہیں، بلکہ مرد کے چہرے پر پڑا وہ نقاب بھی ہے جس کے پیچھے نرگسیت، خود پرستی اور تسلط کا زہر پلتا ہے۔

مجھے معلوم ہے، کچھ لوگ کہیں گے:
"یہ سب تو ہوتا آیا ہے، علیم... تم نے نیا کیا کہا؟"
تو اُن کے لیے میرا جواب صرف اتنا ہے:
"میں نے بس وہ لکھا جو اکثر ماں، بہن، بیوی، یا بیٹی کہنا چاہتی ہے... مگر خاموش رہتی ہے۔"

یہ خاموشی اب لفظوں میں ڈھل چکی ہے... اور جب خاموشی بولنے لگے تو سماعتوں پر بوجھ بڑھ جاتا ہے۔
میں نے بی جمالو کو بس ایک کردار نہیں بنایا... بلکہ اسے ہماری گلیوں، محلوں، میڈیا، عدالتوں، اور حتیٰ کہ ذہنوں میں بیٹھے اُس رویے کا استعارہ بنایا ہے، جو عورت کو سن کر نہیں سمجھتا، اور مرد کو سنائے بغیر رہ نہیں سکتا۔

میں نے یہ ناول اپنی بیٹی کے لیے نہیں لکھا، بلکہ اُن تمام بیٹیوں کے لیے لکھا ہے، جو کبھی میری طالبہ تھیں، کبھی سہیلی تھیں، کبھی فقط فیس بک کی دوست، اور کبھی کسی ہوٹل کی ریسپشن پر چپ چاپ کھڑی ایک انجانی عورت۔

میں نے ہر اُس عورت کے لیے لکھا ہے... جو کچے کان کی نہیں... کچے وقت کی شکار تھی۔

یہ ناول اگر کسی ایک لڑکی کو فیصلہ لینے کا حوصلہ دے سکے...
اگر کسی ایک ماں کو بیٹی سے سوال کرنے کا سلیقہ سکھا سکے...
اگر کسی ایک مرد کو عورت کی عزت کا مفہوم سمجھا سکے...
تو میں سمجھوں گا کہ میرا قلم، میرے لفظ، اور میری زندگی... رائیگاں نہیں گئی۔

میں ایک تخلیق کار کی حیثیت سے نہیں... ایک بیٹے، ایک بھائی، ایک شوہر، ایک استاد، اور ایک شہری کی حیثیت سے یہ اعتراف کرتا ہوں کہ عورت کے خلاف جو کچھ ہوتا ہے... ہم سب اس میں شریک ہیں...
خاموش تماشائی بن کر... یا خود کو حق پر سمجھ کر۔

یہ ناول، صرف عورت پر نہیں... ہم سب پر فردِ جرم ہے۔

"عورت—کچے کان کی"
میری تحریر نہیں، میری پکار ہے۔
آپ نے سن لی...
اب فیصلہ آپ کا ہے۔

علیم طاہر
مصنف

مارچ 2025، مالیگاؤں

دیباچہ:

ناول: عورت—کچے کان کی

تحریر: افتخار امام صدیقی

ایڈیٹر: ماہنامہ شاعر، ممبئی

عورت—ایک ازلی موضوع

عورت ایک ایسا موضوع ہے جو ہر دور میں انسانی فکریات، تہذیب اور معاشرت کا مرکز رہا ہے۔ میں اس موضوع کی ابتدا آدم وحوا سے کرتا ہوں۔ خالقِ کائنات نے آدمؑ کو مٹی سے گوندھ کر اس میں روح پھونکی، اور پھر اُس کی بائیں پسلی سے حوا کو پیدا کیا۔ جنت میں ایک درخت کے پھل سے اجتناب کا حکم ملا، مگر شیطان نے حوا کو بہکایا۔ اس طرح آدم نے بھی وہ پھل کھایا۔ یوں انسان کا پہلا گناہ عورت سے منسوب ہوا، اور زمین پر پہلا قدم بھی اسی گناہ کی پاداش میں رکھا گیا۔
یہی پہلا بیانیہ تھا جس نے حوا کے کردار کو مذہب، سماج اور ادب میں مختلف زاویوں سے پیش کرنے کی بنیاد رکھی۔

بی جمالو—عورت کی ایک تمثیلی شناخت

اسلامی روایت میں عورت کے کئی کردار ہیں، ان میں ایک کردار "بی جمالو" کا بھی ہے۔ یہ ایک ایسا استعارہ ہے جو چنگاری کو بھس میں ڈالتی

ہے، تماشہ دیکھتی ہے، اور ہلکے کان و ہلکے پیٹ کی علامت بنتی ہے۔ یہ وہ عورت ہے جو سنی سنائی بات کو مرچ مصالحہ لگا کر بیان کرتی ہے، اور بسا اوقات یہ افواہیں گھروں کو برباد اور رشتوں کو پارہ پارہ کر دیتی ہیں۔علیم طاہر کے اس ناول میں یہی کردار بی جمالو کے روپ میں قاری کے سامنے آتا ہے—ایک ایسا کردار جو معاشرتی حقیقتوں کی عکاس بنتی ہے۔

علیم طاہر—ایک تخلیقی سیلاب

اب ذرا علیم طاہر کی طرف آیئے۔ یہ نوجوان تخلیق کار مشہور شاعر ارشد مینا نگری کے فرزند ہیں۔انہوں نے نہ صرف مروجہ اصناف میں طبع آزمائی کی ہے بلکہ نئی اختراعی اصناف اور ہیتوں میں بھی اپنی تخلیقی توانائیوں کا بھرپور اظہار کیا ہے۔
علیم طاہر بنیادی طور پر گیت کار ہیں، لیکن ان کا اسلوب تجرباتی ہے۔ وہ گیتوں کو سانیٹ جیسی غیر روایتی ہیتوں میں پیش کرتے ہیں۔ سانیٹ ایک مغربی صنف ہے جو اب ہندوستان میں تقریباً معدوم ہو چکی ہے، لیکن علیم طاہر نے اسے اپنی ترنم سے زندہ رکھا ہے۔ مشاعرے لوٹ لینا ان کا وصف ہے، مگر ناول نگاری میں بھی ان کی تخلیقی شدت قابلِ رشک ہے۔

فلمی دنیا اور عورت

چونکہ علیم طاہر درس و تدریس کے ساتھ فلمی دنیا سے بھی جڑے ہوئے ہیں، اس لیے انہوں نے اس ناول میں ممبئی کی فلم نگری کا وہ بھیانک چہرہ دکھایا ہے، جس سے زیادہ تر لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔
ہر نوجوان لڑکی خود کو فلمی ہیروئن، اور ہر نوجوان لڑکا خود کو شاہ رخ خان سمجھ بیٹھتا ہے۔ وہ بغیر اطلاع دیے، خوابوں کے تعاقب میں گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور ممبئی پہنچتے ہیں— جہاں ان کے خواب دلالوں کی گلیوں میں کچلے جاتے ہیں، اور وہ یا تو فارس روڈ کا حصہ بن جاتی ہیں یا کسی فلم ساز کی خواب گاہ کا۔

عورت— ہلکے کان اور بھاری المیے

آج کی عورت کو سمجھنا مشکل ہے۔کبھی وہ "کچے کان کی" اور کبھی "ہلکے پیٹ کی" کہلاتی ہے۔اور یہی استعارے علیم طاہر کے ناول کی اساس بنے ہیں۔ ان کی تحریر میں جو مشاہداتی گہرائی ہے، وہ اسے سطحی ناولوں سے ممتاز کرتی ہے۔

یہ ناول محض بی جمالو کا بیانیہ نہیں، بلکہ ایک ایسا سماجی ،نفسیاتی اور تہذیبی نوحہ ہے جو عورت کی بے بسی ، نا عاقبت اندیشی اور اس کے استحصال کو بے نقاب کرتا ہے۔

زبان و اسلوب — قاری کو باندھ لینے والی گرفت

ناول کی سب سے بڑی خوبی علیم طاہر کا دلچسپ اور سادہ مگر پر اثر اسلوب ہے۔ وہ قاری کو پہلے صفحے سے گرفت میں لیتے ہیں، اور جب تک ناول ختم نہ ہو جائے، قاری اسے ہاتھ سے رکھ نہیں سکتا۔ ان کے اسلوب میں نہ صرف روایتی رنگ جھلکتا ہے بلکہ جدید اسالیب کی تازگی بھی ہے۔

ماضی کی روایت، حال کی تصویر

یہ ناول ہمیں ماضی کے اُن ناول نگاروں کی یاد دلاتا ہے جنہوں نے عورت کو اپنی تحریروں کا مرکز بنایا — راشد الخیری، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، بانو قدسیہ، قرت العین حیدر، اور سعادت حسن منٹو۔
منٹو کی " کھول دو " ایک ایسا آئینہ ہے جس میں فسادات کے بعد عورت کی بے بسی دیکھی جا سکتی ہے۔ آج بھی حالات ویسے ہی ہیں۔
عورت اب بھی استحصال کا شکار ہے — چاہے محبت میں ناکامی ہو، شوہر کا جبر، سوتن کا ظلم یا فلمی دنیا کی فریب دہ چمک۔

ایک لازمی مطالعہ — تربیت کی بنیاد

میں سمجھتا ہوں کہ " عورت — کچّے کان کی " ہر گھر میں پڑھا جانا چاہیے۔ یہ ناول نہ صرف لڑکیوں کی تربیت کا ذریعہ بن سکتا ہے بلکہ والدین کو بھی یہ سکھاتا ہے کہ بیٹیوں کو وقت، توجہ اور شعور دینا کیوں ضروری ہے۔
کیونکہ جب بیٹیاں گھر سے باہر نکلتی ہیں، تو ان کے گرد بھوکی نظروں کا ایک ہجوم ہوتا ہے۔ وہ کب شکار ہو جائیں، کوئی نہیں جانتا۔

عورت — ایک تسلسل، ایک تجزیہ

یہ ناول ایک ایسا آئینہ ہے جس میں عورت کبھی سیتا ہے، کبھی یشودھا، کبھی عائشہ، کبھی کنتی، اور کبھی رابعہ بصری — وہی رابعہ بصری، جو حسن بصری کی شاگردہ تھیں۔ حسن بصری نے کہا تھا:

" کیا میں چیونٹی کو ہاتھی کا راتب دوں؟"

اور میں کہتا ہوں:

"علیم طاہر، آپ ہاتھی کا راتب ضرور لیجیے، کیونکہ آپ کی تخلیق قحط الرجال کے اس دور میں ایک نعمت ہے۔"

افتخار امام صدیقی

ایڈیٹر، ماہنامہ شاعر (ممبئی)

31 دسمبر 2017، بوقت سوا گیارہ بجے شب

ناول

"عورت کچّے کان کی "

(انسانی رشتوں کی پختہ ترتیب میں معاون لافانی ناول)

..... قسط نمبر 01

آج بھی صبح سویرے شہزاد تاریخ کے مطابق فیملی کورٹ کے گرؤنڈ میں پہنچ چکا تھا؟ ادھرادھر بکھرے ہوئے چھدرے چھدرے ہجوم میں وہ اپنی بیوی اور بچوں کو بے قرار نگاہوں سے تلاش کرنے میں مگن تھا؟
کئی عورتیں جو اپنے ساتھ چھوٹے بچّے لیے حیران پریشان بھکاریوں کی طرح ٹہلتے ہوئے نظر آ ہی تھیں ؟ان بچّوں کی صورتوں میں شہزاد اپنے بچّوں کی صورتیں محسوس کرنے لگا؟
اس کے قلب میں صبر اور غموں کے کٹورے لبریز ہوکر لہو چھلکا رہے تھے ؟ مگر یہ لہو صرف وہ محسوس کرسکتا تھا؟
اس کے ساتھ آیا ہوا چھوٹا بھائی مصدّق بھی نہیں؟ اس نے تو اپنے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجا رکھی تھی؟ جسے دیکھ کر شرمندگی کے جذبات کا تاثر نہ ابھرتا ہو؟

"بھائی لگتا ہے آج بھی بھابھی نہیں آئی" مصدق نے کہا تھا؟ شہزاد نے پھر ایک بار حسرت بھری نگاہوں سے گراؤنڈ کا جائزہ لیا لیکن اس کی نگاہیں مایوس ہی لوٹ آئیں ؟
نوجوان ایڈوکیٹ کرن نے پرتپاک لہجے میں شہزاد کے قریب آ کر کہا
آپ کا نمبر آئے گا تو آپ سب برابر بولنا؟ کہ آپ اپنی بیوی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں؟ اور یہ بھی کہنا کہ گیارہ مہینے سے آپ کی بیوی نے آپ کے بچّوں سے آپ کو نہیں ملایا؟ اوکے ؟"
شہزاد نے کہا" اگر وہ آج بھی نہ آئی تو"
ارے بابا وہ آچکی ہے اور اپنے وکیل کے چیمبر میں بیٹھی ہے ؟" ایڈوکیٹ کرن نے کہا تھا

تب شہزاد اور مصدق ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے ہکا بکّا رہ گئے تھے ؟

شہزاد نے کہا" دیکھیئے نا میڈم آج تک میں یہ نہ سمجھ سکا کہ ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں تھا تو آخر جھوٹا کھاؤٹی کا دعویٰ مجھ پر کیوں کیا میری بیوی نے ؟ اور کیوں ایسا کر رہی ہے وہ"؟

ایڈوکیٹ کرن نے کہا" ڈونٹ وری! سب ٹھیک ہو جائے گا؟ سچّائی کی جیت ہوگی؟ آؤ میرے ساتھ ؟"

شہزاد میڈم کرن کے پیچھے پیچھے چل پڑا؟

Qist no.01

(جاری)

ناول نگار........ علیم طاہر

قسط نمبر 02....

شہزاد ایڈوکیٹ کرن کے پیچھے عدالت کے ہال نما کمرے میں پہچا؟

جہاں ایک ادھیڑ عمر لیڈی جج اپنی بلند اور نمایاں کرسی پر جلوہ افروز تھیں؟ اس کے چہرے پر دانشورانہ تفکّرات کی جھلکیاں صاف محسوس کی جاسکتی تھی؟ لیڈی جج کے دونوں جانب ایک ایک سنجیدہ شخص اپنی اپنی سیٹ پر تشریف فرما میڈم جج کے حکموں کے منتظر تھے؟ ایک شخص کمپیوٹر کی ذمّہ داری سنبھالے ہوئے تھا تو دوسرا موٹی سی بڑی فائل لیے مختلف دستاویزات جج میڈم کو فراہم کرنے میں منہمک تھا؟

جج کے سامنے وکیل حضرات اور چند اہم اشخاص متمکن تھے؟ ایک جانب عدالتی کٹہرا بھی اس عدالتی ہال نما کمرے کی شان میں اضافہ کرر ہا تھا؟ کٹہرے سے کچھ دور ایک ٹائپسٹ عدالتی بیانات کو قلمبند کرنے میں مصروف تھی؟ ٹائپنگ کے بٹن دبنے سے پیدا ہونے والی کٹ کٹ کٹ کی آوازیں دھیمے سروں میں اپنی اہمیت کا احساس دلا رہی تھی؟ آخری سمت دونوں جانب دروازے کھلے ہوئے تھے؟ جہاں سپاہی اور دو پولس والے اپنی ڈیوٹی پر ہتھیاروں سے لیس تھے؟ ایک لمبا سا لکڑی کا بینچ دیوار سے لگ کر رکھا تھا جس پر چند افراد عدالتی گفتگو کو بغور سن رہے تھے؟ ایک مسکین صورت والا پیون بھی بار بار جج کے لیے ہوئے ناموں کو دہرار ہا تھا؟

شہزاد جب ہال میں داخل ہوا تھا تب جج میڈم نے اس پر ایک اچٹتی سی سرسری نگاہ ڈالی؟ کچھ دیر انتظار کے بعد آخر شہزاد اور اس کی بیوی کا پکارا کیا گیا؟ شہزاد فوراً آگے بڑھا اور جج صاحبہ کی خدمت میں آداب بجالایا؟ دوسرے ہی لمحے اس کی بیوی پروین بھی حاضر ہو چکی تھی؟

جج نے دریافت کیا؟ " آپ ہی شہزاد ہو؟"

جی میڈم " شہزاد نے کہا تھا؟

" کیا ہوا آں؟ کیا بات ہے؟" جج نے کہا

شہزاد بول پڑا" میڈم میں ایک شکھشک ہوں ساڑھے نو گھنٹے سفر کر کے یہاں آتا ہوں؟ اور تقریباً گیارہ مہینے ہو چکے ہیں؟ یہ میری بیوی ہے؟"

میڈم نے مسکرایا؟

شہزاد نے پھر بات آگے بڑھائی ہوں؟

" میں اسے لے جانے کو ہر بار ہی آتا ہوں ؟ اور آج بھی لے جانے لے لیے ہی آیا"؟

اس سے پہلے کہ پروین کچھ کہتی جج نے پروین سے کہا" جاؤ!
سر کے ساتھ ؟"
پروین کچھ سوچتے ہوئے نیچے دیکھنے لگی ؟
پروین کے وکیل نظام جمعدار نے پروین سے مخاطب ہو کر کہا "بولو؟ نہیں جانا ہے ؟"
جج نے کہا" جاؤ گی سر کے ساتھ ؟ ہاں یا نہیں ؟ جوب دو"؟
نظام وکیل کی آہستہ سے شہزاد نے آواز سنی کہ " نہیں بولو،"
تب ہی شہزاد نے باہر دروازے کی طرف نظر دوڑائی جہاں مصدّق نے اپنے ہاتھوں کے اشاروں سے اس کے بچوں کی یاد دلائی ؟
شہزاد کے دماغ کی بتّی جلی ؟ وہ یک لخت بول پڑا؟
میڈم میں ایک بات اور کہنا چاہتا؟
میڈم نے اجازت دی ؟ تب شہزاد نے کہا
"میرے تین بچے اس نے لے گئی اور اب تک مجھ سے نہیں ملائی ؟ تو میں اپنے بچوں سے بھی ملنے کا خواہش مند ہوں بلکہ ان کو اس کے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں ؟"
میڈم نے شہزاد سے پوچھا" بچے کس کے پاس ہے"
شہزاد نے کہا" بچے پروین کے پاس ہے ؟"
میڈم نے تلقین کی کہ "اگلی تاریخ پر بچّے حاضر کئے جائیں ؟"؟
تاریخ ملنے کے بعد ایڈوکیٹ کرن نے اشارے سے شہزاد کو باہر کی طرف چلنے کو کہا؟ شہزاد باہر نکل کر پہلے مصدق سے ملا؟ دونوں نے ایکدوسرے سے خوشی کے تاثرات کا تبادلہ کئے ؟
اب بھی کورٹ کے میدان میں چھدری چھدری بھیڑ موجود تھی بلکہ اس میں مزید زیادتی ہوگئی تھی ؟ دھوپ کی تپش بڑھ چکی تھی ؟ مگر ہواؤں کے چلنے سے ٹھنڈک کا احساس بھی روح کو تسکین پہنچا رہا تھا ؟

قسط نمبر 03

شہزاد آج اس لیے بھی مطمئن تھا کہ تقریباً گیارہ مہینوں بعد عدالت میں اسے جج کے روبرو گفتگو کا موقعہ نصیب ہوا تھا؟ وہ ہر ماہ یہی سوچتے ہوئے عدالتی گراونڈ پہنچتا تھا کہ کسی طرح اپنی بات جج تک پہنچ جائے؟ مگر ہر بار اسے تاریخ مل جاتی تھی؟ اور اسے واپس اپنی ڈیوٹی کے لیے جانا پڑ جاتا تھا؟ گیارہ مہینے کا طویل انتظار اس کے حوصلوں کی داد دے رہا تھا؟ وہ ہر تاریخ پر حاضر ہوا؟ اس کی بیوی پروین ایک تاریخ پر حاضر ہونے کے بعد دوسری تاریخ پر غائب ہو جایا کرتی تھی؟ شہزاد ہر تاریخ پر اس آس میں رہتا کہ اسے اس کے بچوں سے ملاقات کا موقعہ نصیب ہوگا؟ مگر شاید پروین نے یہ موقعہ اسے نصیب نہ ہونے دینے کی قسم کھا رکھّی تھی؟ اور شہزاد کی پدرانہ شفقت نے اسے امیّد کے مضبوط بندھنوں میں جکڑے رکھا تھا؟ وہ ایک وقت میں کئی ذمہ داریوں سے نبرد آزما تھا؟ ایک طرف سرکاری ٹیچر اور دوسری طرف عدالتی تاریخوں کے ریشمی پیچ وخم میں الجھا ہوا تین بچوں کا باپ؟ اور بھی دیگر ذمہ داریوں میں برادر، فرزند، چاچا، فنکار، وغیرہ کئی زندگیاں جی رہا تھا وہ ایک عمر میں؟ اور ہر زندگی کامیابی سے ہمکنار تھی بس یہ ایک گردش سنسار سے منسلک ہوگئی تھی؟ جو ریشمی گچھّے کی مانند سلجھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی؟

عدالت سے نکلتے ہوئے اس نے ایڈوکیٹ کرن کی فیس مصدق کے ذریعے ادا کی اور اسے اپنے ساتھ چائے پینے اور ساتھ کھانے کی پیش کش بھی کی؟ چونکہ وقت دوپہر کے کھانے کا تھا اور عدالتی فصیلوں سے باہر احاطے کے قریب میں چند اسٹالس لگے ہوئے تھے جہاں ہلکے پھلکے انداز میں ہلکی پھکی ڈش مل جاتی تھی؟ مصدق اور میڈم کرن کے ساتھ ایک اور پارٹنر وکیل شیخ دلکش بھی تھا جو ہمہ وقت میڈم کرن کے ساتھ رہتا غالبًا دونوں اپنے پیشے میں پارٹنرس تھے؟ دونوں مل کر کیس کو سلجھانے کا کام کرتے تھے؟ مگر شہزاد کا کیس بجائے سلجھنے کے جانے کیوں اسے الجھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا؟ وہ سوچ رہا تھا کہ بات تو ذرا سی ہے کہ اسے پوچھا جائے کہ تم اپنی بیوی کے ساتھ رہنا چاہتے ہو؟ اور بیوی اگر نہ رہنا چاہتی ہے تو اس سے بھی باز پرس کی جانی چاہیئے کہ آخر کیوں؟؟؟

"تم نے تو اپنے اپلیکیشن میں یہ لکھا ہے کہ یہ مجھے اپنے مائکے سے نہیں لے جاتے میری کوئی چنتا نہیں کرتے؟"

اب یہ سچ سامنے ہے کہ شہزاد لے کر جانا چاہتا ہے؟ تو پروین تمہیں تو جانا چاہیئے؟"

اتنی سی بات کے لیئے گیارہ مہینے؟ طویل انتظار؟

ایک بار ایڈوکیٹ کرن سے اپنے دل میں کچوکے لگاتے ہوئے ان سوالوں کے اس نے جوابات طلب کر لیے؟

ایڈوکیٹ کرن نے کہا تھا" شہزاد جی

سینکڑوں کیسیس ہیں ؟ جج تک پہنچتے پہنچتے کیس کو مہینوں لگ جاتے ہیں ؟ پھر کیس کی شروعات ہوتی ہے تو سالوں بیت جاتے ہیں مگر اس کے باوجود کبھی کبھی نہیں بلکہ اکثر و بیشتر فیصلے معلّق رہ جاتے ہیں"؟

شہزاد یہ سن کر خاموش ہو گیا تھا ؟ مگر اس کی خلا میں گھورتی ہوئیں آنکھوں میں عجیب و غریب مقناطیسی انقلابیت کی چمک صاف دیکھی جا سکتی تھی ؟ جسے مصدق نے محسوس کر لیا تھا؟ اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ شہزاد کی یہ کیفیت کسی بڑی کامیابی کا پیش خیمہ ہے ؟

اسے فلیش بیک میں اپنے شہر سے گیارہ مہینے پیشتر کئے ہوئے پروین اور اس کے گھر والوں پر وہ دو کیس بھی یاد آئے ؟ جن میں نان نفقے کا دعویٰ اور بچوں کی کسڈی کی مانگ کی گئی تھی ؟ اور یہ اس کھاؤٹی کے جھوٹے کیس کو مسترد کرنے کے لیئے شہزاد کے والد محترم نے ہی کروایا تھا؟ ورنہ شہزاد تو خبط الهواسی میں مبتلا ہو چکا تھا؟ اور اسے ہر وقت بس اپنی بیوی پروین اور بچوں کی یاد ستاتی رہتی تھی ؟

شہزاد سے اجازت لے کر ایڈوکیٹ کرن اور اس کا پارٹنر چلے گئے ؟ تب شہزاد اور مصدق بھی رکشا کے ذریعے بس اسٹاف کی جانب جانے لگے ؟

(جاری)

قسط نمبر 04

شہزاد اپنے اگلے سفر کی جانب بذریعہ لکثری روانہ ہو چکا تھا؟ شہزاد کو ہر بار کی طرح اس بار بھی مصدق نے تسلّی اور حوصلہ دیتے ہوئے کہا تھا؟

شہزاد بھائی، آپ ٹینشن نہ لیں؟ حوصلہ رکھیں؟ اس میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ہی ہوگی"؟

شہزاد نے زیرِلب مسکراتے ہوئے مصدق کو الوداع کیا تھا؟

اور ایسا اطمینان بخش تاثر بھی دینے میں کامیاب ہو گیا تھا؟ جیسے واقعی اس میں کوئی بھلائی کی مصلحت ہی ہے؟ وہ اس پیچیدہ گھتّی کو سلجھانے میں ماضی کے لمحوں کو یاد کرنے لگا؟

شہزاد کے سوچ کینواس پر ماضی کے مناظر نمودار ہونے لگے

وہ اپنی ہمشیرہ زبیدہ کے سنگ تعلیمی ریسرچ ڈی سی پی پروسیس کو مکمل کرنے کے بعد راجستھان میں جئے پور اور چورو سے ہوتے ہوئے اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت کر کے بذریعہ لکثری اپنے شہر کی جانب لوٹنے لگا؟

اس وقت بھی سب کچھ تو ٹھیک ہی تھا؟ پروین سے فون پر گفتگو ہو رہی تھی؟ وہ تعلیمی ریسرچ پر بہت زیادہ خوش تھی؟ جوش و خروش سے اس کے قہقہوں کا چھلکاؤ شہزاد محسوس کر سکتا تھا؟ وہ اس خوشی پر جشن منا رہی ہے؟ وہ ایسی شریکِ حیات ہے؟ جو اپنے شوہر کے غم میں حوصلہ اور اور خوشی میں خوش ہو کر مبارکباد دیتی ہے؟

شہزاد اور اس کے درمیان کوئی تنازعہ نہ تھا؟ سب کچھ تو ٹھیک ہی تھا؟ وہ جس خوشی سے موبائل پر گفتگو کر رہی تھی وہ خوشی شوہر کے تئیں ایسی محبت ہے جو اٹوٹ کہلاتی ہے؟ وہ ایسی محبت ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں؟ جس میں نفرتوں کا گزر نہیں؟ جس میں صداقت اور قوت ہے؟ جو مثال دینے کے لائق ہے؟

پروین نے فون پر کہا

"اجی آپ کب تک گھر پہچو گے"

شہزاد نے کہا" سورج نکلنے سے پہلے، اور چاند تاروں کو الوداع کرنے کے بعد؟"

پروین بولی؟

"صاحب آگے کا کیا پلان ہے"

شہزاد بولا

"مطلب"

"مطلب آپ آتے ہی اگلے سفر پر اکیلے جاؤ گے یا پھر اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے جاؤ گے"?

شہزاد نے کہا" جہاں شوہر وہاں بیوی"

پروین بولی"اور جہاں بیوی وہاں بچّے"

شہزاد نے کہا"اسی کا نام گھر سنسار ہے? یہی تو سچّا پیار ہے?"

پروین نے کہا"اجی اپنے عمید کی بھی تیاری کرلوں نا?

شہزاد بولا" کیوں نہیں؟ ایسا کیوں پوچھتی ہو?"

وہ بولی"اجی صاحب! عمید آپ کے ابّو سے منہ لگا ہوا ہے? وہ اسے اپنے سے دور نہیں ہونے دیتے اس لیے پوچھ لی?

"اوکے"شہزاد نے کہا اور نیٹ ورک اڑ گیا?

لکڑی کی کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا تو بس ایک پہاڑی علاقے کو عبور کر رہی تھی?

(جاری)

قسط نمبر 04

Kachche kaan ki aurat

by

Aleem Tahir.

Qist no.04

قسط نمبر 05

شہزاد قیاس آرائی پر منحصر تخیّلات کی دنیا میں محو تھا؟ وہ سوچنے لگا پروین کی ہر ضرورت پایہءِ تکمیل تک پہنچانے کے باوجود پروین اس سے کیوں منحرف ہوئی تھی؟ فون پر جدا ہونے سے پہلے پروین نے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا تھا؟ لیکن شہزاد جس وقت اپنے شہر پہنچا اور اپنے گھر میں قدم رکھا؟ اس وقت گھر کے افراد ٹوٹی پھوٹی قبروں کی مانند مایوسیاں لیے ہوئے دکھائی دیے؟ وہ ان کی ناخوشگواریوں کو فوراً سمجھ نہ سکا؟ مگر بڑی نرم گفتاری کے ساتھ شہزاد کو یہ خبر سنائی گئی تھی کہ پروین آج ہی اپنے بھائی کے ساتھ تینوں بچّوں سمیت اپنی مرضی سے اپنے مائکے چلی گئی؟

شہزاد نے صبر و تحمّل کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام نوعیت کا جائزہ لیا اپنے ابّو آفتاب فیضی سے گفتگو ہوئی؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شہزاد کے اس فلیٹ کی چابیاں بھی پروین لے گئی تھی جس فلیٹ میں وہ کرائے سے رہ کر اپنے جاب کے فرائض نبھاتا تھا؟

اب شہزاد کے پاس پروین کے گھر پہنچنے اور اس سے باز پرس کرنے کے سوا دوسرا راستہ نہیں تھا شاید چابی لے جانے کا عمل بھی پروین نے اسی لیے انجام دیا تھا کہ شہزاد اس کے گھر پر پہنچے اور چابی مانگنے کے ساتھ اس سے ملاقات بھی کرے؟

شہزاد کو دوسرے دن اپنی ڈیوٹی کرنی تھی اسے مایوسی ہوئی کیونکہ فلیٹ کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا؟ پڑوسیوں سے معلوم ہوا کہ پاس ہی پروین کی بہن رخسانہ رہائش پذیر ہے؟ جو خود بھی کسی اسکول میں ٹیچر ہے اور اس کا شوہر ارمان بھی کسی بینک میں کلرک ہے؟ پروین وہیں گئی ہوگی؟ شہزاد کو وہ فلیٹ پتہ تھا؟

شہزاد کے سسر جواب اس دنیا میں نہیں رہے؟ ایک اسکول ٹیچر تھے مرید صاحب کے نام سے اپنے علاقے میں جانے جاتے تھے؟ شہزاد کو یاد آیا؟ کہ مرید صاحب نے ہی ارمان کو کو بینک سے قرض نکلوا کر وہ فلیٹ کئی سال پیشتر ساڑھے تین لاکھ روپیوں میں خریدوایا تھا؟

شہزاد لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اس فلیٹ تک پہنچا اور بیل دبایا؟ سامنے سے دروازے کے کھلتے ہی شہزاد کا سالا جو بالکل اکلوتا تھا؟ "جلال" گھریلو افراد میں عزیز تھا؟ اس نے دروازہ کھولا؟ شہزاد کو دیکھتے ہی اس کا رنگ اڑ چکا تھا؟ وہ نابینا کے تصوّر کی طرح بے رنگ ہو چکا تھا؟

(جاری)

قسط نمبر 06

فوراً شہزاد بول پڑا؟ کیونکہ وہ اندر سے بھرا ہوا تھا؟ " کیوں جلال تم نے بغیر مجھ سے پوچھے اپنی بہن پروین کو کیوں یہاں لے آیا"؟

جلال کی سٹّی گم ہو چکی تھی؟ کیونکہ اسے توقع نہیں تھی کہ "شہزاد یہاں تک پہنچ جائے گا؟"اس لیے اس نے نرم لہجے میں جواب دیا؟

"بھائی آپ بیٹھیے پہلے"

شہزاد صوفے پر بیٹھتے ہوئے اردگرد بیوی پروین اور اپنے بچّوں کو تلاشنے لگا؟ مگر وہ کہیں بھی اسے دکھائی نہیں دیے؟

شہزاد نے پوچھا

" کہاں ہے پروین اور کہاں ہیں میرے بچّے"

جلال کہنے لگا

" آئیں گے بھائی جان ذرا صبر کیجئے!"

شہزاد نے پھر پوچھا" کیوں بغیر پوچھے لائے تم اسے مجھ سے پوچھتے تو میں اجازت دیتا؟ ایسا کبھی ہوا کہ میں نے اجازت نہ دی؟"

جلال کے پاس کوئی جواب نہ تھا؟

رخسانہ بھی آ گئی تھی؟ وہ بھی لاجواب تھی؟ یہاں تک کہ کچھ دیر بعد ارمان بھی آ گیا؟ شہزاد کا ہر کوئی غلط جواب دینے لگا؟

اور پھر رخسانہ نے پوچھا؟ بھائی جان چائے پیئو گے؟؟

شہزاد نے کہا"ہاں کالی چائے بنائی جائے؟ اور ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھ لائے ہوئے سیب چیکو اور دیگر فروٹ بھی انہیں دیا اور پروین اور بچّوں سے ملنے کی خواہش بھی ظاہر کی؟ کہا کہ" میری چابی کرائے کے فلیٹ کی پروین نے ساتھ لائی ہے؟"

رخسانہ بولی"اچھّا تو بھائی جان آپ چابی لینے کو یہاں آئے پروین کو نونہیں؟"

جلال بھی سُر میں سُر ملانے لگا"اوہو تو آپ پروین سے ملنے نہیں بلکہ چابی حاصل کرنے آئے؟"

جاری....

قسط... نمبر 07...

شہزاد نے کہا نہیں ایسا نہیں ہے مجھے پروین سے ملنا بھی ہے یہ جاننے کے لیے کہ وہ تو فون پر خوش گفتاری سے گفتگو کر رہی تھی کوئی نا راضگی نہ تھی پھر اچانک ایسا کیا ہوا کہ وہ بغیر پوچھے یہاں پہنچ گئی؟

رخسانہ نے کہا" بھائی جان! آپ اس کے آنے کے بعد یہاں کوئی جھگڑا نہ کرو گے وعدہ کرو"

شہزاد نے کہا "یہ کیا الزام اور بات ہے کہ ایسا ہوں؟؟؟؟"

رخسانہ نے کہا "وعدہ کرو پہلے"

شہزاد نے نزاکتِ ماحول کو سمجھتے ہوئے وعدہ کر لیا؟ تب گیلری کا دروازہ کھلا اور پروین باہر نکل کر سامنے آئی؟ اور تینوں بچّے بھی سامنے آئے؟ شہزاد سے لپٹ گئے؟ شہزاد بچّوں کو لپٹ کر نم دیدہ ہو گیا؟

غالبًا یہ ایک قسم کی بلیک میلنگ ہی اسے محسوس ہوئی؟

پروین مسکرا رہی تھی؟

شہزاد نے دل پر پتّھر رکھتے ہئے اس سے پوچھا" پروین کیوں آئی اس طرح؟"

شہزاد کو اس کا سالا سالی ساڑو ایسے گھیرے ہوئے تھے جیسے کسی زخمی شیر کو لکڑ بگھّے گھیرتے ہیں؟

شہزاد اپنے بچّوں کو دیکھ کر ٹھنڈا پڑ گیا تھا؟ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر یہاں کیا کیا جائے؟

یہاں اسے ایک الگ تجربے سے واسطہ پڑا تھا؟ جو آٹھ سالوں بعد سامنے آیا تھا؟

اب تک انہوں نے شہزاد کے ساتھ بہت بہتر سلوک روا رکھا تھا مگر یہ اچانک....

قسط نمبر: 08

مگر یہ اچانک.... رویّوں میں تبدیلی کیوں آئی تھی وہ سوچ میں مگن تھا؟

رخسانہ نے چائے کی پیالی شہزاد کو تھمائی؟

شہزاد چسکیاں لیتے ہوئے کہنے لگا؟

"پروین چلو مرے ساتھ"

پروین جذبات سے مغلوب ہو کر جانے کے لیے اس سے پہلے کہ تیار ہوتی؟ جلال درمیان میں اسے کہنے لگا؟

نہیں پروین نہیں بول"

شہزاد نے کہا" چلتی ناں"

جلال کو جیسے نہیں بلوانے کا دورہ پڑ گیا؟

وہ بار بار تقریباً پچیّس بار اسے نہیں بولنے کا مشورہ دے چکا تب شہزاد کو اشتعال آنے لگا؟ اور وہ اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے گویا ہوا؟

"جلال تم ایسا غلط کر رہے ہو کہ اگر میرے سالے نہ ہوتے تو میں تمہیں یقیناً مزہ چکھا دیتا؟"

تب بھی شہزاد صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور پروین نے اپنے بھائی جلال کی بات مان لی؟ شہزاد کو انکار کر دیا؟ مگر جلال نے آٹھ دن کی مہلت مانگ لی کہ میں خود آپ کے پاس آٹھ دنوں بعد پروین کو لے آؤں گا؟

شہزاد کو چابی دی گئی شہزاد نے بچّوں کو چوما پیار کیا اور ڈبڈبائی ہوء کیفیت سے رخصت ہوا؟ تب بھی جلال اسے نیچے سڑک تک بیگ لے کر پہنچا؟ اور رکشا روکتے ہوئے شہزاد نے جلال کو "اللہ حافظ" کہا؟

جلال نے بھی آٹھ دنوں کے بعد آنے کا وعدہ دہرا کر اللہ حافظ کہا تھا؟

شہزاد اپنے جاب کے لیے جاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ چلو اب آٹھ دنوں بعد جلال پروین کو لے آئے گا؟ وہ روٹھی ہوئی ہے من جائے گی؟ اللہ سب ٹھیک کرے گا؟ جب آپس میں کوئی ان بن یا نوک جھونک بھی نہیں ہے تو پھر اسے اپنی ماں کے ہاں کچھ دنوں تک رہنا ہوگا ؟ مگر یہ کیا طریقہ کہ بغیر اجازت لیے؟ جبکہ اجازت نہ ملنے کا بھی خدشہ نہیں تھا؟ اف اف..... شہزاد اپنے ضمیر سے گفتگو کرتے ہوئے تھک سا گیا؟ اور امیّد کے دامن کو تھامتے ہوئے خالی الذہن ہونے کی کاوشوں میں مشغول ہو گیا؟ وہ رات بھر سفر کرتا رہا مگر سنسار کا

غم ذہن و دل میں ایسا گھر کر چکا تھا کہ اب اسے اپنے اندرون سے نکالنا ناممکن سا تھا؟ شہزاد بڑا پریشان تھا مگر اپنی پریشانی کو متبسم تاثرات سے مزیّن کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا؟ اسے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے دنیا و مافیا کے ہر غم سے آزاد ہے؟

قسط نمبر 09.....

شہزاد جس ہائی اسکول اور کالج میں جاب کرتا تھا اسے وہاں صدرِ شعبہء اردو کا درجہ حاصل تھا؟ اس نے کبھی اپنی ذمہ داریوں سے کوتاہی نہیں برتی تھی؟ تقریباً تیس ٹیچرس کے اسٹاف میں وہ ہر دلعزیز تھا؟ وہ بڑا احساس طبیعت واقع ہوا تھا؟ اس نے اپنے اندرون کے درد و کرب کا اظہار کرنا مناسب نہ سمجھا؟ معمول کے مطابق اپنی ڈیوٹی انجام دیتا رہا؟ ہر مہینہ تاریخوں کے مطابق اسے عدالت پہنچ کر حاضری دینا تھی؟ ساتھ ہی اسے ایک امیّد تھی، کہ آج نہیں تو کل اس کے سنسار کا بکھراؤ سمٹ جائے گا؟ اس کا ایمان تھا کوئی بھی گردش بہت دیر پا نہیں رہتی؟ ہر تکلیف کے بعد راحت، بے قراری کے بعد سکون، اندھیرے کے بعد اجالا، ہونا قدرتی نظام ہے؟

شہزاد نے ایسی ملنسار طبیعت پائی تھی کہ جو کوئی ایک بار اس سے مل لے وہ کبھی فراموش نہ کرے؟ ہمیشہ خوش رہنے اور زندہ دلی کا مظاہرہ کرنے کو شہزاد نے ترجیح دی تھی؟ یہی وجہ تھی کہ شہزاد کو کافی عزّت وشہرت حاصل تھی؟ لیکن وہ اپنے کرب کا اظہار کسی پر کرنا نہیں چاہتا تھا؟ کہ دنیا ہمدردی کی اداکاری کرتے ہوئے اپنا دکھڑا تو سُن لے گی مگر پیٹھ پیچھے ہنس ہنس کر مذاق اڑائے گی؟ اور اپنے وجود کو بدنامی اور رسوائی سے منسلک کر دے گی؟ ان ہی تخیّلاتی وجود کی بنیاد پر اس نے اپنے من میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی جنگ آپ لڑے گا؟ یہ ایک سرد جنگ ہی تو تھی؟ ایک ایسی جنگ جس میں نہ بندوق کا استعمال تھا نہ ہی گولہ بارود کا؟ نہ کوئی شور و غل نہ ہنگامہ نہ کہیں لاشوں کی نمائش نہ کوئی تباہی و بربادی کے منظر؟ یہ ایک سرد جنگ ہی تو تھی کہ جس میں سب کچھ بڑی خاموشی سے ہو رہا تھا؟ انسان کو اندر ہی اندر ان تمام تکالیف سے جوجھنا پڑتا تھا؟ وہ اپنا دکھڑا کسی کو بیان نہیں کر سکتا؟ عدالتوں کی طویل تاریخوں کا سلسلہ؟ ان تاریخوں پر عدالتوں میں حاضری کے لیے مسافرت کی کربناک اذیتیں؟ ایک شریف النفس کے لیے مخالف وکیل کی بے دریغ دروغ گوئیاں؟ واپس اپنی ڈیوٹی پر وقتِ مقرّرہ پر پہنچنے کے جتن؟ دراصل یہ ایک سرد جنگ ہی تو تھی؟ جو شہزاد کے حصے میں آئی تھی؟ مگر اسے یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ یہ منصوبہ بندی پر مشتمل ایک چکرویو بنایا گیا ہے؟ جس سے اسے نکلنا ناممکن سا لگ رہا تھا؟ یقیناً اس منصوبے کے پس پردہ تجربہ کار کہنہ مشق پروین کے اسلاف ہی تھے؟ اسے کبھی کبھی لگنے لگا تھا کہ وہ آیا اس چکرویو سے نکل سکے گا بھی یا نہیں؟

پروین پر شہزاد کو اعتماد تھا؟ کیونکہ آٹھ سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا ایک دوسرے کے ساتھ دکھ سکھ بانٹتے ہوئے دونوں کا جسمانی ہی نہیں روحانی رشتہ بھی ہو چکا تھا؟ مگر شاید اپنی کم عمری اور لاابالی مزاج کے سبب اس نے ذرّوں کو پہاڑ بنا کر پیش کیا تھا؟ اپنے اسلاف میں نفرت کے بیج بوئے تھے شہزاد کے خلاف؟ پروین کی ماں تخریبی مزاج کی حامل تھی؟ ذرا سی چنگاری کو آگ بنتے دیر نہ لگی؟ اس بھڑکتی ہوئی آگ میں شہزاد جل رہا تھا؟ مگر اس کا جلنا کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا؟ اور شہزاد بھی یہی چاہتا تھا؟ وہ اپنی بیوی بچّوں کی

جدائی میں جل رہا تھا؟ جدائی کی آگ اس کے احساسات کو مسلسل جلا رہی تھی؟ جس طرح سونا تپ کر کندن بن جاتا ہے اسی طرح شہزاد تپ کر کندن کا روپ اختیار کر چکا تھا؟ یہی وجہ تھی کہ اب اسے اپنی صداقت پر قائم رہ کر فتح پانے کی دھن سوار ہو چکی تھی؟ بلکہ یہ دھن جنون میں تبدیل ہو چکی تھی؟

(جاری)

قسط نمبر:10

شہزاد کے اسٹاف میں ایک نیا ساتھی ٹیچر توقیر ٹرانسفر ہوکر آیا تب تمام ٹیچرز میں توقیر نے شہزاد کی جانب اپنی توجہ مبذول کرلی۔ اور یہ توجہ اس قدر شدید ہوئی کہ گہری دوستی میں تبدیل ہوگئی۔

شہزاد کو بھی توقیر میں اپنا پن دکھائی دیا۔ شہزاد اندر سے بھرا ہوا تھا۔جلد ہی بے تکلفی میں اضافہ ہوا تو شہزاد کے روبرو توقیر نے اپنے غموں کے جام چھلکا دیے۔فطری طور پر شہزاد بھی اپنے جذبات کے بادلوں سے غموں کی برسات کو روک نہ پایا۔اور مختصراً اپنی حیات کی کہانی جو انتشاری صورت اختیار کرچکی تھی، بیان کردی۔توقیر یہ کہانی سن کر نمدیدہ ہوگیا۔اور دوسرے ہی دن شہزاد اپنی تاریخ کے لیے روانہ ہورہا تھا۔تب توقیر بھی ساتھ ہولیا۔ دونوں مسافرت کی اذیتیں برداشت کرتے ہوئے اپنے وطن پہنچے جہاں چند گھنٹے گزارنے کے بعد پروین کے شہر عدالت میں حاضری کے لیے پہنچے۔شہزاد آج پھر اپنے دل میں آس لیے ہوئے تھا کہ پروین شاہد بچوں کو لائے گی اور وہ ان سے دل کھول کے ملاقات کرے گا۔ان کے ساتھ خوشیوں کے پل گزارے گا۔ساتھ ہی انہیں مختلف تحفے بھی دے گا۔یہی سوچ کر مختلف تحفے بھی اس نے خرید لیے تھے۔توقیر شہزاد کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے اسے تسلی دیتا رہا اور اچھے مشورے بھی دیے تھے۔کیونکہ توقیر نے فائنل یہ بھی پوچھا تھا۔"شہزاد کیا پروین بھابھی کے ساتھ خوشی سے رہنے کو آپ تیار ہو۔"

شہزاد نے کہا تھا"بالکل توقیر بھائی، بچوں کا مستقبل داؤ پر لگا ہے ان کے مستقبل کو سنوارنے کے لیے مجھے پروین سے سمجھوتہ کرنا لازمی ہے۔"

یہ سن کر توقیر نے شہزاد اور پروین کو آپس میں ملانے کے لیے بہترین مشورے دیے تھے اور اس کے ساتھ تاریخ پر چلا بھی آیا تھا۔توقیر کی یہ ہمدردی اور دلچسپی نیک دلی کی علامت قرار دی جاسکتی تھی۔ شہزاد بے شمار سپنے لیے جب عدالت میں حاضر ہوا تو اسے مایوسی ہی ہاتھ آئی۔ یعنی پروین اس تاریخ پر حاضر ہی نہ ہوئی جبکہ وہ یہ اہم تاریخ تھی جس تاریخ پر پروین کو بچوں سمیت حاضر ہونے کا حکم اور آدیش دیا گیا تھا۔ مگر اس آدیش کا ولنگن (حکم عدولی) بھی پروین نے حاضر نہ ہوکر کی تھی . کافی انتظار کے بعد شہزاد کو کسی نے مشورہ دیا کہ آپ خان اکبر وکیل سے ملاقات کیجئے۔تاکہ وہ آپ کی کچھ مدد کریں۔ اکبر خان وکیل پروین کے وکیل نظام جمدار کے دوست بتائے گئے۔سو شہزاد اور توقیر بتائے ہوئے پتے پر جب پہنچنے سے پہلے فون پر گفتگو کرنے لگے تو اکبر خان وکیل نے دونوں کو اپنے گھر پر بلوالیا۔شہزاد اور توقیر بذریعہ ٹیکسی اس پتے پر پہنچے۔فلیٹ کا بٹن دبایا گیا، دروازہ کھلا۔سامنے اکبر خان وکیل نے گرمجوشی سے دونوں کا استقبال کیا۔اور اندر تشریف فرما

ہونے کی گزارش کی دونوں صوفے پر براجمان ہوئے۔تب چائے کی پیشکش کے بعد چائے کے پیالے سے چسکیاں لیتے ہوئے گفتگو کا اغاز ہوا۔اکبر خان وکیل سے شہزاد نے پروین کو اپنے ساتھ لے جانے اور بچوں سے بے پناہ محبت وعقیدت کا اظہار فرمایا۔ایڈوکیٹ اکبر خان نے شہزاد کی جذباتی گفتگو سن کر کہا" شہزاد میاں! آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ پر اسے کیا کیا جائے کہ آپ کی بیوی پروین آپ کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔" شہزاد نے بے ساختہ کہا"" لیکن اکبر صاحب اس نے اپنے اپلیکیشن میں یہ لکھا ہے کہ میرے شوہر مجھے نہیں لے جاتے میرا خیال نہیں رکھتے جبکہ میں جانا چاہتی ہوں". اکبر وکیل نے کہا۔" شہزاد میاں! ایسا لکھا جاتا ہے یہ قانونی معاملہ ہے"."یعنی جو لکھا گیا ہے وہ غلط ہے یہ تو سراسر فریب ہے دھوکہ ہے قانون کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہیں". شہزاد نے کہا تھا" .

دراصل ایسا لکھا جاتا ہے" وکیل اکبر خان نے کہا۔

شہزاد نے کہا" لیکن کیوں!؟؟"

اکبر خان وکیل نے کہا کیونکہ آپ کو ہریش کر کے مات دی جاسکے۔یہ قانونی پیچ وخم اور ایک قسم کا حربہ ہی ہے۔" شہزاد نے کہا" تو وہ حقیقتا میرے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی". اکبر وکیل نے کہا" ایسا ہی سمجھ لو۔" شہزاد نے کہا" تو صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتی اور صاف صاف کیوں نہیں لکھ دیتی۔" اکبر وکیل نے کہا" اگر صاف صاف کہہ دے گی یا لکھ دے گی تو ان کا مقصد کیسے مکمل ہوگا". شہزاد نے کہا" مطلب؟" اکبر خان نے کہا" مطلب بالکل صاف ہے۔آپ اگر چاہو تو میں آپ کے اور ان کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کر سکتا ہوں۔یعنی آپ نے تو سوچ رکھا ہوگا کہ کتنا خرچ ہوگا۔دیکھیے یہ کیسز کئی سالوں تک چلتے ہیں۔آپ اپنے آنے جانے اور وکیل کی فیس اگر جوڑتے ہیں۔تو کافی نقصان میں رہوگے اور اگر آپ ان تمام نقصانات سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو ساڑھے تین لاکھ روپے تیار رکھیے۔آپ کو مسافرت کی اذیت اور تاریخ در تاریخ حاضر ہونے کی پریشانی سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔" شہزاد اس سے پہلے کہ کچھ صفائی دیتا توقیر جو ساری گفتگو سن رہا تھا اور اپنی چائے ختم کر چکا تھا۔اپنے پیالے کو ٹیبل پر رکھتا ہوا بولا" ٹھیک ہے . وکیل صاحب تو آپ کس طرح یہ معاملہ حل کر سکتے ہیں؟ کیا آپ کے ان کے تعلقات ہیں؟" اکبر خان نے کہا" ہاں نظام جامعدار میرے دوست ہیں . میں ان سے گفتگو کروں گا تاکہ اپ کا معاملہ حل ہو سکے. شہزاد بولا لیکن میرے پاس روپیہ بالکل نہیں ہے . اور نہ ہی میں اپنی بیوی بچوں کو خود سے جدا کرنا چاہتا ہوں . ایڈوکیٹ اکبر نے کہا کچھ تو رقم آپ نے اب تک اکٹھا کی ہوگی۔" شہزاد بولا" نہیں بالکل نہیں . میں نے کوئی رقم اکٹھا نہیں کی . سوری"..... توقیر نے کھڑے ہوتے ہوئے شہزاد کو اشارہ کیا اور ایڈوکیٹ اکبر خان سے ہاتھ ملاتے ہوئے شکریہ ادا کیا شہزاد نے بھی کہا" بہت شکریہ! آپ نے ہماری رہنمائی فرمائی اب آپ سے دعا کی درخواست کی جاتی ہے کہ یہ گھر بکھرنے نہ پائے اور بچوں کا مستقبل بگڑنے نہ پائے انشائاللہ مجھے کسی صورت بھی طلاق نہیں دینا ہے۔بلکہ سنسار کرنا ہے۔" ایڈوکیٹ خان نے تقریباً شب ساڑھے گیارہ بجے اپنے مایوس چہرے پر مصنوعی تبسم سجاتے ہوئے توقیر اور شہزاد کو رخصت کر دیا۔

قسط نمبر: 11

شہزاد اور توقیر فلیٹ سے باہر نکل کر سڑک پر آئے ٹیکسی میں بیٹھے تب توقیر نے کہا

"دوست شہزاد! معاملہ میری سمجھ میں تقریبا آ رہا ہے۔ یہ ایک "ریکٹ" ہے؟۔ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ یہ لوگ کام کر رہے ہیں۔"

شہزاد بولا" کیا کہہ رہے ہو توقیر سر. لیکن میں تو اب بھی سمجھ نہ سکا". توقیر نے کہا یہ وکیل اکبر خان کا کانٹیکٹ تمہیں کس نے دیا تھا . شہزاد نے غور کیا اور کہا. ان کا رابطہ کروانے والے ایک ریٹائرڈ ہیڈ اور ان کے دوست جو بزنس مین ہیں . وہ تھے". توقیر نے فضا میں گھورتے ہوئے کہا" وہ دونوں بھی اس ریکٹ کا حصہ ہیں".

" کیا کہہ رہے ہو سر!" شہزاد نے کہا تھا۔" ہاں کیونکہ منظر نامہ بالکل صاف ہو رہا ہے . پہلے میرے لیے مدھم تھا . کڑی سے کڑی ملتی جا رہی ہے . سوچتا ہوں , یہ لالچ بھی انسان سے کیا کچھ کرواتی رہتی ہے". شہزاد نے مکمل بیداری سے کہا۔"" لیکن ان لوگوں میں انسانیت نام کی کوئی چیز ہے کہ نہیں . نہ ہی اچھے برے کی کوئی تمیز۔ پنج وقتہ نمازی بھی ہیں۔ شریف النفسی اور بزرگی کا اظہار کرنے والی داڑھیاں بھی ہیں۔ مگر عمل اس قدر برخلاف۔۔۔" "شہزاد" ..... سر انسان خیر و شر کا مجموعہ ہے . خیر غالب اتا ہے تو, خیریت . اور شر غالب آ جائے تو شر انگیزی۔" توقیر نے کہا تھا . شہزاد نے کہا" لیکن مجھے تو ان کے دوہرے رویے اور منافقت پر تعجب ہے؟ آپ کا متعجب ہونا بالکل فطری ہے سر۔ کیونکہ آپ نے کبھی ایسا ماحول دیکھے نہیں۔ آپ ایسے داؤ پیچ اور پیچیدگیوں سے نبرد آزما بھی نہیں ہوئے۔" شہزاد نے کہا لیکن سر اپ کو اتنا تجربہ اور معاملہ فہمی یا دور اندیشی کس طرح میسر آئی۔" توقیر سر نے کہا" دراصل میرے پھوپھا جج ہے۔ اور بچپن سے مجھے اس قسم کا ماحول نصیب ہوا۔ کہ انسانی اچھے برے رویوں سے واقف ہوتا رہا۔"" اوہ اچھا اچھا مطلب بچپن سے ذہنی تربیت جو حاصل ہوئی وہ خاندانی ماحول کی تربیت کا نتیجہ ہے". شہزاد نے کہا تھا۔ توقیر نے کہا" بالکل سر ایسا ہی سمجھ لو. انسانی ذہنی تربیت میں اس کے اپنے ماحول کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے . جیسا ماحول بچپن کے کچے ذہن پر اثر انداز ہوگا . ویسا ہی اثر مرتب ہوگا۔ اب وہ اچھا ہو یا برا سب ماحول پر منحصر ہے۔"
شہزاد:" توقیر سر صحیح فرما رہے ہیں آپ۔" ٹیکسی کے پہیے چر چرائے۔ غالبا ڈرائیور نے بریک لگائے تھے۔ اور کہا تھا۔" لیجئے اپ کا اسٹاپ اگیا ہے۔" دونوں ٹیکسی سے باہر آئے۔ شہزاد نے بل ادا کیا اور دونوں آگے ریلوے اسٹیشن کے گیٹ سے ریلوے اسٹیشن میں داخل ہونے لگے۔ اردگرد معمول کے مطابق مسافروں کی چہل پہل موجود تھی۔ فضاؤں میں ٹرینوں کے آنے جانے کے اعلانات گونجتے ہوئے آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ شہزاد نے انکوائری کیبن سے ٹرین کا ٹائم ٹیبل معلوم کر لیا۔ اور دونوں دوسرے پلیٹ فارم کی جانب نکل پڑے۔

قسط نمبر:12

عدالت کی عمارت کے باہر ہجوم بدستور جمع تھا۔ پروین کی آنکھیں اس ہجوم سے بھی پرے، وقت کی دھند میں کسی ایسی امید کو تلاش کر رہی تھیں جو شاید وجود سے آگے، خواب کی کسی دہلیز پر جنم لیتی ہے۔ اس کی انگلیاں کپکپا رہی تھیں۔ فیصلے کا دن تھا۔ وہ دن جس نے پچھلے کئی ماہ سے اس کے سینے میں انگارے بھڑکائے تھے۔

جج صاحب نے چیمبر سے نکل کر کورٹ روم کی طرف قدم بڑھائے۔ شہزاد، جو اپنی نشست پر خاموشی سے بیٹھا تھا، اب ایک عجیب سے وقار اور یقین کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر وہی عزم تھا جو صداقت سے جنم لیتا ہے، جو جھوٹ کے ایوانوں کو ہلا دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

مصدّق کی گواہی کے بعد، ماحول مکمل بدل چکا تھا۔ وہ گواہی جس نے شہزاد کے خلاف کھڑی دیوار میں دراڑ ڈال دی تھی۔ اب عدالت کے کمرے میں صرف الفاظ کی بازگشت نہیں، سچائی کی دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔

پروین کے دل میں ایک کشمکش چل رہی تھی۔ " کیا وہ اتنی آسانی سے سب کچھ بھول جائے گی؟" وہ سوال جو صرف عقل نہیں، دل سے بھی پوچھا جا رہا تھا۔

فیصلے سے پہلے عدالت میں لمحہ بھر کی خاموشی چھا گئی۔ وہ خاموشی جو طوفان سے پہلے کی ہوا کی مانند ہوتی ہے — سانسیں ساکت، نظریں جمی ہوئی، اور دل دھڑکنے سے انکار پر آمادہ۔

جج صاحب کی آواز گونجی:
"عدالت تمام شہادتوں، شواہد، اور گواہوں کے بیانات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ملزم شہزاد کے خلاف جو الزامات عائد کیے گئے، وہ مکمل طور پر ثابت نہیں کیے جا سکے۔ عدالت ملزم کو بری کرتی ہے۔"

کورٹ روم میں جیسے سکون کا ایک بادل ٹوٹ پڑا۔ شہزاد نے گہرا سانس لیا، اور پروین کی طرف ایک نظر ڈالی — وہ نظر جس میں کوئی فتح یا خوشی نہ تھی، بس ایک اطمینان تھا، ایک سوال کے جواب کی مانند، جو برسوں سے اس کی روح کو جھنجھوڑتا رہا تھا۔

پروین ساکت کھڑی رہی۔ اس کی آنکھیں نم تھیں، مگر وہ آنسو نفرت کے نہیں تھے، وہ شکست کے نہیں تھے، بلکہ ایک ایسے وجود کی اذیت کا اظہار تھے جو دھوکہ کھانے کے باوجود دھوکہ دینے والے کے سچ کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔

عدالت کے باہر کی دنیا نے جیسے نئی سانس لی۔ کیمرے، رپورٹر، شور، تجسس — سب کچھ ویسا ہی تھا۔ مگر شہزاد کے لیے، یہ دنیا نئی تھی۔ وہ شخص جو صرف اپنے سچ کی بنیاد پر لڑا، وہ آج آزاد تھا۔

لیکن کیا پروین آزاد تھی؟

شاید نہیں۔ کیونکہ اس کے اندر ایک نیا سوال جنم لے چکا تھا:
"اگر وہ سچ کہتا رہا، تو میں جھوٹ پر کب تک یقین کرتی رہی؟ اور کیوں؟"

(جاری ہے۔۔۔)

قسط نمبر:13

عدالت کا فیصلہ آئے دو روز گزر چکے تھے، لیکن پروین کے دل میں گونجتی صدائیں خاموش نہ ہو سکیں۔ ماں کے چہرے پر اطمینان کی وہ پرچھائیاں اب شک کی دھند میں گم ہو چکی تھیں۔

پروین اپنی چھت پر بیٹھی آسمان کو تک رہی تھی۔ وہی آسمان جو کبھی اس کے خوابوں کا گواہ تھا، آج اس کی ندامت کا آئینہ بن گیا تھا۔

" کیا میں واقعی اتنی کچّی کان کی تھی کہ ماں کی ہر بات کو حرفِ آخر مان لیا؟"
وہ دل ہی دل میں خود سے سوال کر رہی تھی، اور جواب میں ہوا خاموشی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی۔

نیچے، کمرے میں، ماں اپنی چادر کو درست کرتے ہوئے آئینے میں خود کو دیکھ رہی تھی۔ مگر آئینہ اس کے چہرے پر پھیلے فریب کو چھپا نہ سکا۔
"تمہارے لیے جو کچھ کیا، اچھے کے لیے کیا!" وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔
لیکن اسے خود بھی اس جملے کی کھوکھلاہٹ کا احساس تھا۔

اسی لمحے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ پروین نے نیچے جھانکا، باہر شہزاد کھڑا تھا۔ ہاتھ میں کوئی کاغذ تھا، اور چہرے پر وہی ٹھہرا ہوا سکون —— جو صبر اور سچائی کی ریاضت سے حاصل ہوتا ہے۔

پروین نیچے اتری، لیکن قدم بوجھل تھے۔ دروازہ کھولتے وقت دل نے ایک آخری بار روکا، "اگر وہ کچھ اور کہہ گیا تو؟" مگر اگلے لمحے دروازہ کھل چکا تھا۔

شہزاد نے نگاہ اٹھائی اور دھیرے سے کہا:
"یہ عدالت کی نقل ہے... تمہارے لیے۔ تاکہ تم خود پڑھ سکو، جو کچھ کہا گیا... اور جو کچھ ثابت ہوا۔"

پروین نے کاغذ پکڑا، مگر نگاہیں اس کے چہرے سے نہ ہٹیں۔
"شہزاد، اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو شاید میں کبھی معاف نہ کرتی۔"

شہزاد ہلکا سا مسکرایا،
"پروین، معاف کرنا میرے لیے اتنا مشکل نہیں تھا، جتنا اپنی بے گناہی پر ثابت قدم رہنا۔ تم چاہو تو ہم دوبارہ سے، ایک نئی بنیاد پر"...
اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

پروین نے کچھ نہیں کہا۔ صرف دروازہ بند کرلیا، مگر کاغذ سینے سے لگالیا۔

اندر، ماں سب کچھ سن چکی تھی۔ وہ اب بےچینی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔
"یہ لڑکی اگر واپس اس کی طرف گئی، تو میرے سارے ارمان خاک میں مل جائیں گے!"
اس کی نظریں دیوار پر لٹکی تصویر پر جا ٹکیں — پروین کے باپ کی تصویر، جو کبھی اس کے ضمیر کی عدالت میں سچ کا پہلا گواہ تھا۔

اگلے دن پروین اکیلی عدالت پہنچی۔ اس نے ہر صفحہ پڑھا، ہر سطر کو محسوس کیا۔ جب باہر نکلی، تو سورج پوری شدت سے چمک رہا تھا، جیسے سچائی نے خود اس کے وجود پر اجالا بکھیر دیا ہو۔

لیکن یہ اجالا کب تک قائم رہے گا؟
کیا ماں چپ بیٹھے گی؟
کیا پروین واقعی شہزاد کو پھر سے اپنائے گی؟
یا یہ کہانی کسی نئے موڑ پر جا پہنچے گی؟

(جاری ہے...)

قسط نمبر: 14

پروین کے دل میں ہلکی سی روشنی پھوٹی تھی—ایک ایسی روشنی جو سچائی کے لمس سے جنم لیتی ہے۔عدالت سے واپس آ کر وہ خاموشی سے کمرے میں بیٹھی رہی۔اس کی آنکھوں میں وہ تمام جملے گونج رہے تھے جو شہزاد نے عدالت میں کہے تھے، اور وہ لمحے بھی جب ماں نے اسے روتے ہوئے اپنی جھوٹی قسموں کے تلے شہزاد سے دور کیا تھا۔

پروین کے لیے یہ وقت اپنے اندر کی لڑائی سے گزرنے کا تھا۔

مگر ماں؟
ماں تو اب نئی چال کے لیے پر تول چکی تھی۔

ماں نے خفیہ طور پر خالد کو بلایا، جو کسی زمانے میں محلے کا رسوائے زمانہ کردار تھا— چھوٹے موٹے فراڈ، جھوٹے گواہ، اور اوچھے ہتھکنڈوں میں ماہر۔

"خالد، مجھے شہزاد کو اس شہر سے، بلکہ پروین کی زندگی سے نکال باہر کرنا ہے۔وہ جو کاغذوں میں جیتا ہے، میں اسے زندگی کے اصل کھیل میں ہرا دوں گی!"
ماں نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کہا۔

خالد ہنسا،
"بی بی جی، شہزاد کو بدنام کرنا ہو یا کسی نئے مقدمے میں پھنسانا، آپ بس حکم کریں۔ثبوت بھی ہم خود بناتے ہیں، گواہ بھی ہم خود کھڑے کرتے ہیں۔"

ماں نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"بس یہ کام خاموشی سے ہونا چاہیے۔ پروین کو بھنک بھی نہیں لگنی چاہیے۔"

☆☆☆

دوسری طرف شہزاد نے دوبارہ اپنی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ اس کی طبیعت میں اب ٹھہراؤ آ چکا تھا، اور وہ عدالتی جیت کو کوئی ذاتی فتح نہیں سمجھتا تھا— بلکہ وہ پروین کی سچائی کو اس کے دل میں جگانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

اس شام، جب وہ لائبریری سے لوٹا تو دیکھا کہ دروازے پر ایک نامعلوم لفافہ رکھا تھا۔

اس نے جیسے ہی لفافہ کھولا، اندر ایک تصویر تھی— اس کی اور ایک انجان عورت کی تصویر، کسی ہوٹل کے کمرے میں۔ ساتھ میں ایک نوٹ:

"پروین تک یہ پہنچنے سے پہلے ہی شہر چھوڑ دو، ورنہ تمہارا کردار ہمیشہ کے لیے خاک میں مل جائے گا۔"

شہزاد کا دل دھک سے رہ گیا۔

یہ تصویر جعلی تھی، لیکن بہت ہوشیاری سے بنائی گئی تھی۔

وہ سمجھ گیا تھا— یہ ماں کی نئی چال ہے۔

لیکن اس بار وہ خاموش رہنے والا نہ تھا۔

☆☆☆

پروین اپنی کتابوں میں گم تھی جب شہزاد نے اسے فون کیا۔

"پروین، تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ مگر اس بار کسی چور دروازے سے نہیں، بلکہ تمہارے یقین کے دروازے پر دستک دینی ہے۔"

پروین نے لمحے بھر سوچا، پھر کہا،

" کل صبح دس بجے پارک میں ملتے ہیں۔"

اگلے دن، پارک میں ہوا میں نمی تھی، اور فضا میں ایک خاص سنجیدگی۔ شہزاد نے تصویر نکالی اور پروین کو دی۔
پروین کے ہاتھ کپکپا گئے۔

"یہ کیا ہے؟"
"ایک جھوٹ... جو تم تک پہنچنے سے پہلے میں روکنا چاہتا ہوں۔"
شہزاد نے دھیرے سے کہا۔

پروین کی آنکھوں میں آنسو تھے، لیکن چہرے پر اب اعتماد بھی جھلک رہا تھا۔
"مجھے اب سچ اور جھوٹ میں فرق کرنا آ گیا ہے، شہزاد۔ ماں کی آنکھوں میں جو چمک تھی، وہ اب مجھے زہر لگتی ہے۔"

شہزاد نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔
یہ خاموشی محبت کی گواہی بن چکی تھی۔

لیکن یہ معاملہ اب ذاتی نہ رہا تھا— اب یہ لڑائی کردار کے تحفظ کی، سچائی کے دفاع کی، اور ماں کی فریب زدہ چالوں کو بےنقاب کرنے کی جنگ بن چکی تھی۔

قسط نمبر:15

ماں نے جب خالد سے خبر سنی کہ شہزاد نے تصویر پروین کو دکھا دی ہے، تو اس کے چہرے پر لمحے بھر کے لیے گھبراہٹ ابھری، مگر فوراً ہی وہ ایک زہریلی مسکراہٹ میں بدل گئی۔

"تصویر سے کچھ نہیں ہوا؟ اچھا... تو اب کچھ اور سوچنا ہوگا۔"
ماں نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے کو بغور دیکھا۔
"اس چہرے پر ابھی بہت کھیل باقی ہیں۔"

اس رات وہ پروین کے کمرے میں داخل ہوئی، نرم لہجے میں، ہمدردی کی مصنوعی چادر اوڑھے۔
"بیٹی، میں جانتی ہوں کہ تمہیں لگتا ہے میں تمہارے خلاف ہوں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ میں صرف تمہیں محفوظ دیکھنا چاہتی ہوں۔ شہزاد ایک جیتا جاگتا دھوکہ ہے۔"

پروین نے آنکھیں جھکائے بس اتنا کہا،
"اگر وہ دھوکہ ہوتا، تو سچ چھپاتا، مجھے تصویر نہ دکھاتا۔"

ماں کے چہرے پر لمحہ بھر کو سکوت چھا گیا۔ پھر وہ پیچھے ہٹی، جیسے اندر ہی اندر کوئی نیا منصوبہ تیار کر رہی ہو۔

☆☆☆

اگلے دن ماں نے شہر کے ایک پرانے رپورٹر کو بلایا۔ نام تھا وسیم "کلمہ گو"۔
وہ جانتا تھا کب سچ کو جھوٹ میں بدلنا ہے، اور جھوٹ کو سنسنی خیز خبر بنا کر بیچنا ہے۔

"وسیم بھائی، مجھے ایک خبر چھپوانی ہے— شہزاد کی پرانی محبوبہ کے ساتھ خفیہ ملاقاتوں کی کہانی۔ نام بدل دینا، مگر اشارے اتنے واضح رکھنا کہ ہر پڑھنے والا سمجھے شہزاد ہی مراد ہے۔"

ماں نے نوٹوں کی ایک گڈی اس کے ہاتھ میں تھمائی۔

وسیم ہنسا،

"بی بی جی، یہ تو معمولی بات ہے۔ صبح کے اخبار میں تمہاری کہانی چمک رہی ہوگی!"

☆☆☆

دوسری طرف شہزاد نے معاملہ قانونی سطح پر لے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اس نے وہ تصویر اور دھمکی آمیز نوٹ کے ساتھ ایک درخواست تیار کی اور وکیل کے پاس لے گیا۔

"اب وہ صرف میری ذات پر وار نہیں کر رہیں، بلکہ میرے کردار اور میرے مستقبل پر وار ہو رہا ہے۔"

شہزاد نے وکیل سے کہا۔

"مجھے عدالتی حکم چاہیے کہ اس سازش کی تہہ تک پہنچا جائے۔"

وکیل نے ہامی بھر لی۔

"یہ مقدمہ صرف دفاع کا نہیں، اب ایک ایسا کیس ہوگا جو جھوٹ کے خلاف کھلا چارج شیٹ بنے گا۔"

☆☆☆

صبح کا اخبار آیا— پروین کے دروازے پر۔

ہیڈ لائن تھی:

"تعلیم کا علمبردار، کردار کا قاتل؟"

ساتھ میں ایک مبہم تصویر، اور ایک "نامعلوم" خاتون کا بیان۔

پروین کے ہاتھوں میں اخبار لرزنے لگا۔
ماں کمرے کے دروازے پر کھڑی ہنسی دبائے تماشا دیکھ رہی تھی۔

پروین نے نظریں اٹھا کر کہا:
"یہ آخری موقع ہے ماں، سچ بول دو۔ یہ تمہاری چال ہے، یا قسمت کا کھیل؟"

ماں کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ اور آنکھوں میں فتح کا غرور تھا۔
"جنگ صرف میدان میں نہیں، دلوں میں بھی جیتی جاتی ہے، پروین۔ اور میں وہ ماں ہوں جو ہارنا نہیں جانتی۔"

پروین نے چپ چاپ اخبار میز پر رکھا، اور ایک فیصلہ کن انداز میں بولی:
"اب لڑائی میں لڑوں گی ماں، لیکن بیٹی بن کر نہیں — ایک عورت بن کر، جو سچ کی گواہی دے گی، چاہے اس کی قیمت ماں کی محبت ہی کیوں نہ ہو!"

قسط نمبر: 16

پروین نے ماں کے چہرے پر آخری بار نظر ڈالی۔ وہ چہرہ جو برسوں تک شفقت کا نقاب پہنے رہا، آج ننگا ہو چکا تھا— نفرت، سازش، اور انا کی جھریوں سے اَٹا ہوا۔

پروین نے خود سے عہد کیا:
"یہ لڑائی میں اکیلے ہی لڑوں گی، لیکن اب جھکوں گی نہیں۔"

☆☆☆

شہزاد کی دائر کردہ قانونی درخواست عدالت میں سماعت کے لیے منظور ہو چکی تھی۔
مصدق اور دیگر گواہوں کے بیانات پہلے ہی عدالت میں جمع ہو چکے تھے۔ لیکن سب سے بڑی گواہی اب پروین کے ہاتھ میں تھی۔

پروین نے شہزاد سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، اور پہلی بار تنہا اس کے سامنے آئی۔
اس کے ہاتھ میں وہ اخبار تھا، جس میں جھوٹ کا طوفان بپا کیا گیا تھا۔

"یہ سب میری ماں نے کروایا، شہزاد"...
پروین کی آواز میں لرزش تھی، مگر آنکھوں میں عزم تھا۔
"میں جانتی ہوں تم بے قصور ہو۔ اب تمہارے ساتھ کھڑی ہوں۔"

شہزاد کی آنکھوں میں نمی ابھری۔
"سچ کی راہ میں دیر ضرور لگتی ہے پروین، مگر سچ آنے سے روشنی ضرور ہوتی ہے۔"

دونوں نے عدالت میں ایک مشترکہ بیان دینے کا فیصلہ کیا۔
شہزاد کی وکیل نے اس بیان کو حلفیہ شہادت میں تبدیل کروایا، اور پروین نے قسم کھا کر عدالت میں کہا:
"میری ماں نے جھوٹے شواہد، میڈیا کی مدد، اور مجھ پر نفسیاتی دباؤ ڈال کر مجھے شہزاد کے خلاف کرنے کی کوشش کی۔ مگر اب میں سچ کی گواہی دیتی ہوں۔"

عدالت میں سناٹا چھا گیا۔
ماں کے چہرے پر پہلی بار ہوائیاں اڑنے لگیں۔
خالد، جو اب تک سازشی کھیل کا آلہ کار تھا، عدالت میں بلایا گیا۔

جج نے سوال کیا:
" کیا آپ اعتراف کرتے ہیں کہ شہزاد کو بدنام کرنے کے لیے من گھڑت تصویر اور جھوٹا مواد میڈیا میں پھیلایا گیا؟"

خالد نے نظر نیچی کرتے ہوئے کہا:
"جی ہاں... میں نے وہ سب کیا، ماں کے کہنے پر... میں معافی چاہتا ہوں۔"

☆☆☆

ماں اب تنہا رہ گئی تھی۔
عدالت نے اس کے خلاف ہتک عزت، جھوٹی سازش اور ذہنی اذیت کے تحت مقدمہ درج کرنے کا حکم دیا۔

لیکن شہزاد نے عدالت کے باہر ایک بیان دیا:
"میں بدلہ نہیں چاہتا، میں بس سچ چاہتا تھا۔ وہ سچ جو پروین نے اپنے حلف سے ثابت کر دیا۔"

پروین نے اس کے شانہ بہ شانہ کھڑے ہو کر میڈیا کے سوالات کے جواب دیے:
"عورت صرف کچّے کان کی نہیں ہوتی، وہ جب فیصلہ کر لے، تو سب سے مضبوط گواہی بھی بن جاتی ہے۔"

☆☆☆

ماں اب گھر کے ایک کمرے میں قید تھی، مگر یہ قید قانون کی نہیں، ضمیر کی تھی۔

آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے اس نے آہستہ کہا:
"میں نے اپنی بیٹی کو کھو دیا... اور خود کو بھی"...

☆☆☆

قسط نمبر 17

عدالت کی گھنٹی بجی تھی، لیکن کسی کے دل میں جشن کی کوئی صدا نہ تھی۔ سچائی کا پہلا سورج طلوع ضرور ہوا تھا، مگر اس کی روشنی سے کچھ آنکھیں خیرہ ہو چکی تھیں... اور کچھ ضمیر جاگنے سے پہلے ہی اندھے پن کا شکار ہو چکے تھے۔

شہزاد خاموش تھا۔
پروین بول رہی تھی، لیکن آہستہ، جیسے اندر کہیں کچھ اور کہنا چاہتی ہو، مگر زبان بند ہو۔

اور ماں؟
ماں... وہ جو کل تک ہر موڑ پر بچھاتی تھی چالیں، آج خاموشی کی چادر اوڑھے بیٹھی تھی۔

کمرے کا پنکھا چل رہا تھا، مگر کمرے میں گھٹن تھی۔

ماں کی آنکھوں میں پہلی بار ویرانی تھی — نہ آنسو، نہ شرمندگی، بس خالی پن۔

پروین اُس کے پاس گئی۔
"امی، کچھ تو بولیے۔"

ماں نے دیکھا، جیسے برسوں پرانا کوئی خواب یاد آیا ہو۔

"پروین... کیا تم سمجھتی ہو کہ یہ سب بس میرے ہاتھوں ہوا؟ کیا تم جانتی ہو کہ میں نے کیوں سازشیں کیں؟"

پروین خاموش رہی۔

ماں نے پہلی بار سوال نہیں، انکشاف کیا:
"جس دن تم پیدا ہوئیں، تمہارا باپ تمہیں چھوڑ گیا تھا... صرف اس لیے کہ بیٹی ہوئی۔ میں نے زندگی بھر یہ بوجھ تم پر نہیں آنے دیا۔ لیکن جب تم نے شہزاد جیسے مرد پر بھروسا کیا، مجھے اپنا باپ یاد آیا"...

پروین کو پہلی بار احساس ہوا کہ ماں کا غصہ شاید سازش سے زیادہ خوف پر مبنی تھا۔

"امی، تو کیا ہر رشتہ سزا بن جائے؟ آپ نے جو کیا، وہ غلط تھا... لیکن اگر آپ چاہیں، تو راستہ واپس بھی ہوتا ہے۔"

ماں نے نظریں چرا لیں۔

اسی رات ماں نے ایک خط لکھا۔
لیکن خط پروین کو نہیں ملا... بلکہ اگلے دن ایک اجنبی نے دروازے پر دستک دی۔

"میں ابرار ہوں... آپ کی ماں کا پرانا جاننے والا۔ انہوں نے مجھے بلایا تھا۔"

پروین چونکی۔
ابرار؟ کون؟ اور اب؟ کیوں؟

شہزاد کو جیسے کسی نئے طوفان کی آہٹ محسوس ہوئی۔

☆☆☆

ابرار بولا، "آپ کی ماں مجھ سے کچھ چھپاتی رہی ہیں۔ لیکن اب وہ کہتی ہیں، کہ وقت آ گیا ہے سچ کھولنے کا۔"

" کیسا سچ ؟" شہزاد نے پوچھا۔

ابرار نے جیب سے ایک پرانا لیٹر نکالا — ایک ایسا لیٹر جس پر مہر تھی "PSY Clinic Mumbai Confidential"۔

پروین کی سانسیں اٹک گئیں۔

"یہ آپ کی ماں کا دماغی علاج چالیس سال پہلے شروع ہوا تھا۔ وہ... وہ ایک شدید نفسیاتی دھچکے سے گزری تھیں۔"

اب سب کی نظریں ماں پر تھیں...
اور ماں اب بھی خاموش تھی۔

لیکن اس بار خاموشی بیبس نہیں تھی... شاید طوفان سے پہلے کا سکوت تھی۔

☆☆☆

قسط نمبر 18

پروین کے لیے یہ نام اجنبی تھا...
ابرار؟ ماں کا پرانا جاننے والا؟
یا پھر ماں کے ماضی کا کوئی چھپا ہوا راز؟

ابرار نے میز پر وہ لفافہ رکھا جس پر کلنک کی مہر تھی "PSY—-"Clinic Mumbai Confidential"
ماں اب بھی نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ جیسے وقت کی کسی اور دہائی میں پناہ لیے ہوئے ہو۔

پروین نے ہچکچاتے ہوئے لفافہ کھولا، اندر ایک میڈیکل رپورٹ تھی، جس پر لکھا تھا:

Patient Name: Safia BegumDiagnosis: Paranoia & Post Traumatic Disorder (PTSD)Recommended Therapy: Hypnosis + PsychotherapyNote: Needs long-term emotional safety and assurance

پروین کی پلکیں لرزنے لگیں۔
"امی... یہ کیا ہے؟ آپ نے کبھی ذکر کیوں نہ کیا؟"

ابرار نے نرمی سے کہا،
" کیونکہ وہ آپ سے نفرت نہیں کرتی تھیں، وہ صرف خوفزدہ تھیں۔ ماضی میں ان کے ساتھ ایسا کچھ ہوا تھا جو ایک ماں کو عورت بننے سے روک دیتا ہے، اور ایک عورت کو ماں بننے سے ڈرا دیتا ہے۔"

ماں کی زبان اب کپکپا رہی تھی، جیسے برسوں کی خاموشی چیخ میں بدلنے والی ہو۔

"ابرار... تو تم آ گئے؟ تم کیوں آئے ہو؟"
ماں کی آواز میں لرزش تھی۔

ابرار نے جواب نہیں دیا، بس اپنی نظریں ماں کی جھریوں میں چھپے کرب میں گم کر دی۔

شہزاد نے پہلو بدلا۔
"سچ بولنا اگر اتنا ہی ضروری تھا، تو آپ پہلے کیوں نہ آئے؟ جب یہ خاندان ٹوٹ رہا تھا، جب پروین عدالت میں ذلیل ہو رہی تھی؟"

ابرار نے پہلی بار شہزاد کو براہِ راست دیکھا۔

" کیونکہ سچ کی مہر بعض اوقات وقت کھولتا ہے، انسان نہیں۔ میں اُس وقت کچھ نہیں کر سکتا تھا، لیکن اب... شاید کر سکوں۔"

پروین نے سوال کیا،
" کیا آپ... میرے والد ہیں؟"

سوال جیسے کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر پلٹا۔

ابرار نے سر جھکا لیا۔

" نہیں، میں تمہارا باپ نہیں... لیکن تمہاری ماں نے جس شخص سے محبت کی تھی، اُس کا واحد گواہ میں ہوں۔ تمہارے باپ نے انہیں دھوکہ دیا، لیکن میں نے ہمیشہ انہیں عزت دی۔"

ماں کی آنکھوں میں اب کچھ نمی سی تھی۔

"ابرار... تمہیں نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں چاہتی تھی، میری بیٹی مجھے صرف سخت دیکھے، کمزور نہیں۔"

پروین نے ماں کا ہاتھ تھاما۔

"امی، اب دیر ہو چکی ہے۔ سچ کی دھوپ میں دیر تک چھاؤں نہیں رہتی۔ ہمیں اس سچ کو جینا ہے... برداشت کرنا ہے... اور اگر ممکن ہو، تو معاف بھی کرنا ہے۔"

ابرار نے ایک اور فائل نکالی۔

"یہ دوسری رپورٹ ہے، جس میں لکھا ہے کہ صفیہ بیگم اب مکمل طور پر صحت یاب ہیں... بس ایک چھوٹا سا عمل باقی ہے... 'سچ کا اعتراف'۔"

شہزاد نے سر جھکایا،

"یہی سچ ہمیں بچا سکتا ہے۔"

باہر اندھیری رات گہری ہو رہی تھی، لیکن کمرے کے اندر سچ کا پہلا چراغ روشن ہو چکا تھا۔

☆☆☆

قسط نمبر 19

کمرے میں ایک عارضی خاموشی چھا گئی۔
ابرار اب جا چکا تھا۔ صرف وہ فائلیں باقی تھیں جن میں صفیہ بیگم کے ذہنی اور جذباتی زخموں کی تاریخ بند تھی۔
پروین فائلوں کو ایک بار پھر دیکھنا چاہتی تھی، لیکن اب دل اور دماغ دونوں بوجھل ہو چکے تھے۔

ماں خاموش تھی۔
لیکن اس خاموشی میں بھی کہانی تھی... اذیتوں سے لتھڑی، تلخیوں میں لپٹی ہوئی۔

"امی، آپ نے جو کچھ سہا... اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ مگر اب مجھے جاننا ہے... مکمل سچ۔ وہ شخص کون تھا جس نے آپ کو توڑ دیا؟"
پروین کی آواز میں لرزش نہیں، یقین تھا۔

ماں کی آنکھوں نے ایک پل کو چھت کی دراڑوں میں کچھ تلاش کیا، جیسے ماضی کی بھولی بسری تصویریں۔
پھر وہ بولیں:

"نام تھا... خرم یوسف۔ تمہارے والد!"

ایک جھٹکا...
نہ صرف پروین کے لیے بلکہ شہزاد کے لیے بھی۔

"خرم یوسف؟ وہ تو شہر کے بڑے صنعتکاروں میں گنا جاتا ہے۔ اور آپ نے ہمیشہ کہا تھا کہ میرے والد ایک سادہ سرکاری ملازم تھے؟"

ماں کی آنکھوں میں ایک کرب ابھرا، جیسے ایک بند دروازہ کھل گیا ہو۔

"یہ سچ میں نے خود سے چھپایا، کیونکہ خرم یوسف نے نہ صرف میرے خوابوں کا قتل کیا بلکہ میرے وجود کو بازار میں نیلام کرنے کی سازش بھی کی۔ میں محبت کی ضد میں اندھی ہوگئی تھی... اور اُس نے میری معصومیت کا فائدہ اٹھایا۔"

شہزاد کی آنکھوں میں صدمہ تھا۔
"یہ تو ایک سنگین جرم ہے۔ آپ نے پولیس میں رپورٹ کیوں نہ کی؟"

" کیونکہ اس وقت میں اکیلی تھی۔ اور خرم یوسف طاقتور۔ اور ہاں، اُس کے خلاف ایک رپورٹ آج بھی تھانے کی فائلوں میں بند ہے، لیکن اس نے پیسوں سے سب خرید لیا۔ میں صرف ایک اور کیس بن کر رہ گئی تھی۔"

پروین کی آواز میں اب نفرت نہیں، عزم تھا۔
"اب میں خاموش نہیں رہوں گی۔ میں اُس شخص کا چہرہ بے نقاب کروں گی... وہ جو میرے وجود کا دشمن تھا اور میری ماں کا قاتل جیسا۔"

ماں نے چونک کر بیٹی کو دیکھا۔
"نہیں پروین، تم وہی غلطی نہ دہرا دینا جو میں نے کی۔ جذبات سے نہیں، ہوش سے لڑنا۔ خرم آج بھی طاقتور ہے... اور چالاک بھی۔"

شہزاد نے قدم بڑھایا۔
"اور ہم بھی اکیلے نہیں ہیں۔ ہمارے پاس سچ ہے، قانون ہے، اور... ایک دوسرے کا ساتھ۔"

پروین نے ماں کے آنسو پونچھے۔
"اب ہم خرم یوسف کو اس کے گناہوں کی قیمت چکائیں گے۔ مگر قانونی، ہوشیار، اور باوقار طریقے سے۔"

اندھیرے میں روشنی کی پہلی لکیریں ابھریں...
کہانی اب ایک نئے محاذ کی طرف بڑھ رہی تھی — ماضی کے خلاف جنگ!

☆☆☆

قسط نمبر 20

رات کے آخری پہر میں پروین اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس خاموش کھڑی تھی۔ ہوا کے جھونکے اس کے بالوں کو چھو کر گزر رہے تھے، مگر دل کی الجھنیں جیسے طوفان بنی ہوئی تھیں۔ شہزاد کی آواز اب بھی اس کے ذہن میں گونج رہی تھی:

"ہم ایک ساتھ ہیں پروین... یہ جنگ تنہا تمہاری نہیں ہے۔"

اسے احساس ہوا کہ شہزاد صرف اس کا ہمدرد نہیں، اس کا ہم سفر بھی ہے۔ وہ رشتہ جو ایک الزام سے شروع ہوا تھا، اب ایک سچائی پر قائم تھا— سچائی جو دونوں نے چھانی، چکھی اور جھیلی تھی۔

اگلی صبح شہزاد نے اسے کال کی:

"پروین، تم تیار ہو؟ میں ایک وکیل سے ملا ہوں، جسے تمہاری ماں کے کیس اور خرم یوسف کے پس منظر میں خاص دلچسپی ہے۔"

"تم نے میرے کہے بغیر سب طے کر لیا؟"
"نہیں، تمہارے ساتھ رہ کر فیصلے لینے سیکھ رہا ہوں۔"
"تو آ جاؤ... میں بھی اب رکنے والی نہیں۔"

اسی لمحے، ایک اور منظر کسی اور کمرے میں...
پروین کی ماں، صفیہ بیگم، آئینے کے سامنے خود سے باتیں کر رہی تھی۔

"تم سمجھتی ہو بیٹی، تم خرم کو بے نقاب کر دوگی؟ تم ابھی نہیں جانتی، وہ تو صرف ایک مہرہ تھا... اصلی چال تو میں نے چلی تھی۔ تمہارا جنم بھی میری چال کا حصہ تھا... اور اب تمہارا کردار ختم کرنے کا وقت آ رہا ہے"...

وہ آہستہ سے ہنسی، جیسے کسی تاریک کھیل کا پردہ اٹھنے والا ہو۔
دوسری طرف، شہزاد اور پروین وکیل کے دفتر میں موجود تھے۔
"خرم یوسف کا نام کافی ہے میڈیا میں آگ لگانے کے لیے،" وکیل بولا، " مگر ثبوت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کیا آپ کے پاس ماں کی وہ پرانی رپورٹ ہے؟"

پروین نے ایک لفافہ آگے بڑھایا۔
"یہ ہے... اور اس کے ساتھ ایک خفیہ خط، جو ماں نے اپنی سہیلی کو لکھا تھا، مگر کبھی بھیجا نہیں۔"

وکیل نے لفافہ کھولا، اور جیسے جیسے پڑھتا گیا، اس کی آنکھوں میں چمک آتی گئی۔
"یہ کافی ہوسکتا ہے کیس کھولنے کے لیے۔ مگر ایک مسئلہ ہے... اگر صفیہ بیگم خود عدالت میں خرم کے خلاف نہ گواہی دے، تو ہمیں سخت دقت ہوگی۔"

پروین کی آنکھوں میں وہ پرانی آگ جلنے لگی۔
"میں ماں کو مناؤں گی۔ چاہے وہ اس وقت میرے خلاف ہی کیوں نہ ہو، میں اسے اس سچ کے سامنے جھکنے پر مجبور کروں گی۔"
شہزاد نے مسکرا کر ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔
"پھر یہ جنگ صرف قانونی نہیں... جذباتی بھی ہے۔"
پروین آہستہ سے بولی،
"ہاں... اور یہی جنگ ہم جیتیں گے، اپنے جذبے سے، اپنے سچ سے، اور اپنی قربانی سے"...

مگر تبھی... ماں کے فون سے ایک خفیہ کال کی گئی۔
کسی نامعلوم نمبر پر صرف ایک جملہ:

"پروین شہزاد کے ساتھ مل گئی ہے... پلان بی شروع کرو!"

☆☆☆

قسط نمبر 21

صفیہ بیگم نے فون بند کیا تو اس کے چہرے پر پراسرار مسکراہٹ پھیل چکی تھی۔
"پروین... تم سمجھتی ہو تم نے مجھے شکست دی؟ یہ تو شطرنج کا صرف پہلا موو تھا، پیاری بیٹی!"

اس نے میز کی دراز کھولی، اندر سے ایک پرانا موبائل نکالا، جس میں صرف ایک نمبر محفوظ تھا—"یوسف بھائی"۔

دوسری طرف پروین اور شہزاد اپنی پوری تیاری کے ساتھ وکیل کے آفس سے نکلے۔ ان کے چہرے پر عزم تھا، مگر دل میں خدشات کا جنگل۔

شہزاد نے گاڑی روکی اور پروین کی طرف دیکھا:
"پروین، اگر تمہیں کبھی لگا کہ میں تمہیں تکلیف دے رہا ہوں، تو روک دینا، کیونکہ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔"
پروین کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔
"شہزاد، تم وہی ہو جو سچ کی روشنی میں میرا چہرہ دیکھتے ہو، ورنہ سب نے تو مجھ پر صرف الزام چسپاں کیے۔"

شہزاد نے آہستہ سے کہا:
"تم بس اتنا وعدہ کرو، ماں کے سچ تک پہنچنے کے لیے اگر مجھے بھی خود کو بدلنا پڑا... تو کیا تم ساتھ دو گی؟"

پروین نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

اسی لمحے، صفیہ بیگم نے یوسف سے خفیہ ملاقات کی۔
"تم جانتے ہو پروین کس کمرے میں رہتی ہے، کون اسے قانونی مدد دے رہا ہے... اور تمہارے پاس اس کے خلاف کیا موجود ہے؟"

یوسف ہنسا، "اس کے خلاف؟ بہت کچھ ہے۔ بس تم یہ طے کرو کہ کب اور کہاں کھیل کو ختم کرنا ہے۔"

صفیہ بیگم نے ایک پرچی نکالی اور میز پر رکھ دی۔
"یہ ہے پروین کی کمزوری... اس کی پرانی دوست نادیہ، جو کبھی اس کی سچائی کی گواہ تھی... آج ضرورتوں کی وجہ سے بک چکی ہے۔"

یوسف نے پرچی اٹھائی اور کہا،
"تو اب کھیل میں نادیہ کا داخلہ ہے؟ زبردست! پروین کو اپنی ہی سہیلی سے دھوکہ ملے گا، یہی اس کی کمر توڑ دے گا!"

☆☆☆

رات کو پروین نے نادیہ کو فون کیا،
"نادیہ، تم سے ایک اہم بات کرنی ہے، ماں کے خلاف عدالت میں جو تم نے مجھے سچ بتایا تھا، کیا تم گواہی دو گی؟"
نادیہ نے لمحہ بھر سوچا،
"پروین، میں تمہیں انکار نہیں کر سکتی... مگر کل شام ملنا، تم سے کچھ کہنا ہے۔"

پروین کو نادیہ کی آواز میں جھجک محسوس ہوئی، کچھ ٹوٹا ہوا، کچھ بکا ہوا...

دوسری طرف، شہزاد نے اپنے ایک خاص دوست، ایڈوکیٹ مصدق کو بلایا۔
"مصدّق، مجھے لگتا ہے یہ کیس اب قانونی نہیں رہا... جذبات، خاندانی راز اور ماضی کی رُتوں کا قصہ بنتا جا رہا ہے۔"
مصدق نے کندھے پر ہاتھ رکھا،
"تو کیا تم تیار ہو؟ سچ کو تھامنے کے لیے خود کو جلانے کے لیے؟"

شہزاد کی آنکھوں میں ایک گہرا سکوت تھا۔
"ہاں، کیونکہ وہ جو میرے ساتھ ہے... وہ جھوٹ کی زمین پر کھڑی ہو کر بھی سچ کی طرف بڑھ رہی ہے۔"

☆☆☆

اگلی صبح…

نادیہ، پروین سے ایک سنسان پارک میں ملی۔

"پروین، میں گواہی دوں گی… مگر تمھیں ایک سچ سننا ہوگا"…

"کیا؟"

"تمہاری ماں نے مجھ سے کہا ہے کہ اگر میں گواہی دوں گی تو وہ میرے بھائی کی نوکری ختم کروا دے گی"…

"تو پھر…؟"

"میں جھوٹ بولوں گی عدالت میں، کیونکہ میں کمزور ہوں… اور تم مضبوط ہو… تم یہ جنگ اکیلے جیت سکتی ہو"…

پروین کا دل ٹوٹ گیا، مگر اس کی آنکھوں میں نمی نہیں تھی، وہ صرف بولی:

"جنگ میں سچ کے ساتھ کوئی نہ ہو تو بھی سچ نہیں جھکتا… اور میں بھی نہیں جھکوں گی!"

☆☆☆

قسط نمبر 22

صبح کی دھوپ کمرے کے پردے چیرتی ہوئی اندر آئی تو شہزاد نیند سے جاگتے ہی کھڑکی پر چلا گیا۔ نیچے لان میں پروین اپنے تینوں بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

ننھا عاصم، درمیانی عمر کا آصف، اور سب سے بڑی حنا... تینوں ماں کے اردگرد ایسے تھے جیسے تتلیاں کسی گلاب پر منڈلاتی ہیں۔

شہزاد نے مسکراتے ہوئے خود سے کہا:

"پروین نے صرف عدالت میں نہیں، زندگی میں بھی جنگ جیتی ہے"...

اسی وقت، پیچھے سے آواز آئی،

"اور تم نے؟ تم کب جیتو گے شہزاد؟"

یہ مصدق تھا— شہزاد کا بھائی، وکیل، مگر دل سے درویش۔

شہزاد نے چونک کر کہا،

"تم... صبح صبح؟"

"تمہارے خوابوں میں دخل دینے آیا ہوں، ان خوابوں میں جو سچ ہو سکتے ہیں... اگر تم میری بات مانو۔"

مصدق نے آہستگی سے کہا:

"یہ کیس اب صرف قانونی نہیں، نفسیاتی جنگ ہے۔ صفیہ بیگم اپنی بیٹی کو تباہ کرنے کے لیے ذہنی چالیں چل رہی ہے، تمہیں پروین کے بچوں کو اس طوفان سے بچانا ہوگا۔"

شہزاد نے سوچتے ہوئے کہا،

"میں چاہتا ہوں کہ یہ تینوں کبھی عدالت کا چہرہ نہ دیکھیں، نہ اسکول میں ماں کے کردار پر سوال ہو، نہ دوستوں میں شرمندگی ہو"...

مصدق نے کندھے پر ہاتھ رکھا،

"تو پھر بھائی، تمہیں صرف سچ کا وکیل نہیں، ان بچوں کا باپ بھی بننا ہوگا— جذباتی، اخلاقی، اور روحانی طور پر!"

☆☆☆

دوسری طرف صفیہ بیگم کا کھیل نیا موڑ لینے والا تھا۔

اس نے یوسف کے ذریعے ایک گمنام فون پروین کے بیٹے آصف کو کروایا:

"تمہاری ماں تمہیں چھوڑ کر چلی جائے گی، کیونکہ وہ عدالت میں مصروف ہے... اور شہزاد تمہارا باپ نہیں، وہ صرف دکھاوا کر رہا ہے۔"

ننھا آصف خوفزدہ ہوگیا، مگر حنا نے ماں کے گلے لگ کر کہا:

"امی، کوئی کہہ رہا تھا آپ ہمیں چھوڑ دیں گی؟"

پروین کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو،

"میری جان... میں تو تم تینوں کے لیے ہی لڑ رہی ہوں"...

☆☆☆

شام کو شہزاد نے مصدق سے کہا،

"بھائی، میں ان بچوں کا قانونی سرپرست بننا چاہتا ہوں۔ مجھے پروین سے نکاح بھی کرنا ہے، اور بچوں کو اپنے نام دینا ہے۔"

مصدق نے سر ہلایا،

"تو پھر تیار ہو جاؤ، کیونکہ صفیہ بیگم کے وار اب ان بچوں پر ہوں گے... ان کی معصومیت کو نشانہ بنایا جائے گا۔ اور تمہیں ان کے لیے ڈھال بننا ہوگا۔"

☆☆☆

رات کو پروین نے شہزاد سے کہا:

"شہزاد، مجھے ان بچوں کے لیے ایک باپ نہیں، ایک سایہ چاہیے... جو ہر طوفان سے پہلے چھت بن جائے۔"

شہزاد نے ہاتھ تھام لیا:

"پھر میں خود کو تمہارے بچوں کی ہنسی میں گم کر دوں گا، تب تک جب تک سچ خود میرے نام کی گواہی نہ دے جائے"...

☆☆☆

-

قسط نمبر 23

صبح کی ہلکی سی بوندا باندی نے شہزاد کے دل میں عجیب سا سکون بھر دیا۔
آج وہ بچوں کے ساتھ ناشتہ کر رہا تھا — عاصم کو چمچ سے انڈا کھلاتے ہوئے، فریحہ کے الجھے بال سلجھاتے ہوئے، اور حنا کی اسکول کی تیاری کرواتے ہوئے۔
پروین کچن میں تھی، مگر آنکھوں میں نمی تھی — وہ یہ منظر برسوں سے دیکھنا چاہتی تھی، جو اب تعبیر بن کر اس کے سامنے تھا۔

مگر... سکون ہمیشہ دیرپا نہیں ہوتا۔

☆☆☆

صفیہ بیگم اب پچھلے وار سے شکست خوردہ نہیں، بلکہ مزید چالاک بن چکی تھی۔
اس نے ایک نیا کارڈ نکالا — فریحہ۔

صفیہ نے ایک پرانے محلے دار کو تیار کیا، جو عدالت میں فریحہ کے اصل والد ہونے کا دعویٰ کرے۔
"یہی کمزور کڑی ہے... فریحہ! وہ ہمیشہ خاموش رہتی ہے، ماں سے بھی الگ، بس تصویریں بناتی ہے... اس پر الزام لگانا آسان ہے۔"

☆☆☆

ادھر شہزاد، مصدق اور پروین کو اس سازش کی ہوا بھی نہیں تھی۔
وہ تو ابھی نکاح کی تاریخ طے کر رہے تھے۔
مصدق نے صاف کہا،
"نکاح سے پہلے کچھ قانونی دستاویزات اور بچوں کی گارڈین شپ فائل کرو... صفیہ بیگم اب براہِ راست بچوں پر حملہ کرے گی۔"

اسی وقت پروین کی چھوٹی بیٹی فریحہ اسکیچ بک لے کر شہزاد کے پاس آئی۔
"انکل... یہ دیکھیے... یہ صفیہ نانی کا چہرہ ہے، یہ ان کے پیچھے چھپا بندر ہے، اور یہ... میری ماں ہے، ڈری ہوئی۔"

شہزاد کی آنکھیں پھیل گئیں۔
"فریحہ! تم نے یہ سب کیسے سوچا؟"

وہ خاموشی سے بولی،
"میں سب دیکھتی ہوں... بولتی نہیں۔"

مصدق نے فائل بند کی۔
"یہ بچی کیس کا راز ہے... صفیہ بیگم کے خلاف سب سے بڑا گواہ— جو اب تک خاموش تھی۔"

☆☆☆

عدالت میں ایک نیا شخص پیش ہوا— شمیم، جو دعویٰ کر رہا تھا کہ وہ فریحہ کا والد ہے۔

صفیہ بیگم نے اپنے مخصوص انداز میں عدالت میں آنکھوں ہی آنکھوں میں مسکراہٹ کی۔
مگر اسی لمحے شہزاد نے مصدق کو آنکھ ماری، اور فریحہ کو اسٹینڈ پر بلایا۔

"بیٹا، یہ آدمی کون ہے؟"
فریحہ نے اپنی اسکیچ بک کھولی،
"یہ... میرے خوابوں کا جھوٹ ہے، اور میری ماں کے ماضی کا دھواں۔"

عدالت میں خاموشی چھا گئی۔

مصدق نے جلدی سے شہادتوں کی فائل نکالی،
"می لارڈ! اس بندے کا کوئی قانونی ریکارڈ موجود نہیں۔ DNA بھی فیل۔ اور... یہ صفیہ بیگم کے اشارے پر آیا ہے۔"

جج نے سنگین نظروں سے صفیہ بیگم کو دیکھا:
"عدالت کے ساتھ کھیل کھیلنے کی اجازت کسی کو نہیں!"

☆☆☆

واپسی پر شہزاد نے فریحہ کو گود میں اٹھالیا،
"تم نے آج وہ کام کیا جو بڑے بھی نہیں کر سکتے۔"

فریحہ نے شہزاد کے گال پر بوسہ دیا،
"اب میں بھی آپ کو پاپا کہہ سکتی ہوں؟"

پروین کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے،
"شہزاد... تم نے میرے بچوں کو باپ دیا ہے، یہ رشتہ اب نکاح سے بھی بڑا ہے۔"

☆☆☆

قسط نمبر 24

کمرے میں سفید پردے، کاغذی پھول، اور ایک چھوٹا سا دسترخوان...
آج نکاح کی تاریخ طے پا چکی تھی— دو دن بعد کی شام۔
پروین کے چہرے پر مدتوں بعد سکون کا عکس تھا، اور شہزاد ایک نرم شال کی مانند اس سکون کو اوڑھنے کی تیاری میں تھا۔

عاصم ایک کاغذ لے کر شہزاد کے پاس آیا:
"پاپا، اگر آپ امی سے نکاح کریں گے تو کیا ہم سب ایک فیملی ہو جائیں گے؟"
شہزاد نے اسے گود میں لے کر کہا،
"ہم تو کب سے ایک فیملی ہیں، بس اب اللہ کے حکم سے رشتہ پکا ہوگا۔"

فریحہ نے ایک پیپر پر تین دل بنائے تھے— بڑا دل، درمیانہ، اور ایک چھوٹا۔
"یہ آپ، امی اور ہم"...

حنا نے بے اختیار قہقہہ لگایا— معصومیت کی زبان میں شاید وہ سب سے پہلے کہہ چکی تھی:
"ہاں۔ یہ رشتہ قبول ہے!"

☆☆☆

مگر... جیسے جیسے نکاح قریب آ رہا تھا، صفیہ بیگم کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔
اب وہ آخری کھیل کھیلنے جا رہی تھی— وہ پروین کی پہلی شادی کو زندہ کرنے کی تیاری میں تھی!

رات گئے، صفیہ بیگم نے ایک کال کی:

"اکرم! تم تیار ہو؟ پروین تمہاری بیوی ہے، اور بچے... تمہارے نام کے وارث! بس عدالت میں آ جانا... نکاح سے ایک دن پہلے۔"

اکرم—وہ ماضی کا سایہ جسے پروین نے سالوں پہلے دفنا دیا تھا۔
اب... وہ ایک لاش کی طرح اٹھ کر آنے والا تھا۔

☆☆☆

ادھر مصدق کچھ فائلیں دیکھتے ہوئے چونک اٹھا۔
"شہزاد! ایک نیا بندہ... اکرم نام ہے... اس نے رجسٹرار آفس میں اپلیکیشن دی ہے کہ پروین اس کی بیوی ہے۔"

شہزاد کے ماتھے پر پسینہ آ گیا،
"پروین نے کبھی ذکر نہیں کیا اکرم کا... کیا یہ بھی ماں کی کوئی چال ہے؟"

مصدق نے گہری سانس لی،
"یا پھر... پروین کا وہ ماضی، جو تم سے بھی چھپا ہوا ہے۔"

☆☆☆

نکاح سے ایک دن پہلے پروین، شہزاد، اور تینوں بچے ایک ساتھ بیٹھے چائے پی رہے تھے۔
پروین بہت خاموش تھی...
عاصم نے ماں کا ہاتھ پکڑا،
"امی، آپ خوش نہیں؟"

پروین نے اپنی نظریں شہزاد سے چرائیں،
"اگر میرا ایک راز تمہارے سامنے آئے... تم میرا ساتھ دو گے؟"

شہزاد نے ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا،
"جب تم نے طوفان میں میرا ساتھ نہیں چھوڑا، تو میں روشنی میں تمہیں کیسے تنہا چھوڑوں گا؟"

اسی وقت دروازہ زور سے بجا۔

مصدق کی آواز آئی،
"اکرم آ گیا ہے... اور عدالت کا نوٹس بھی۔"

☆☆☆

پروین کے قدم کانپنے لگے۔
شہزاد نے دروازہ کھولا—ایک درمیانی عمر کا، سخت چہرے والا شخص اندر داخل ہوا۔

"میں اکرم ہوں... پروین کا پہلا شوہر... اور ان بچوں کا باپ!"

عاصم، فریحہ، حنا ماں کے قریب آ گئے۔
پروین کے چہرے پر ویرانی چھا گئی۔

شہزاد نے اکرم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں:
"اگر تم سچ بول رہے ہو، تو ثابت کرو۔ اور اگر جھوٹ... تو یاد رکھنا، ان بچوں کے لیے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں!"

اکرم نے ایک پرانی نکاح نامے کی کاپی نکالی۔

پروین کی آنکھوں میں آنسو تھے۔
"یہ نکاح ہوا تھا... مگر اس کی حیثیت ایک جبر سے زیادہ نہ تھی۔"

قسط نمبر 25

کمرے میں تناؤ تھا۔
اکرم کی آواز، نکاح نامہ اور عدالت کا نوٹس— سب شہزاد کے سینے پر چٹان بن چکے تھے۔

مگر شہزاد خاموش رہا۔

پھر ایک قدم بڑھا...
اور سامنے آ کر اکرم سے کہا،
"تمہیں عدالت بلایا ہے نا؟ ٹھیک ہے، وہاں ملتے ہیں... سچ وہیں کھلے گا۔"

اکرم نے طنزیہ مسکراہٹ دی،
"تب تک نکاح نہیں ہو سکتا۔ قانون اجازت نہیں دیتا!"

پروین کی آنکھیں جھکی رہیں۔
اور... تینوں بچے ماں کے قریب ایسے لپٹ گئے جیسے ان کے دل کو خبر ہو کہ کچھ بہت اہم چھننے والا ہے۔

☆☆☆

اس رات شہزاد خاموش رہا۔
لیکن مصدق اُس کے پاس آ بیٹھا۔

"بھائی... دل میں گھٹن مت رکھو، بات کرو۔"

شہزاد نے گردن جھکائی،
"یہ نکاح، یہ زندگی... سب کچھ پھر بکھر جائے گا کیا؟"

مصدق نے ایک فائل اس کے ہاتھ میں تھما دی،
"میں نے اکرم کے بارے میں کچھ تفصیل نکلوائی ہے۔ وہ تین سال سے دماغی دوا لے رہا ہے، اور دو بار جیل جا چکا ہے... گھریلو تشدد کے الزام میں۔"

شہزاد چونک گیا۔
"پروین نے کیوں چھپایا یہ سب؟"

مصدق نے اس کی طرف سنجیدگی سے دیکھا،
"شاید اس لیے کہ اسے لگا وہ ماضی ہے... یا شاید اس نے خود کو قصوروار سمجھا۔ مگر اب وقت ہے کہ تم پروین سے وہ سب سنو... جو اس نے برسوں دل میں دبایا ہے۔"

☆☆☆

دوسری طرف، صفیہ بیگم ایک اور چال سوچ چکی تھی۔
اکرم کو پیسے دیے گئے تھے، مگر وہ اب جذباتی ہو چکا تھا۔
"مجھے پروین چاہیے... یا پھر وہ بچے!"

صفیہ بیگم نے فون بند کرتے ہوئے کہا،
"چاہیے تو مجھے صرف بربادی... شہزاد کی!"

☆☆☆

اگلی صبح، شہزاد نے بچوں کو سکول بھیج دیا۔
پھر پروین کے پاس جا کر بیٹھا۔
"مجھے تم سے صرف سچ چاہیے، پروین۔ اکرم کون ہے؟ تم نے اس سے طلاق کیوں لی؟"

پروین کی آواز لرز رہی تھی۔

"میں... بہت چھوٹی تھی۔ ماں نے زبردستی شادی کر دی۔ وہ شرابی، مارنے والا، عورتوں کے پیچھے بھاگنے والا انسان تھا۔ میں نے اس کے ساتھ پانچ سال سہے... اور جب میں نے پہلی بار اسے چھوڑا، وہ ماں کے ساتھ مل کر مجھے واپس لایا... صرف اس لیے کہ میں کماتی تھی۔"

"پھر؟" شہزاد کا لہجہ نرم تھا۔

"پھر... میں نے عدالت کا سہارا لیا، اپنی کمائی چھوڑی، بچے ساتھ لیے... اور بھاگ آئی۔ عدالتی طلاق ہوئی... مگر ماں نے آج تک وہ کاغذات چھپا رکھے۔"

شہزاد نے پرسکون لہجے میں کہا،
"اب وہی کاغذات عدالت میں ہمیں جیت دلا سکتے ہیں۔"

پروین کی آنکھوں میں پہلی بار امید کی چمک تھی۔
"تو تم اب بھی... میرا ساتھ دو گے؟"

شہزاد نے ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا،
"نکاح اب اور بھی ضروری ہو گیا ہے... تمہارے، ان بچوں کے اور... میرے لیے۔"

☆☆☆

قسط کے آخر میں مصدق، عدالت کے رجسٹرار سے وہ نکاح فسخ کی کاپی نکلواتا ہے۔

اور... نکاح سے ایک دن پہلے کی شام، شہزاد، پروین، اور تینوں بچے عدالت میں جاتے ہیں۔

سامنے اکرم اور صفیہ بیگم کھڑے ہوتے ہیں۔

مگر اس بار شہزاد کے ساتھ نہ صرف مصدق ہے...
بلکہ قانون بھی...
اور... سچ بھی!

قسط نمبر 26

عدالت میں آج رش کچھ زیادہ تھا۔
فیملی کورٹ کی راہداری میں بیٹھے لوگ ایک دوسرے کی آنکھوں میں اپنے اپنے زخم چھپا رہے تھے۔
مگر شہزاد، پروین اور ان کے تین بچے... اپنی سچائی کے ساتھ کھڑے تھے۔

مصدق نے سب سے پہلے پروین کا حوصلہ بڑھایا،
"عدالت فیصلہ قانون پر کرتی ہے، اور سچ ہمیشہ جیتتا ہے... تم بس اپنا بیان سچائی سے دینا۔"

جج صاحب تشریف لائے، مقدمہ پکارا گیا۔

اکرم کھڑا ہوا، اس کی آنکھوں میں خود اعتمادی نہیں، بلکہ ضد بھری تھی۔

"میری بیوی پروین ہے، ہمارے تین بچے ہیں۔ اس نے مجھے چھوڑ دیا اور بغیر طلاق کے کسی اور سے نکاح کا ارادہ رکھتی ہے۔ میں انصاف چاہتا ہوں!"

شہزاد کا چہرہ سپاٹ رہا۔
مصدق نے جج کے سامنے فائل رکھی۔
"جناب، پروین اور اکرم کا نکاح تین سال قبل عدالت میں ختم ہو چکا ہے۔ یہ سرکاری دستاویز ہے، اور طلاق کے وقت موجود گواہوں کے بیانات بھی ہم نے جمع کیے ہیں۔"

جج صاحب نے سرسری نظر سے نہیں، توجہ سے کاغذات دیکھے۔
"مسٹر اکرم، یہ آپ کے نکاح کے فسخ کی سند ہے، جس پر آپ کے دستخط ہیں... آپ کیسے انکار کر سکتے ہیں؟"

اکرم ایک پل کو خاموش ہوا، پھر بولا،
"مجھے دھوکے سے دستخط کرائے گئے تھے!"

اسی لمحے شہزاد کھڑا ہوا،
"جناب والا، اگر عدالت اجازت دے تو میں دو سوالات کرنا چاہوں گا۔"

جج صاحب نے اجازت دی۔

شہزاد نے اکرم کی طرف دیکھا،
"کیا آپ ان بچوں کے والد ہیں؟"

اکرم چپ رہا۔
شہزاد نے دوسرا سوال کیا،
"کیا آپ نے کبھی ان بچوں کی تعلیم، صحت، یا روزمرہ کی کسی ضرورت میں مدد کی؟"

اکرم نے جواب نہیں دیا۔

اسی وقت پروین نے عدالت کے سامنے خاموشی توڑ دی،
"یہ شخص میرے بچوں کا باپ ہونے کے قابل نہیں۔ ان بچوں نے صرف شہزاد کو باپ کہا ہے... وہی ان کی زندگی میں روشنی ہے۔"

عدالت میں ہلچل سی ہوئی۔

جج نے فیصلہ سنانے سے قبل ایک جملہ کہا،
"یہ محض نکاح کا معاملہ نہیں، بچوں کے مستقبل، عورت کے وقار اور سچائی کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔"

فیصلہ محفوظ کرلیا گیا...
اور پروین، شہزاد کے ساتھ عدالت سے باہر نکلی تو صفیہ بیگم راہداری میں کھڑی تھی— چہرے پر وہی زہریلی مسکراہٹ۔

"فیصلہ تو ہوگیا بیٹی... لیکن کھیل ابھی باقی ہے۔"

پروین نے ماں کی طرف نہیں دیکھا، صرف اتنا کہا،
"اس بار تمہارے کھیل میں تم اکیلی ہو، ماں... کیونکہ میں اب عورت کچّے کان کی نہیں رہی۔"

☆☆☆

اس رات تینوں بچے شہزاد کے سینے سے لگے سو رہے تھے۔
مصدق نے چپکے سے شہزاد کے کمرے میں آ کر سرگوشی کی:
"فیصلہ کل ہوگا، بھائی۔ اور مجھے یقین ہے... تمہارے لیے، ان بچوں کے لیے، پروین کے لیے... جیت اب لازم ہے!"

قسط نمبر 27

عدالت کا کمرہ اس دن کچھ مختلف سا لگ رہا تھا۔
پردوں کے پیچھے چھپی نظریں... فائلوں کی سرسراہٹ... اور شہزاد کی پیشانی پر تناؤ کی لکیریں واضح تھیں۔

عدالت میں داخل ہوتے ہوئے شہزاد کی نظر پہلی بار جج صاحبہ کی آنکھوں سے ملی۔

وہ ادھیڑ عمر کی باوقار، بااصول اور سخت مگر حساس عورت لگ رہی تھیں۔
ان کی نگاہوں میں قانون کا نور تھا، مگر دل میں عورت کی سچائی کے لیے ایک نرم گوشہ بھی چھپا تھا۔

پروین کی آواز دروازے سے آ رہی تھی،
"امی! آج پھر تم عدالت کیوں آئی ہو؟ میرے لیے تو تم کبھی ماں نہ بن سکیں!"

صفیہ بیگم نے طنز سے ہنکارا مارا،
"فیصلے ماں نہیں کرتی بیٹی... مگر ماں کی دعائیں ضرور اثر رکھتی ہیں۔"

پروین کی پلکیں بھیگ گئیں۔
مگر اس نے نظریں جھکا کر کہا،
"آپ کی دعاؤں میں زہر ہوتا ہے... اور میں اپنی بیٹیوں کو اب زہریلی چھاؤں کے نیچے نہیں رکھوں گی۔"

اسی لمحے عدالت کا دروازہ کھلا...
فیصلہ سنایا جانے والا تھا۔

جج صاحبہ نے کیس نمبر پکارا،

"پروین بنتِ صفیہ... بمقابلہ اکرم ولد مجیب... عدالت میں حاضر ہوں۔"

سب کھڑے ہو گئے۔

جج صاحبہ نے کچھ دیر کاغذات پلٹے،

پھر نظریں شہزاد پر گاڑ دیں،

"مسٹر شہزاد، آپ نے پروین اور اس کے تین بچوں کی کفالت، ان کے تحفظ اور ان کے لیے سماجی دباؤ کا سامنا ایک مثالی مرد کی طرح کیا ہے۔ عدالت یہ سب دیکھ رہی تھی۔"

پھر پروین کی طرف دیکھا،

"مس پروین... آپ ایک ماں ہیں، ایک بیوی تھیں، ایک بیٹی ہیں۔ مگر آپ نے سب سے پہلے ایک انسان بن کر فیصلہ لیا۔"

"اور اکرم"... جج نے سخت لہجے میں کہا،

"آپ نے بچوں کو نظرانداز کیا، بیوی پر ظلم کیا، اور اب جب وہ نئی زندگی شروع کرنا چاہتی ہے، تو آپ رکاوٹ بننا چاہتے ہیں؟ یہ قانون کی توہین ہے۔"

فیصلہ:

"عدالت پروین اور شہزاد کو بچوں کی قانونی سرپرستی اور باہمی زندگی کے حق کے ساتھ آزاد قرار دیتی ہے۔ اکرم کے دعوے مسترد کیے جاتے ہیں۔"

عدالت میں سکوت چھا گیا۔

مگر ایک چہرہ جھنجھلا رہا تھا— جلال۔

پروین کا بھائی، جو پردے کے پیچھے کھڑا فیصلہ سن کر بپھر گیا۔

اس نے صفیہ بیگم کے کان میں کہا،

"امی !اب بہت ہو گیا... اب ہمیں شہزاد کو ختم کرنا ہو گا۔"

صفیہ نے سرد لہجے میں کہا،

"یہ کام سوچ سمجھ کر کرنا ہو گا جلال... شہزاد صرف پروین کا سہاگ نہیں... اس کا سہارا بھی ہے۔"

عدالت سے باہر نکلتے وقت شہزاد نے مصدق کو گلے لگایا،

"بھائی، یہ جیت تمہارے سہارے کی بھی ہے۔"

مصدق نے مسکرا کر کہا،

"ابھی جنگ جیتی ہے... مگر صفیہ بیگم اور اس کا نیا مہرہ جلال کچھ اور سوچ رہے ہیں۔ محتاط رہنا، بھائی۔"

قسط نمبر 28

عدالت کے احاطے میں دھوپ پھیل رہی تھی۔
شہزاد کے چہرے پر ایک عجیب سی روشنی تھی... جیت کا احساس تھا، مگر دل کی کسی پرت پر بےچینی بھی۔

"بھائی"... مصدق نے شہزاد کے کاندھے پر ہاتھ رکھا،
"فیصلہ تو ہمارے حق میں آیا ہے، مگر صفیہ بیگم اور جلال ابھی چپ نہیں بیٹھیں گے۔"

شہزاد نے گردن موڑی،
"مجھے ان سے نہیں... اس نظام جمعدار سے ڈر لگتا ہے۔"

نظام جمعدار!
ایک منجھا ہوا، مکار اور چالاک وکیل...
پروین کا قانونی نمائندہ... مگر دراصل صفیہ بیگم کا پرانا مہرہ۔

وہ انسانوں کی زبان نہیں... کمزوریوں کی نبض پہچانتا تھا۔

"میں نے تو کہا تھا، پروین بی بی"... نظام جمعدار اپنی مخصوص آواز میں بولا،
"یہ شہزاد ایک ڈرامہ باز ہے، یہ سب تمہیں پھنسانے کا نیا ہتھکنڈا ہے۔ عدالت کا فیصلہ ایک موٹی فائل ہے... زندگی کا فیصلہ میں کروں گا۔"

پروین خاموش رہی،
مگر صفیہ بیگم نے اس کی خاموشی کو اپنی مداخلت سے توڑ دیا،
"نظام بھائی... یہ مقدمہ دوبارہ کھولنا ہے۔ اور اب کی بار شہزاد کے کردار پر ایسا حملہ کرنا ہے کہ وہ خود عدالت کے دروازے سے بھاگے!"

ادھر...
شہزاد کی نئی وکیل کرن عدالت کے احاطے میں جیسے روشنی بن کر اتری۔

سفید شرٹ، کالے کورٹ میں جب وہ شہزاد کی طرف بڑھی تو جیسے ہوا کا ایک اعتماد بھرا جھونکا اس کے ساتھ آیا۔

"مسٹر شہزاد"... کرن نے نرمی سے کہا،
" آپ نے خود کو جیت کے لائق بنایا ہے، قانون نے صرف تصدیق کی ہے۔اب میں آپ کا کیس لے رہی ہوں"...

شہزاد نے حیرانی سے دیکھا،
" کرن میم، آپ...؟"

"جی، میں ہی۔ میں اس مقدمے میں بطور فری وکیل آپ کی نمائندگی کرنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے... سچائی کو وکیل نہیں، کردار چاہیے ہوتا ہے۔اور وہ آپ کے پاس ہے۔"

مصدق کی آنکھوں میں روشنی سی لہرائی،
" کرن جیسی وکیل ساتھ ہو تو... شاید اب صفیہ بیگم کے حربے زیادہ دن نہ چلیں۔"

لیکن...

نظام جمعدار بھی چپ نہ بیٹھا۔

اس نے جلال کو رات کے وقت بلایا۔

"دیکھو جلال... اب مجھے اس شہزاد کے ماضی میں جانا ہے۔کوئی کمزوری نکالو... کوئی راز، کوئی لمحہ، کچھ ایسا جو اُسے جھکنے پر مجبور کرے۔"

جلال نے خباثت سے مسکرا کر کہا،
"ایک راز ہے... پرانی محبت... شہزاد کا ایک زخم... شاید وہی اس کا سب سے بڑا وار ہو سکتا ہے۔"

نظام جمعدار کی آنکھیں چمک اٹھیں۔
"بس! یہی وار ہماری بازی پلٹ دے گا۔"

(جاری ہے...)

قسط نمبر:29

رات کا اندھیرا تھا، لیکن شہزاد کی آنکھوں میں نیند نہیں...
وہ اپنے بستر پر لیٹے چھت کو دیکھ رہا تھا، جیسے وہاں پروین کا چہرہ ابھرا ہو... اور تین معصوم بچوں کے لمس کی یاد اسے مسلسل جھنجھوڑ رہی تھی۔

"وہ میرے بچے ہیں"...
شہزاد نے زیرِلب کہا،
"وہ میری پروین کی کوکھ سے آئے ہیں... اور وہ پروین... آج بھی وفادار ہے... بس کچے کان کی مار نے اُسے اندھا کر دیا ہے۔"

مصدق کمرے میں داخل ہوا، ایک فائل ہاتھ میں تھی۔

"بھائی، یہ پروین کے دستخط شدہ کاغذات ہیں... جن پر صفیہ بیگم نے بہلا پھسلا کر اُس سے سائن کروا لیے۔ یہ معاہدہ دراصل بچوں کی کفالت پر ایک جال ہے۔"

شہزاد نے فائل کھولی، ہر لفظ دل میں خنجر سا لگا۔

"یہ ماں... اپنے نواسے نواسیوں تک کو مہرے بنا رہی ہے"...

ادھر، پروین اپنے کمرے میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ گود میں ایک سالہ بیٹی نیند میں تھی، اور ساتھ میں چار سالہ بیٹی کے سوالات اس کے دل میں زلزلے پیدا کر رہے تھے۔

"امی، ہم ابو کے پاس کب جائیں گے؟"
"امی، ابو ہم سے ناراض ہیں کیا؟"

پروین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"نہیں بیٹا... وہ ناراض نہیں... شاید ہم ہی کہیں راستہ بھول گئے"...

اور تب ہی دروازہ کھلا۔صفیہ بیگم اندر داخل ہوئیں، ہاتھ میں کچھ نئی دستاویزات تھیں۔

"پروین... جلدی سے ان پر سائن کر دو، اب کورٹ میں بچوں کی کسٹڈی بھی ہم لینے والے ہیں۔اور تمھیں کچھ بھی بولنے کی ضرورت نہیں۔نظام جمعدار سب سنبھال لے گا۔"

پروین کا دل لرزا۔
"ماں... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ آپ کیوں بچوں کو ان کے باپ سے دور کر رہی ہیں؟"

صفیہ بیگم کی آنکھوں میں شعلے تھے،
"اس لیے کہ وہ شخص ہمارے خاندان کا دشمن ہے۔اگر تم نے ہمارا ساتھ چھوڑا... تو تمہیں بھی ان بچوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا!"

پروین کا ہاتھ لرز گیا۔وہ دل سے شہزاد کے ساتھ تھی...
مگر کان... کان ماں کی باتوں میں بھر چکے تھے... جیسے سچ کو سننے کی قوت کھو بیٹھی ہو۔

عدالت کے دن...

کرن اپنی پوری تیاری کے ساتھ عدالت پہنچی۔شہزاد کی طرف دیکھ کر سر ہلایا،

" آج میں اُن بچوں کے لیےلڑوں گی، جو ماں کے کچے کان اور نانی کی چالا کیوں کے بیچ پھنسے ہوئے ہیں۔"

نظام جمعدار نے مسکرا کر کہا،

"میڈم کرن، آپ نئی ہیں، خوبصورت بھی ہیں، مگر قانون صرف دلیل سے نہیں... چالا کی سے بھی جیتا جاتا ہے۔"

کرن کی نگاہوں میں شعلہ تھا،

"اور سچ... ہر چالا کی پر بھاری ہوتا ہے۔"

جج محترمہ صادقہ، نے عدالت کی کارروائی کا آغاز کیا۔

"یہ مقدمہ اب بچوں کی کسٹڈی اور کفالت کا ہے... اور عدالت سچائی کے ساتھ کھڑی ہوگی۔ دونوں فریقین اپنی دلائل پیش کریں۔"

ادھر... شہزاد کی نگاہیں کرن پر، اور دل میں تینوں بچوں کی ہنسی گونج رہی تھی۔

قسط نمبر:30

عدالت کی فضا خاصی سنجیدہ تھی۔جج صادقہ نے جیسے لمحہ بھر کو ساری فائلیں بند کیں اور کہا:

"وکیل صاحبان، آج کا دن فیصلہ کن نہیں تو اہم ضرور ہے۔اپنے دلائل پیش کیجیے۔"

نظام جمعدار کھڑا ہوا۔خالص اعتماد اور نخوت کا امتزاج اُس کی چال میں نمایاں تھا۔

نظام جمعدار:
"عزت مآب!
ہم اس عدالت کے سامنے ایک ماں کے جذبات لا رہے ہیں۔پروین بی بی... ایک ایسی ماں جو اپنے بچوں کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے۔وہ شخص، شہزاد، جو نہ صرف اُنہیں چھوڑ چکا ہے بلکہ اب اُن پر دعویٰ کر رہا ہے... کیا یہ انصاف ہے؟"

کرن نے کرسی سے اٹھ کر اجازت طلب کی۔

کرن:
"عزت مآب، اگر اجازت ہو... تو میں اپنے سائل، شہزاد، کی جانب سے کچھ گزارشات پیش کرنا چاہوں گی۔"

جج صادقہ نے سر ہلایا۔
"آپ کو مکمل اجازت ہے، محترمہ کرن۔"

کرن کے لہجے میں نرمی بھی تھی، مگر ہر لفظ میں لوہا تھا۔

کرن:
"یہ سچ ہے کہ ایک ماں کا بچوں پر پہلا حق ہے... مگر کیا ماں وہی ہوتی ہے جو کچے کان کی ہو؟
جو بچوں کو محبت نہیں، سازشوں میں پلنے دے؟
عدالت یہ دیکھے کہ پروین بی بی کے اردگرد کون لوگ ہیں۔
ایک ماں... جس کے ہر فیصلے میں ماں یعنی صفیہ بیگم کی چالاکیاں شامل ہوں...
کیا وہ اپنے بچوں کے لیے محفوظ ماں ہے؟"

نظام جمعدار تڑپ کر کھڑا ہو گیا۔

نظام جمعدار:
"آپ ماں کے جذبات پر حملہ کر رہی ہیں، محترمہ کرن! یہ توہینِ مادریت ہے!"

کرن (مسکراتے ہوئے):
"نہیں جناب، میں جذبات کو محفوظ رکھنے کی بات کر رہی ہوں۔ میں ان تین معصوم بچوں کی حفاظت کی جنگ لڑ رہی ہوں، جنھیں اپنے والد کی آغوش چاہیے... جو سکون ہے، سچ ہے، اور وفاداری ہے۔"

نظام جمعدار:
"شہزاد ایک مشکوک کردار ہے۔ اُس پر الزام ہے کہ اس نے پروین کو تنہا چھوڑا!"

کرن (فائل دکھاتے ہوئے):
"یہ دستاویزات دیکھیں، جن پر پروین کے دستخط ہیں۔ ان میں بچوں کی ذمہ داری شہزاد نے اٹھائی... اور صفیہ بیگم نے اُنہیں بہلا پھسلا کر الٹے کاغذات پر سائن کروائے۔
کیا کوئی باپ... جو روز کورٹ کے چکر کاٹ رہا ہے،
جو بچوں کی تصویریں سینے سے لگا کر راتوں کو روتا ہے...
کیا وہ مجرم ہو سکتا ہے؟"

عدالت میں لمحہ بھر کو خاموشی چھا گئی۔

جج صادقہ نے کاغذات پر نگاہ ڈالی، اور کہا:

"عدالت فی الحال کیس کو اگلی سماعت کے لیے محفوظ رکھتی ہے، مگر دونوں وکلاء کی کارکردگی قابلِ تعریف ہے۔"

نظام جمعدار نے کرن کی طرف ایک سرد نگاہ ڈالی، جیسے مان گیا ہو کہ یہ لڑکی آسانی سے ہارنے والی نہیں۔

شہزاد نے کرن کی طرف دیکھا، اور پہلی بار اُس کی آنکھوں میں ایک سپہ سالار کی چمک دیکھی... جو اُس کی جنگ اپنے دل سے لڑ رہی تھی۔

قسط نمبر: 31

رات کے ساڑھے نو بجے تھے۔ شہزاد اپنے چھوٹے سے فلیٹ میں، تینوں بچوں کی تصویریں سامنے رکھے بیٹھا تھا۔ وہ اُنہیں روز تصور میں گود میں بٹھاتا، کہانیاں سناتا، ان کے ماتھے چومتا... اور روتا۔

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔
" کون...؟"
"میں مصدق ہوں، بھائی!"
دروازہ کھولا تو مصدق کے چہرے پر تشویش کی پرچھائیاں تھیں۔

مصدق:
"بھائی... مجھے کچھ کہنا ہے۔ بہت ضروری۔"

شہزاد:
" کیا ہوا؟ خیریت؟"

مصدق (دھیمی آواز میں):
"مجھے جلال کے کسی آدمی سے اطلاع ملی ہے... وہ تمہیں راستے سے ہٹانے کی سازش کر رہا ہے۔ زہر دیا جائے گا... کھانے میں، یا کسی ملاقات کے بہانے۔"

شہزاد ایک لمحے کو ساکت ہوا... پھر ہولے سے بولا:
"میں بچوں کی خاطر یہ زہر بھی پی لوں گا... اگر سچ ثابت کر سکا کہ باپ کبھی دشمن نہیں ہوتا۔"

دوسری طرف...
صفیہ بیگم اور جلال خفیہ ملاقات میں سر جوڑے بیٹھے تھے۔

صفیہ:
"اب بہت ہو چکا۔ وہ لڑکی کرن ہر بار ہماری چال کو مات دیتی ہے۔ اور پروین... اب بھی ہچکچاہٹ کا شکار ہے۔"

جلال:
"تو پھر ماں... کھیل ختم کرتے ہیں۔ ایک فائنل چال... شہزاد کی سانس بند، اور کرن کی ساکھ زمین پر۔"

صفیہ:
"شاندار! ایک لفافہ اُس کے فلیٹ پر... جس میں ہو کرن کے کردار کا جعلی اسکینڈل۔
عدالت میں وہ خود بے نقاب ہو جائے گی!"

جلال مسکرا رہا تھا... مگر صفیہ کے چہرے پر عجیب سا سکون اور زہر تھا۔

اگلی صبح...

کرن عدالت کے راستے میں تھی جب ایک موٹر سائیکل سوار تیزی سے قریب آیا... ایک لفافہ پھینکا اور غائب ہو گیا۔

لفافہ کھولا... اندر کچھ تصاویر تھیں۔ جعلی تصویریں، جھوٹی کہانیاں، مگر سچ کا روپ دھارے ہوئے۔

کرن لرز گئی۔ مگر اُس کی آنکھوں میں خوف نہیں، آگ تھی۔

کرن:
"سچ کے راستے پر چلنے والوں کو بدنامی سے نہیں، خاموشی سے ڈرنا چاہیے... اور میں خاموش نہیں رہوں گی!"

عدالت میں...
شہزاد حاضر تھا۔ کرن قدرے دیر سے پہنچی۔
نظام جمعدار نے موقع کا فائدہ اٹھایا:

نظام:
"عدالت محترم! کرن بی بی کے بارے میں کچھ شواہد میرے پاس ہیں جو ان کی نیت پر سوال اٹھاتے ہیں۔"

جج صادقہ:
"محترمہ کرن، کیا آپ کچھ کہنا چاہیں گی؟"

کرن نے ایک فائل اٹھائی، اور سیدھا نظام کی طرف دیکھ کر بولی:

کرن:
"جی، عزت مآب... میں یہ تصاویر خود عدالت کو پیش کر رہی ہوں... تاکہ یہ جان سکے کہ جھوٹ کیسے سچ کی صورت میں بھیانک روپ دھار لیتا ہے۔

لیکن میں نہیں ڈروں گی... کیونکہ میرا سچ ہے شہزاد کی بے گناہی... اور ان تین معصوم بچوں کی مسکراہٹ!"

جج صادقہ نے کرن کی سچائی کو سراہا۔

اور عدالت میں نظام جمعدار کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

قسط نمبر: 32

فضا میں بے چینی گھل چکی تھی۔

عدالت کی فضا میں کچھ دیر کو شہزاد اور کرن کی سچائی نے دمکتا سورج دکھایا تھا، مگر باہر... صفیہ بیگم اور جلال کا سیاہ بادل ہر کرن کو نگلنے کو تیار تھا۔

کرن ابھی اپنے دفتر پہنچی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

نمبر ان نون تھا۔

آواز آئی...

"تین معصوموں کی ہنسی اگر چاہتی ہو قائم رہے، تو شہزاد کو کیس واپس لینے کا کہو۔ وقت بہت کم ہے، کرن بی بی"...

کرن کے ہاتھ سے فون چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ وہ ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گئی، پھر جھٹ سے شہزاد کو فون کیا:

کرن:

"شہزاد! بچے خطرے میں ہیں... فوراً پروین سے کہو بچوں کو کہیں اور لے جائے"...

شہزاد چونک اٹھا۔

شہزاد:

"کیا کہا...؟ میرے بچے؟"

دوسری طرف...

پروین اس وقت اپنے بھائی جلال کے گھر تھی۔
صفیہ بیگم بچوں کو بہلا رہی تھیں۔ چار سالہ بیٹی آمنہ صفیہ سے لپٹ کر کہانی سن رہی تھی۔ سات سالہ بیٹا علی مسلسل ماں کو دیکھ رہا تھا... جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔

تبھی دروازے پر ایک کار رکی۔ دو سائے اندر داخل ہوئے۔

جلال (پروین کو دیکھ کر):
"بہن، ذرا ماں کے ساتھ بازار تک چلنا... تمہارے لیے کچھ خریدنا ہے۔ بچوں کو یہ لوگ باہر پارک لے جائیں گے۔"

پروین الجھی...
"بچوں کو باہر؟ کیوں؟"

صفیہ بیگم فوراً بولیں:
"ارے... سانس لینے دیں بچوں کو! کب تک کمرے میں بند رکھوگی؟"

پروین نے ایک لمحے کے لیے سوچا... مگر "کچے کان" والی عورت پھر بہک گئی۔

"ٹھیک ہے... مگر زیادہ دیر نہیں۔"

دس منٹ بعد...

شہزاد اور مصدق دروازہ توڑ کر جلال کے گھر داخل ہوئے۔

شہزاد (چیختے ہوئے):
"میرے بچے کہاں ہیں؟"

پروین چونکی،
"وہ... وہ پارک گئے ہیں۔امی نے"...

شہزاد کا دماغ سن ہوگیا۔کرن کی بات،فون پر دی گئی دھمکی... سب سچ ثابت ہورہا تھا۔

مصدق:
"پارک؟ کون لے گیا؟ کس کے ساتھ؟"

پروین کی زبان لڑکھڑا گئی...
"دو انکل تھے... جلال نے کہا تھا کہ وہ جاننے والے ہیں"...

شہزاد (پروین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر):
"تم ماں ہو... یا صرف ماں کی کٹھ پتلی؟"

پروین روتے روتے بیٹھ گئی...
"مجھے سمجھ نہیں آیا... میں تو... میں تو بس"...

اسی وقت ایک انجان نمبر سے شہزاد کے موبائل پر ایک تصویر آئی۔
تصویر میں آمنہ،علی،اور سب سے چھوٹی بچی— سلمٰی—ایک گودام جیسے کمرے میں بند تھے۔

نیچے لکھا تھا:

"اگر بچوں کو واپس چاہتے ہو... تو کرن کو مقدمے سے ہٹاؤ، ورنہ ان کا مستقبل اندھیرا ہے!"

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔

شہزاد، مصدق، اور کرن ایک میز پر بیٹھے نقشے، فون لوکیشنز اور تصاویر کا تجزیہ کر رہے تھے۔

کرن:

"یہ جگہ پرانی بندمل جیسی لگتی ہے... شاید شہر کے صنعتی علاقے میں۔ میں پولیس کو بھی شامل کرنا چاہتی ہوں۔"

شہزاد:

"نہیں کرن... اگر پولیس آئی تو وہ بچوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ میں خود جاؤں گا... اور اپنے بچوں کو نکال کر لاؤں گا۔"

کرن (گمبھیر آواز میں):

"پھر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی... کیونکہ یہ صرف تمہاری جنگ نہیں... ہماری جنگ ہے، سچائی کی!"

قسط نمبر:33

رات کی تاریکی میں جب پورا شہر نیند کے بستر پر پگھل رہا تھا، شہزاد جاگ رہا تھا...
نہ صرف جاگ رہا تھا، بلکہ ایک ایسی جنگ کی تیاری میں تھا، جس کے ہارنے کا مطلب صرف شکست نہیں بلکہ اپنے تینوں بچوں کا کھو جانا تھا۔

کرن، مصدق اور شہزاد نے شہر کے صنعتی زون کے سب سے پرانے علاقے کی نشاندہی کی۔
وہ جگہ جہاں کبھی کپڑے کی بڑی مل ہوا کرتی تھی، اب ایک سنسان گودام میں بدل چکی تھی۔ وہی گودام، جس کی دیواریں اب بچوں کی خاموش چیخوں سے بھیگنے والی تھیں... اگر وقت پر پہنچا نہ گیا۔

رات 15:12

شہزاد نے کالا لباس پہنا، چہرے پر اسکارف باندھا۔
کرن نے اسے ایک چھوٹا سا ہتھیار دیا— قانونی طور پر رجسٹرڈ پستول۔
مصدق، گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا... مگر اندر سے وہ بھی تپ رہا تھا۔

مصدق (آہستگی سے):
"بھیا... بس بچوں کو بچا لیں، پھر جلال اور امی کو میں دیکھ لوں گا۔"

شہزاد نے اس کی طرف ایک نظر ڈالی۔
"نہیں، مصدق... وہ سزا قانون دے گا۔ ہم ان جیسے نہیں بن سکتے۔"

گودام کے نزدیک...

روشنی کی ایک ہلکی سی لکیر شہزاد کو بچوں کے ہونے کا پتہ دے چکی تھی۔
ایک چھوٹی کھڑکی سے جھانکا، تو آمنہ اپنے بھائی کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔
سلمیٰ کسی کے گود میں بے ہوش تھی۔
قریب ہی دو غنڈے بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔
ان کی بندوقیں میز پر پڑی تھیں، لاپرواہی سے۔

شہزاد نے اپنے دل کی دھڑکن کو کنٹرول کیا۔
کرن چھت کے ایک راستے سے گودام کی پچھلی جانب سرک رہی تھی۔
مصدق نے کال کر کے ایک پرائیویٹ سیکیورٹی افسر کو الرٹ کر رکھا تھا، جو تھوڑی ہی دیر میں پولیس کے ہمراہ پہنچنے والا تھا۔

اندر داخل ہونے کا لمحہ آ گیا تھا۔

شہزاد نے پہلا پتھر پھینکا، آواز دائیں طرف ہوئی۔
غنڈے چونک کر اس طرف بڑھے۔
اسی لمحے شہزاد اندر گھسا اور بچوں کے پاس پہنچ گیا۔

علی (کانپتے ہوئے):
"ابّو...؟"

شہزاد (بیٹے کو گلے لگاتے ہوئے):
"ہاں بیٹا... ابّو آ گئے ہیں... کوئی تمہیں اب چھو بھی نہیں سکتا۔"

ایک شور سا ہوا...
غنڈوں نے پلٹ کر شہزاد کو دیکھا... بندوقیں اٹھائیں، مگر اسی لمحے کرن نے چھت سے ایک پتھر ان پر دے مارا۔
ایک کی آنکھ پر لگا، دوسرے نے فائر کیا۔ گولی شہزاد کے کندھے کو چیرتی ہوئی نکلی۔

مگر... شہزاد نے بچوں کو سینے سے لگائے رکھا۔

پولیس کے سائرن کی آواز آئی۔
غنڈے بدحواس ہو کر بھاگے... مگر باہر مصدق نے انہیں دبوچ لیا۔

اگلی صبح...

خبریں شہزاد کی بہادری سے بھری ہوئی تھیں۔
"ایک باپ نے بچوں کے لیے موت کو شکست دی"
"پروین کے شوہر نے بچوں کو بچایا، مگر زخم خوردہ دل لیے!"

پروین عدالت کے باہر بیقرار کھڑی تھی۔
کرن نے آ کر اسے دیکھا...
"تمہارے بچوں کو تمہارے شوہر نے بچایا... اور تم اب بھی ان سے دور ہو؟"

پروین کی آنکھوں سے ندامت بہہ رہی تھی۔

پروین (آنسو بہاتے ہوئے):
"میں کچے کان کی ضرور ہوں... مگر دل سے بے وفا نہیں... اب امی اور جلال کو نہیں مانوں گی"...

قسط نمبر: 34

شہزاد ہسپتال کے بیڈ پر لیٹا تھا۔ بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی، مگر چہرہ پُرعزم اور نگاہیں پرعقیدت تھیں۔ کرن اور مصدق، دونوں اس کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تینوں بچے، اُس کے گلے میں لپٹے ہوئے نیند میں جھول رہے تھے۔

کرن نے شہزاد کی طرف دیکھا، مسکرائی...
"آپ کے بازو میں گولی لگی ہے، مگر آپ کی ہمت میں نہیں۔"

شہزاد نے بچوں کے بالوں کو سہلاتے ہوئے کہا:
"یہی میری اصل طاقت ہیں... کرن۔"

مصدق:
"امی اور جلال کا کیا کریں گے؟"

شہزاد:
"قانون کا دروازہ کھلا ہے... اور اب عدالت ہی فیصلہ کرے گی کہ یہ کھیل کتنا اور چلے گا۔"

دوسری طرف...

صفیہ بیگم اور جلال، ایک خستہ حال کمرے میں بیٹھے تھے۔
صفیہ بیگم کے چہرے پر نفرت کی جھریاں اور شکست کی جھلک تھی۔

صفیہ (چلّا کر):
"شہزاد نے ہمیں رسوا کر دیا! ہم نے جو بساط بچھائی تھی، اُس پر وہ اپنے بچوں کو لے کر بادشاہ بن بیٹھا!"

جلال:
"امی! بس ایک موقع اور... نظام جمعدار اب بھی ہمارے ساتھ ہے۔ وہ چاہے تو سب گواہ جھوٹے بنوا سکتا ہے، نئی کہانی لکھ سکتا ہے۔"

صفیہ:
" کرن... کرن وہ خطرناک لڑکی ہے... نظام کو اس کے خلاف استعمال کرو"...

اگلے دن... عدالت میں
عدالت میں خاص ہجوم تھا۔ میڈیا بھی موجود۔ شہزاد کی زخمی حالت اور بچوں کی بازیابی نے مقدمے کو ایک نیا رخ دے دیا تھا۔

جج صاحبہ نے گہری نظروں سے دونوں وکلاء کو دیکھا۔

جج:
"آج کی سماعت میں ہمیں انکشاف ہوا کہ بچے اغوا کیے گئے، اور والد نے انہیں بچایا۔ اس معاملے پر وکلا اپنے دلائل پیش کریں۔"

نظام جمعدار (مسکراتے ہوئے):
"عزت مآب! یہ سارا ڈرامہ خود شہزاد نے ہی رچایا، تاکہ عوامی ہمدردی سمیٹ سکے۔ کوئی عینی شاہد نہیں، کوئی ویڈیو نہیں... صرف

کہانیاں"...

کرن (تیز لہجے میں):
"عزت مآب! اگر شہزاد یہ سب جھوٹ بول رہا ہے، تو گولی اس کے جسم میں کیوں پیوست ہوئی؟ بچے اسے ابّا کیوں کہہ کر لپٹ گئے؟ اغوا کار کون تھے؟ اور وہ سب پولیس کی حراست میں کیوں ہیں؟ کیا نظام صاحب اپنی چالاکی سے حقیقت کو جھٹلا سکتے ہیں؟"

جج نے زور سے میز پر ہاتھ مارا۔
"خاموشی اختیار کی جائے! کرن بی بی... آپ کے دلائل نوٹ کیے جا چکے ہیں۔"

عدالت برخاست ہونے کے بعد...

نظام جمعدار نے کرن کو تنہا پکڑا۔
" کرن بی بی، آپ بہت ذہین ہیں... اور خوبصورت بھی... اگر چاہیں تو ایک معاہدہ ہو سکتا ہے۔"

کرن نے طنزیہ ہنسی ہنسی:
"تم جیسے لوگوں سے سودے وہ کرتے ہیں جن کا ضمیر مردہ ہو چکا ہو۔ میں شہزاد کے بچوں کی ماں نہیں، مگر اس کے انصاف کی سپاہی ضرور ہوں!"

رات... پروین کی آنکھ کھلی۔

اُسے خواب میں جلال اور ماں کے چہرے نظر آئے... زہریلی مسکراہٹیں، بچوں کی چیخیں، اور شہزاد کی زخمی آنکھیں۔

پروین (کانپتے ہوئے):
"نہیں... اب نہیں... امی کی گود زہر ہے... بھائی کا سایہ دھواں ہے... مجھے شہزاد کی چھاؤں میں لوٹنا ہے"...

قسط نمبر:35

رات کے پچھلے پہر کا سکوت تھا، مگر پروین کی نیند غائب ہو چکی تھی۔ بچوں کی پرانی تصویریں، شہزاد کی سادہ باتیں، اور عدالت میں کرن کی پُراعتماد آواز اُس کے ذہن میں شور مچا رہی تھی۔

پہلی بار اُسے ماں کی باتوں میں زہر محسوس ہو رہا تھا، جلال کی آنکھوں میں چمکتا لالچ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بیوی تھی، مگر کچّے کان کی... اب وہ کان سنبھالنا چاہتی تھی۔

پروین (آہستگی سے):
"میں نے سچ کو دیر سے پہچانا... مگر ابھی بہت کچھ بچ سکتا ہے... میرے بچے، میرا شوہر"...

صبح عدالت میں...

کرن فائلوں کے انبار میں مصروف تھی۔ شہزاد بھی پہنچ چکا تھا۔ جج صاحبہ نے جیسے ہی نشست سنبھالی، پروین عدالت میں داخل ہوئی... تنہا، سادہ لباس میں، نقاب کے بغیر، اور آنکھوں میں ندامت کی نمی لیے۔

سب کی نگاہیں اُس پر جم گئیں۔

شہزاد کا دل ایک لمحے کو کانپ اٹھا...
مصدق نے سرگوشی کی:

"بھائی... وہ شاید... اب بدل چکی ہے۔"

پروین نے جج کے سامنے آکر جھک کر سلام کیا۔

پروین:
"عزت مآب! میں اس عدالت میں آج پہلی بار دل سے حاضر ہوئی ہوں... ماں نے جو کہا، بھائی نے جو سمجھایا... وہ سب دھوکہ تھا۔ میرے بچے شہزاد کے ہیں، اور میں اس کا ساتھ چھوڑ کر خود کو کھو بیٹھی۔ میں حلفیہ کہتی ہوں... آج کے بعد نہ میں کسی سازش کا حصہ ہوں، نہ کسی لالچ کا شکار۔"

عدالت میں خاموشی چھا گئی۔
کرن کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔ شہزاد نے نظریں چرا لیں، مگر اس کے لبوں پر ایک چھوٹی سی دعا نے جنم لیا۔

نظام جمعدار (طنز سے):
"کیا یہ نیا ڈرامہ ہے؟ یا شہزاد نے ایک بار پھر اداکاری کے جوہر دکھائے؟"

کرن (تیز لہجے میں):
"نظام صاحب! جو عورت اپنے بچوں کی محبت میں ماں سے بغاوت کر لے، اُسے ڈرامہ کہنا... عدالتی توہین ہے!"

جج (نرمی سے):
"پروین... آپ کے بیان سے مقدمہ ایک نئے موڑ پر آ گیا ہے۔ عدالت چاہے گی کہ آپ تحریری بیان دیں۔ اگر یہ سچ ہے تو انصاف آپ کے ساتھ ہے۔"

اسی رات... جلال کا فون صفیہ بیگم کو آتا ہے۔

جلال (غصے سے):

"امی! پروین پھسل گئی ہے۔ وہ اب ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔"

صفیہ:

"بیوقوف لڑکی! اب ہمیں نظام کے ذریعے کرن کو نشانہ بنانا ہوگا۔ وہی ہماری آخری رکاوٹ ہے!"

قسط نمبر:36

عدالت میں پروین کی واپسی اور سچائی نے سب کو چونکا دیا تھا۔شہزاد کی خاموشی بھی اب امید کی چاپ سننے لگی تھی۔کرن نے قانونی طور پر پروین کا تحریری بیان بھی داخل کر دیا تھا،اور اگلی سماعت میں فیصلہ متوقع تھا۔مگر نظام جمعدار اور صفیہ بیگم کے چہرے پر اضطراب صاف جھلک رہا تھا۔

نظام (صفیہ سے):
"اگر کرن عدالت پہنچی... تو یہ کیس ہاتھ سے نکل جائے گا۔وہ لڑکی صرف ذہین نہیں... خطرناک حد تک نڈر بھی ہے۔"

صفیہ بیگم (ہونٹ بھینچتے ہوئے):
" کرن کو عدالت تک نہیں پہنچنے دینا ہے... جلال نے سب بندوبست کر لیا ہے۔"

اگلی صبح... عدالت میں سماعت کا دن

شہزاد، مصدق اور پروین وقت سے پہلے پہنچ چکے تھے۔کرن ابھی نہیں آئی تھی۔عدالت کا وقت ہو چکا تھا، جج صاحبہ بھی آ گئیں، مگر کرن کی نشست خالی تھی۔

شہزاد کی پریشانی بڑھنے لگی۔

شہزاد:

"وہ کبھی دیر نہیں کرتی... کچھ گڑبڑ ہے مصدق۔"

مصدق (فوراً فون نکالتے ہوئے):
"میں دیکھتا ہوں، لوکیشن ٹریس کرتا ہوں۔"

فون بجتا رہا... مگر کوئی جواب نہ آیا۔

دوسری طرف، ایک سنسان ویران بنگلہ...

کرن آنکھیں کھولتی ہے، خود کو کرسی سے بندھا پاتی ہے۔ چہرے پر خراشیں، مگر حوصلہ سلامت۔

نظام سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

نظام (زہریلے انداز میں):
"میڈم کرن! کتنا اچھا ہوتا کہ تم قانون کی کتاب سے باہر نہ نکلتیں۔"

کرن (ہنستی ہے):
"میں قانون کی بیٹی ہوں، تم جیسے گندے صفحے ہمیشہ پھاڑ دیے جاتے ہیں۔"

نظام نے ایک زوردار تھپڑ مارنے کو ہاتھ اٹھایا، مگر کرن کی بےخوف ہنسی سے وہ لمحہ رک سا گیا۔

کرن:

"یاد رکھو... شہزاد کمزور نہیں، اور اب پروین بھی جاگ چکی ہے۔ تم سب کے پاس وقت کم ہے۔"

عدالت میں...

جج صاحبہ نے سماعت کو تیس منٹ کے لیے ملتوی کیا، مگر تب ہی ایک آڈیو ریکارڈنگ عدالت میں جمع کرائی گئی — یہ ریکارڈنگ کرن کی تھی، جو اس نے اغوا سے قبل خودکار طریقے سے شہزاد کو واٹس ایپ پر بھیجی تھی۔

کرن کی آواز (ریکارڈنگ میں):
"اگر مجھے کچھ ہوا تو نظام جمعدار، جلال اور صفیہ بیگم... تینوں اس کے ذمے دار ہیں۔ میں شہزاد کے کیس کی وکیل ہوں اور سچائی کے ساتھ کھڑی ہوں۔"

عدالت میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔

جج صاحبہ (سخت لہجے میں):
"عدالت پولیس کو حکم دیتی ہے کہ فوری طور پر کرن کو بازیاب کرایا جائے، اور نظام جمعدار کی گرفتاری عمل میں لائی جائے!"

اس دوران...

مصدق نے کرن کا لوکیشن سگنل پکڑ لیا تھا۔ پولیس کے ساتھ وہ بنگلے تک پہنچا، اور ایک مختصر مگر سخت مقابلے کے بعد کرن کو آزاد کرا لیا گیا۔

کرن (باہر آ کر شہزاد سے):

"اب میں صرف تمہارا مقدمہ نہیں، تمہارا یقین بھی ہوں۔"

شہزاد (نرمی سے):

"اور میں تمہارا احسان مند... ہمیشہ۔"

قسط نمبر: 37

عدالت کے باہر جب کرن نے شہزاد کا ہاتھ تھاما تو اس کی آنکھوں میں وہ اعتماد تھا، جو کسی سچے مقصد کے لیے لڑنے والے کے چہرے پر ہوتا ہے۔ پروین تھوڑی فاصلے پر کھڑی سب دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کئی سوال، کئی بے چینیاں اور ایک گہری خاموشی تھی۔

اس دن عدالت نے نظام جمعدار کی عبوری ضمانت منسوخ کرتے ہوئے اسے عدالتی حراست میں بھیج دیا۔ جلال اب بھی مفرور تھا، اور صفیہ بیگم... سہم چکی تھیں، مگر سازش کے بیج اب بھی ان کی سوچ میں بوئے ہوئے تھے۔

شام کو، پروین کا شہزاد سے سامنا۔

پہلی بار دونوں تنہا... بغیر کسی وکیل، بغیر کسی دیوار کے۔

پروین (مدھم لہجے میں):
"شہزاد... ایک سوال پوچھوں؟"

شہزاد (ساکت مگر نرم لہجے میں):
"ہاں، پروین۔"

پروین:
"اتنے زخموں کے بعد بھی... تم مجھے معاف کر سکتے ہو؟"

شہزاد نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی، پھر بچوں کی طرف دیکھا، جو کھیل رہے تھے— سات سالہ آفاق، چار سالہ علیزہ، اور ایک سال کی چھوٹی زینب۔

شہزاد:
"میں معافی کا قائل نہیں... محبت کا ہوں۔
تم نے خطا کی، مگر دل کو چھوڑا نہیں۔
بس تم کچے کان کی رہی...
اب اگر سننے کا ہنر آ جائے،
تو نئی شروعات ہو سکتی ہے۔"

پروین (روتے ہوئے):
"میں وہ سب جھیل چکی ہوں جو کسی اور کے بہکاوے میں آ کر جھیلنا نہیں چاہیئے تھا۔
میری ماں... میرا بھائی... اور وہ وکیل...
سب نے مجھے تم سے دور کیا... مگر میری روح آج بھی تمہارے ساتھ ہے۔"

شہزاد (آہستہ سے):
"تو پھر روح کو جسم سے جوڑنے کا وقت آ چکا ہے۔"

اسی لمحے مصدق اندر آتا ہے۔

مصدق (مسکرا کر):

"بڑے بھائی، وہ گھر جو آپ نے کبھی بسایا تھا،
اب اس کی دیواروں میں دراڑیں ختم ہو رہی ہیں۔
وقت ہے دوبارہ بنیادیں پختہ کرنے کا۔"

پروین:
"اور اس بار میں خود اینٹ بنوں گی...
جو اس گھر کو گرنے نہیں دے گی۔"

قسط نمبر:38

سین: اسکول کی فیکلٹی میٹنگ، جہاں شہزاد انچارج ٹیچر کی حیثیت سے موجود ہے۔

خوبصورت لان میں اسکول اسٹاف کا اجتماع تھا۔ اسٹیج پر شہزاد حسبِ معمول مسکراتا، پر اعتماد، ہلکے پھلکے جملے چست کرتا، اور اپنے ساتھی اساتذہ میں گھلتا جا رہا تھا۔ وہ ایک ایسا استاد تھا، جو نہ صرف بچوں کے لیے مقبول تھا بلکہ اپنے ساتھیوں کے لیے بھی روشنی کی مانند تھا۔

مگر ایک چہرہ تھا، جو اس مسکراہٹ سے چڑ تا تھا...
پرنسپل ظہیر الدین۔
ادھیڑ عمر، خوش لباس، مگر اندر سے خود پسندی اور حسد کا مارا ہوا۔

ظہیر الدین (اپنے کمرے میں ایک نائب استاد سے):
"یہ شہزاد... سمجھتا کیا ہے خود کو؟ ہر جگہ ہیرو بننے کی کوشش میں رہتا ہے۔
طلبا اسے پسند کرتے ہیں، والدین اس پر اعتماد کرتے ہیں،
اور اب تو بورڈ کے ممبران بھی اسے ترقی کے لیے تجویز کر رہے ہیں!
مجھے یہ سب ہضم نہیں ہو رہا۔"

نائب استاد:
"سر، تو کیا آپ کچھ کرنے کا سوچ رہے ہیں؟"

پرنسپل ظہیر (آہستگی سے):
"سوچنے کا وقت گزر گیا ہے... اب کرنے کا وقت ہے۔
میں اس کے خلاف ایک ایسی چال چلوں گا کہ وہ خود ہنسنا بھول جائے گا۔"

دوسری طرف، شہزاد ہنستے ہوئے اسٹاف روم میں داخل ہوتا ہے۔

شہزاد (مسکراتے ہوئے):
"یارو، زندگی بہت مختصر ہے...
ادھورے خوابوں اور بیزار چہروں کے ساتھ گزارنے کے لیے نہیں بنی!
چلو، بچوں کو کچھ ایسا پڑھاتے ہیں کہ وہ سوچنے لگیں،
اور ایسا ہنساتے ہیں کہ وہ جینا سیکھیں۔"

اساتذہ قہقہے لگاتے ہیں۔
کرن بھی اکثر اسکول آتی ہے، قانونی کاموں کی آڑ میں... اور شہزاد کے جذبے کو دیکھ کر اس کا دل مزید احترام سے بھر جاتا ہے۔

لیکن وہ نہیں جانتا...

پرنسپل ظہیر نے شہزاد کی چند کلاسز کی شکایتیں والدین کے ذریعے پلان کروادی ہیں،
اور ایک خفیہ آڈیو کلپ ایڈیٹ کروا کے بورڈ کو بھیجنے والا ہے...
جس میں شہزاد کو طلبا پر غیر مناسب تبصرے کرتے ہوئے "ثابت" کیا جائے گا۔

ظہیر کی سوچ تھی:

"جب کردار پر داغ لگتا ہے، تو مسکراہٹیں مرجھا جاتی ہیں"...

ادھر پروین بھی بچوں کو لے کر اسکول کے سالانہ فنکشن کی تیاریوں میں شریک ہوتی ہے۔
آفاق کی پرفارمنس دیکھنے کی خوشی شہزاد کے چہرے پر چھلک رہی ہوتی ہے۔
مگر اسے نہیں معلوم... اس اسٹیج کے پیچھے سازشوں کی طنابیں کس دی جا چکی ہیں۔

قسط کا اختتام ایک جھٹکے پر ہوتا ہے:

فنکشن کے اگلے دن، شہزاد کو اسکول کی میٹنگ میں طلب کیا جاتا ہے۔
پرنسپل ظہیر ایک بند لفافہ اس کے سامنے رکھتا ہے۔

ظہیر (زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ):
"یہ آپ کے بارے میں والدین کی شکایات کا ریکارڈ ہے...
اور یہ آڈیو کلپ... جو ہم بورڈ کو بھیج رہے ہیں۔"

شہزاد (چونک کر، مگر اعتماد سے):
"ظہیر صاحب، سچ جھوٹ میں فرق ہوتا ہے...
اور میں وہ نہیں، جو آپ کی سوچ سے ہار مان جائے۔"

قسط نمبر:39

کمرے میں سنّاٹا طاری تھا۔
شہزاد کے سامنے میز پر وہ لفافہ رکھا تھا...
جس میں چھپی سازش، ایک کردار کُشی کی چال،
اور ظہیر الدین کا مکروہ ہنر تھا۔

شہزاد (خاموشی سے لفافہ کھولتے ہوئے):
" کبھی کبھی انسان پر جھوٹ کا پہاڑ ٹوٹتا ہے،
مگر جو سچ کا سپاہی ہو، وہ سر نہیں جھکاتا"...

لفافے میں موجود چند والدین کی جھوٹی دستخط شدہ شکایات،
اور ایک ایڈیٹ کی ہوئی آڈیو کلپ تھی،
جس میں شہزاد کی آواز کو توڑ مروڑ کر دکھایا گیا تھا جیسے وہ طلبا کے بارے میں نامناسب باتیں کر رہا ہو۔

پرنسپل ظہیر (مصنوعی سنجیدگی سے):
"شہزاد صاحب، یہ اسکول کا وقار ہے...
ایسی صورتِ حال میں بورڈ سخت قدم اٹھا سکتا ہے۔
آپ کو وقتی طور پر معطل کیا جا رہا ہے،
جب تک کہ تحقیقات مکمل نہ ہوں۔"

شہزاد نے گہرا سانس لیا۔
ظہیر کی چال کا اسے کچھ اندازہ تھا،

مگر یہ وار کچھ زیادہ ذاتی اور زہریلا تھا۔

شہزاد اسکول سے باہر نکلا... اور سیدھا کرن کے دفتر پہنچا۔

کرن پہلے ہی کچھ معلومات حاصل کر چکی تھی۔

کرن (غصے سے):
"یہ آواز تو تمہاری ہے، مگر سیاق و سباق بدل دیا گیا ہے!
یہ محض ایک سازش ہے۔ مجھے شک ہے کہ یہ کلپ ایڈیٹ ہوا ہے۔
میں فورینزک ٹیم سے اس کی تصدیق کراؤں گی۔"

شہزاد (پراعتماد لہجے میں):
" کرن، میں جھوٹ کے اس سیلاب میں نہیں بہوں گا...
سچ کا کنارہ ہمیشہ محفوظ ہوتا ہے۔"

ادھر، پروین پہلی بار کھل کر بولی۔
وہ اسکول پہنچی، تینوں بچوں کو ساتھ لے کر،
ظہیرالدین کے آفس میں۔

پروین (سخت لہجے میں):

"یہ میرے شوہر کا کردار ہے...
یہی وہ ہے جوان بچوں کا مستقبل ہے۔
اگر آپ نے ایک بار بھی بغیر سچ جانے فیصلہ لیا،
تو میں پورے اسکول کو عدالت میں گھسیٹوں گی!"

ظہیر نے پہلی بار پروین کو اس روپ میں دیکھا۔
پروین اب صرف 'کچّے کان کی عورت' نہیں رہی تھی...
وہ اب ماں بھی تھی، شریکِ حیات بھی،
اور انصاف کی طلبگار بھی۔

سین بدلتا ہے... مصدق منظر میں آتا ہے۔

مصدق نے ظہیر کے نائب استاد سے دوستی بڑھا کر راز اگلوا لیے تھے۔

مصدق (شہزاد کو):

"بھائی، کل رات وہ خود کہہ رہا تھا...
کہ یہ سارا منصوبہ پرنسپل نے بنایا ہے۔
میں نے آڈیو ریکارڈنگ کی ہے۔"

شہزاد کی آنکھوں میں چمک لوٹ آئی۔

شہزاد:

"اب لڑائی صرف میری نہیں...
یہ ان تمام سچائیوں کی ہے جنھیں جھوٹ کے اندھیروں میں دبایا جاتا ہے۔"

اگلی صبح، کرن کی قانونی دلیل، پروین کی گواہی، اور مصدق کی خفیہ ریکارڈنگ نے...

اسکول بورڈ کے اجلاس میں زلزلہ لا دیا۔
ظہیرالدین کا جھوٹ بینقاب ہو چکا تھا۔
آواز کا فورینزک ثبوت، ایڈیٹنگ کا سراغ، اور نائب استاد کی ریکارڈنگ... سب شہزاد کے حق میں تھے۔

بورڈ ممبر:

"شہزاد صاحب، ہم شرمندہ ہیں...
آپ کو بحال کیا جاتا ہے... اور ظہیرالدین کو معطل کر کے تفتیش شروع کی جا رہی ہے۔"

قسط کے آخر میں، شہزاد اسٹیج پر بچوں کو پڑھاتے ہوئے نظر آتا ہے...
پروین عقبی نشست پر مسکرا رہی ہوتی ہے...
اور تینوں بچے اپنے باپ کے الفاظ سے مستقبل کی امید چنتے ہیں۔

قسط نمبر:40

رات کا اندھیرا دھیرے دھیرے پروین کے ذہن پر چھا رہا تھا۔
شہزاد سے اُس کی دوری اب پگھلنے لگی تھی۔
بچوں کا معصوم پیار، شہزاد کی مسلسل سچائی، اور کرن و مصدق کی غیر متزلزل حمایت نے پروین کو الجھن میں ڈال دیا تھا۔

مگر تب... جلال واپس آیا!
میکے سے اُسے ماں کی طرف سے پروین کے بدلتے رویے کی اطلاع ملی تھی۔

جلال (اپنی ماں سے):
"امی! اگر وہ واپس پلٹ گئی تو ہمارے ہاتھ کیا آئے گا؟
یہ مکان، زیور، بچے کی کفالت، سب گیا ہاتھ سے"...

ماں (تلخی سے):
"میں اُس کو پھر الجھاؤں گی۔
وہ اب بھی کچّے کان کی ہے...
بس بات گھما کر کرنا آنا چاہیے۔"

اگلی دوپہر... پروین تنہا لان میں بچوں کے کھلونے سمیٹ رہی تھی۔
جلال اچانک سامنے آ گیا۔

جلال (نرمی سے):
"بہن... تُو خوش تو ہے؟
وہ شہزاد تو اب تماشہ بن گیا نا؟
سنا ہے اسکول میں بھی معطّلی ہوئی تھی؟"

پروین چونکی... جلال کی باتوں میں ہمدردی کم اور زہر زیادہ تھا۔

پروین (سرد لہجے میں):
"معطّلی ختم ہو چکی ہے۔
وہ باعزت بحال ہو چکا ہے۔
اور وہ میرے بچوں کا باپ ہے"...

جلال کا چہرہ پل بھر کو سُرخ ہو گیا۔

جلال (بات گھما کر):
"ہاں، ہاں... مگر امی کہہ رہی تھیں کہ کرن... وہ وکیل... کچھ زیادہ ہی شہزاد کے قریب ہو گئی ہے"...

پروین (پہلی بار غصے سے):
"کیا تم لوگ اب بھی مجھے بدگمان کرنا چاہتے ہو؟
کیا میرے دل میں جو شک تھا وہی تم لوگوں نے بویا؟
کیا تم لوگوں نے میرے سچ کو، میرے بچوں کے مستقبل کو صرف دولت کے لیے قربان کیا؟"

جلال پیچھے ہٹ گیا...
پروین کے لفظ خنجر کی طرح چلے تھے۔
وہ اب صرف "کچّے کان کی عورت" نہیں تھی،
بلکہ ایک باشعور ماں، بیوی اور عورت بن چکی تھی۔

دوسری طرف... کرن اور شہزاد ایک عدالت میں نئے مقدمے کی تیاری کر رہے تھے۔
اس بار کیس ظہیر الدین کے خلاف نہیں،
بلکہ پروین کے بھائی جلال اور ماں کے خلاف تھا۔

کرن (فائل بند کرتے ہوئے):
"شہزاد، اگر تم چاہو تو میں پروین کو بطور گواہ پیش نہ کروں...
تمھارے جذبات مجروح نہ ہوں، یہ میری ترجیح ہے۔"

شہزاد (سنجیدگی سے):
"نہیں کرن، میں چاہتا ہوں پروین بولے...
پہلی بار اپنی آواز خود بنے...
تاکہ یہ دنیا دیکھے، سچائی عورت کے لبوں پر بھی ہو سکتی ہے۔"

قسط کے اختتام پر... پروین اپنی ماں کے سامنے کھڑی تھی۔
اس کی آنکھوں میں نمی نہیں، عزم تھا۔

پروین (ٹھہرے لہجے میں):
"امی، آپ نے مجھے اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا...
اب میں اپنی بیٹیوں کو سکھاؤں گی کہ عورت کچّے کان کی نہیں،
بلکہ سچائی کی روشنی ہے۔"

قسط نمبر: 41

عدالت کی راہداری میں گہری خاموشی تھی...
آج کا دن فیصلہ کن تھا۔
جج صاحبہ، محترمہ صالحہ بیگ، اپنے چہرے پر سنجیدگی اور آنکھوں میں سوال لیے بینچ پر براجمان تھیں۔

سامنے شہزاد، کرن، مصدق... اور گواہ کی کرسی پر... پروین۔

پہلی بار پروین نے خود گواہ بننے کی حامی دی تھی۔
کرن نے اسے مقدمے کے ہر پہلو سے روشناس کروایا تھا،
لیکن جو اصل گواہی تھی... وہ پروین کے دل کی تھی۔

جج (نرم لہجے میں):
"محترمہ پروین، آپ کو اپنے بیان کے ہر لفظ کی ذمہ داری لینی ہے۔
کیا آپ تیار ہیں؟"

پروین (ہچکچاہٹ کے بغیر):
"جی، میں پوری سچائی بیان کرنے آئی ہوں... اپنے ضمیر کے سامنے کھڑی ہو کر۔"

عدالت میں مکمل خاموشی چھا گئی۔
نظام جمعدار، جو پروین کی ماں اور جلال کا وکیل تھا، کرسی پر بیچینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

کرن (پُراعتماد لہجے میں):
"پروین صاحبہ، بتائیے... کیا آپ شہزاد احمد کی بیوی ہیں؟"

پروین:
"جی ہاں۔"

کرن:
"کیا تینوں بچے شہزاد احمد کے ہیں؟"

پروین (نگاہیں جھکائے بغیر):
"جی... وہی ان کے باپ ہیں۔"

کرن:
"کیا آپ نے شوہر پر کوئی الزام لگایا تھا... جس کی بنیاد پر وہ مقدمے میں الجھ گئے؟"

پروین کا گلا خشک ہو گیا...
پل بھر کو عدالت دھندلا گئی...
مگر شہزاد کی آنکھوں میں موجود خاموش اعتبار نے اُسے بولنے کی ہمت دی۔

پروین (آنسو ضبط کرتے ہوئے):

"ہاں، میں نے الزام لگایا تھا...
لیکن اب سمجھتی ہوں کہ وہ الزام میری کمزوری، میرے کچّے کان، اور ماں و بھائی کی سازشوں کا نتیجہ تھا۔"

عدالت میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔
نظام جمعدار اپنی فائل زور سے بند کر کے اٹھ بیٹھا۔

نظام جمعدار (اعتراض کرتے ہوئے):
"یہ بیان مقدمے کے رخ کو بدلنے کی کوشش ہے۔
یہ گواہ خود متضاد بیانات دے چکی ہے۔"

جج صالحہ بیگ:
"خاموش رہیے، نظام صاحب۔
عدالت کے سامنے سچ آنا ہی انصاف کی بنیاد ہے۔
پروین بی بی، آپ اپنی بات جاری رکھیں۔"

پروین (سراپا عزم بن کر):
"میں ایک بیوی، ایک ماں، اور ایک بیٹی تھی...
لیکن میری شناخت ان رشتوں سے نہیں، میرے فیصلوں سے بنتی ہے۔
میں نے شہزاد کو کھونے کے بعد جانا کہ سچ کی بنیاد پر ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑا جا سکتا ہے،
جھوٹ کی بنیاد پر بنائے گئے محل ریت سے بھی کمزور ہوتے ہیں۔
میں آج اعلان کرتی ہوں...
کہ شہزاد بے گناہ ہے، سچا ہے،

اور میں اس کی بیوی، اُس کی ہمسفر بن کر زندگی کے ہر موڑ پر ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں"...

عدالت خاموش تھی،
مگر شہزاد کی آنکھوں میں نمی تھی، مصدق کی آنکھوں میں فخر،
اور کرن نے پہلی بار ایک وکیل کے بجائے ایک انسان کی طرح پروین کو سلام کیا۔

جج صاحبہ نے حکم دیا:
"عدالت پروین بی بی کے بیان کی روشنی میں شواہد کی نئے سرے سے جانچ کا حکم دیتی ہے...
اور مقدمے کے اگلے مرحلے میں تمام فریقین کو دوبارہ طلب کیا جاتا ہے۔"

قسط کا اختتام ایک خاموش لمحے پر ہوتا ہے...
جب پروین بچوں کو گلے لگا کر شہزاد کے قریب آتی ہے،
اور وہ تینوں معصوم وجود ایک بار پھر ماں باپ کے درمیان اُمید بن کر مسکرا دیتے ہیں۔

قسط نمبر:42

عدالت سے نکلتے وقت پروین نے پہلی بار اپنے تینوں بچوں کو شہزاد کے ساتھ ہاتھوں میں تھام کر ایک تصویر جیسا منظر بنا دیا تھا۔
کرن مطمئن تھی، مصدق پرسکون، اور شہزاد کے دل میں ایک جنگ اب بھی جاری تھی—
جنگ نظام جمعدار جیسے مکار وکیل،
پروین کی ماں جیسے سازشی دماغ،
اور اب... پرنسپل جیسے رقیبِ پوشیدہ سے۔

(منظر: شہزاد کا اسکول)

اگلی صبح شہزاد اسکول کے اسٹاف روم میں بیٹھا، بچوں کی فائلز کا جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک پرنسپل، سرد چہرے اور بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

پرنسپل (آہستگی سے):
"مسٹر شہزاد، سنا ہے عدالت میں خاصی ہمدردی مل گئی آپ کو...؟"

شہزاد (مسکراہٹ چھپاتے ہوئے):
"سچ کی گواہی کسی کمرے میں نہیں، ضمیر میں گونجتی ہے۔
عدالت نے صرف آواز کو سنا۔"

پرنسپل (کرخت لہجے میں):
"لیکن اسکول میں عدالتی فیصلے نہیں، تعلیمی ضوابط بولتے ہیں۔
ایک ٹیچر کی حیثیت سے...
آپ پر مقدمہ اور اخبار میں خبریں ہمارے ادارے کے وقار پر سوال اٹھاتی ہیں۔
شاید آپ کو کچھ وقت کے لیے 'ریسٹ' لینا چاہیے۔"

شہزاد کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرت کا رنگ ابھرا...
لیکن فوراً اُس نے ضبط کیا۔
وہ جانتا تھا، پرنسپل صرف رقیب نہیں، اندر ہی اندر نظام جمعدار سے ملا ہوا تھا۔

شہزاد (پُرامن لہجے میں):
"وقت کی رخصت لوں گا... مگر سچ کی چھٹی کبھی نہیں کروں گا۔
اور ادارے کی عزت... میرے اخلاق سے جڑی ہے، خبروں سے نہیں۔"

پرنسپل (طنزیہ ہنسی کے ساتھ):
"دیکھیے گا، شہزاد صاحب...
جب فائلیں چلتی ہیں، تو کردار نہیں بچتے۔"

(منظر بدلتا ہے... نظام جمعدار کا دفتر)

نظام جمعدار، پروین کی ماں، اور جلال خفیہ ملاقات میں مشغول تھے۔

نظام (مکارانداز میں):
"پروین نے عدالت میں شہزاد کا ساتھ دے کر ہمارے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔
لیکن یہ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی۔
اب ہمیں اسکول کو نشانہ بنانا ہے۔
پرنسپل ہمارا آدمی ہے۔
ہم شہزاد کی نوکری، عزت، اور ذہنی سکون... سب کچھ چھین لیں گے۔"

پروین کی ماں (زہر بھری زبان میں):
"شہزاد کو سب سے پہلے اس کی معاش سے کاٹنا ہوگا...
پھر یہ رشتہ خود ٹوٹ جائے گا۔"

جلال (لالچ بھری نظروں سے):
"اور بچوں کی کسٹڈی؟
کیا وہ بھی شہزاد کے پاس رہیں گے؟"

نظام (چالاکی سے):
"ہم قانون کے ذریعہ ایک نئی پٹیشن دائر کریں گے...
جس میں شہزاد کو 'عدم کفایت' کا شکار ثابت کریں گے۔"

(منظر: شہزاد کا گھر، رات کا وقت)

شہزاد کرسی پر بیٹھا، بچوں کو سلاتے ہوئے پروین سے کہتا ہے:

شہزاد:

"یہ جنگ صرف عدالت کی نہیں رہی،
اب میری زندگی، میرے اسکول، میرے بچوں... سب پر سازشوں کا سایا ہے۔
لیکن میں جھکوں گا نہیں۔"

پروین (آنسو صاف کرتے ہوئے):

"اب میں تمہارے ساتھ ہوں، شہزاد۔
ماں کو چھوڑ چکی ہوں... بھائی کو پہچان چکی ہوں۔
اگر نوکری چھن بھی گئی...
تو ہم مل کر نیا آغاز کریں گے۔"

قسط کے اختتام پر:

مصدق دروازے پر آتا ہے، ہاتھ میں ایک فائل۔

مصدق:

"بھائی... یہ فائل دیکھو۔
اس میں تمہارے خلاف جو شکایت پرنسپل نے لکھی ہے، وہ غیر قانونی ہے...
اور شاید... میں اس کے ماضی کے کچھ راز جانتا ہوں۔"

قسط نمبر:43

رات ڈھل چکی تھی، گھر کی خاموشی میں صرف گھڑی کی ٹِک ٹِک گونج رہی تھی۔
مصدق کی بات سن کر شہزاد چونک گیا، جیسے وہ روشنی کی لکیر دیکھ رہا ہو اندھیرے کی دیوار میں۔
فائل اس کے ہاتھ میں تھی اور الفاظ... زہر سے بھرے تھے:

"مسٹر شہزاد خان، ٹیچر، غیر اخلاقی سرگرمیوں، عدالتی معاملات اور طلباء پر منفی اثرات کی وجہ سے فوری تحقیقاتی چھٹی پر بھیجے جائیں۔"
—— دستخط: پرنسپل نذیر احمد۔

شہزاد نے فائل بند کی، اور گہری سانس لی۔

شہزاد (سخت لہجے میں):
"یہ صرف سازش نہیں، یہ میری زندگی کا گلا گھونٹنے کی کوشش ہے۔"

مصدق:
"لیکن نذیر صاحب کی ایک کمزوری ہے... جو شاید تمہیں ان کے خلاف استعمال کرنی ہوگی۔"

شہزاد:
"کیا؟"

مصدق:
"ایک لڑکی... ایک سابق طالبہ جس نے خفیہ طور پر مجھ سے رابطہ کیا ہے۔
اس نے بتایا کہ پرنسپل نذیر اس کے ساتھ نازیبا رویہ رکھتا رہا...

اوراب وہ سچ بولنے کو تیار ہے—بس اعتماد چاہیے۔"

(منظر: کرن کا دفتر)

کرن، شہزاد کی وکیل، میز پر جھکی فائلیں کھنگال رہی تھی کہ فون بجا۔
شہزاد کی آواز تھی، پراعتماد، پرسکون... مگر جنگجو۔

شہزاد:
" کرن، مجھے تمہاری ضرورت ہے... عدالت سے پہلے، ایک صحافی کے سامنے۔
ہمیں ایک ایسا انکشاف کرنا ہے جو نظام جمعدار اور پرنسپل نذیر دونوں کے پیروں تلے زمین کھینچ لے۔"

کرن (مسکرا کر):
"شہزاد، تمہارے لہجے میں انقلاب کی گونج ہے۔
میں آ رہی ہوں۔"

(منظر: ایک مقامی چینل کا نیوز روم)

شہزاد، مصدق، کرن اور وہ طالبہ—نمرہ— کیمرے کے سامنے تھے۔
نمرہ نے پرنسپل کے خلاف چشم کشا بیان دیا:

نمرہ (روتے ہوئے):
"وہ مجھے کہتے تھے کہ اگر میں بات نہ مانوں تو نمبر کاٹ دیے جائیں گے۔
میں نے کئی بار سچ کہنا چاہا، مگر ڈر گئی...
آج شہزاد سر کے لیے بول رہی ہوں، کیونکہ وہ ہی سچے استاد ہیں۔"

کیمرہ زوم آؤٹ ہوتا ہے...
خبر بریکنگ نیوز بنتی ہے:
"اسکول پرنسپل پر سنگین الزامات، شہزاد سر کی حمایت میں طلبہ کی گواہی!"

(منظر: نظام جمعدار کا دفتر، رات کے وقت)

نظام جمعدار غصے سے میز پر ہاتھ مارتا ہے:

نظام:
"یہ کرن! یہ شہزاد!
سب کو تباہ کرنا ہوگا۔
اب عدالت سے پہلے شہزاد کو سڑک پر لانا ہے۔"

پروین کی ماں (پریشان):
"پروین اب شہزاد کے ساتھ ہے...
بچے بھی...

یہ بازی پلٹ رہی ہے نظام۔"

(منظر: پروین اپنے کمرے میں بچوں کے ساتھ)

چھوٹی بچی اس کے گود میں تھی، بڑی لڑکی کتاب سے تصویریں دیکھ رہی تھی،
اور سات سالہ لڑکا خاموشی سے کہہ رہا تھا:

"امی، ابو کو اسکول سے کیوں نکالا جا رہا ہے؟"

پروین (نرم لہجے میں):
" کیونکہ سچ بولنا مشکل ہوتا ہے، بیٹا...
لیکن یاد رکھو، سچ ہمیشہ جیتتا ہے۔"

قسط کا اختتام
اگلے دن عدالت میں شہزاد کا وکیل کرن اور نظام جمعدار کے درمیان زبردست مکالمہ آرائی ہونے والی تھی—
اور شاید... پہلی بار پروین کی ماں بھی خود کو کٹہرے میں محسوس کرے۔

قسط نمبر: 44

عدالت میں آج خلافِ معمول ہجوم تھا۔
صحافی، سماجی کارکن، طلبہ، اور حتیٰ کہ شہر کے معززین بھی...
کیوں کہ آج ایک استاد کی عزت اور سچائی پر فیصلہ ہونے والا تھا۔
عدالت کی دیواروں پر سکوت تھا، مگر اندر... جذبات کا طوفان۔

جج صاحبہ — محترمہ گل رخ — اپنی کرسی پر متمکن تھیں۔
ان کی نگاہیں شہزاد پر تھیں...
ایک استاد، جو آج ایک مقدمے کی جنگ میں، خود کو بیقصور ثابت کرنے آیا تھا۔

(عدالتی کارروائی کا آغاز)

کرن (وکیل، پراعتماد لہجے میں):
"محترمہ جج صاحبہ!
آج کا مقدمہ صرف ایک استاد کی سچائی یا جھوٹ پر نہیں،
بلکہ اُس پورے نظام پر سوال ہے...
جس میں چالاک وکلا، فریب دینے والے پرنسپل،
اور جذبات سے کھیلنے والے عزیز...
کسی کو بھی بیگناہ سے مجرم بنا سکتے ہیں!"

نظام جمعدار (وکیل، ہنکار کر):
"محترمہ جج، میں گزارش کروں گا کہ وکیل محترمہ جذباتی تقریر نہ کریں،

دلائل دیں... دستاویزات کے سہارے۔
عدالت شاعری سے نہیں، شہادت سے فیصلے کرتی ہے۔"

کرن (مسکرا کر):
"بالکل! اور وہ شہادت ابھی پیش کی جا رہی ہے۔"

کرن نے کاغذات جج کے سامنے رکھے:
طلبہ کے دستخط، نمرہ کا ویڈیو بیان، اور اسکول کی اندرونی انکوائری رپورٹ۔

کرن (سخت لہجے میں):
"یہ دستاویزات ثابت کرتی ہیں کہ پرنسپل نذیر نے طالبات سے غیر اخلاقی سلوک کیا،
اور جب شہزاد نے احتجاج کیا،
تو اسے بےبنیاد الزامات میں پھنسانے کی سازش رچی گئی!"

نظام جمعدار کی پیشانی پر پسینہ نمودار ہوا۔

نظام:
"یہ محض الزامات ہیں۔
نمرہ کو ورغلایا گیا ہے۔
میرا مؤکل نذیر صاحب"...

جج گل رخ (مداخلت کرتے ہوئے):
"عدالت میں بےبنیاد باتیں مت کیجیے نظام صاحب۔
کیا آپ کے پاس شہزاد کے خلاف کوئی مصدقہ ثبوت ہے؟"

نظام (الجھ کر):
"نہیں... ابھی نہیں۔"

جج (قلم رکھتے ہوئے):
"تو پھر عدالت یہ حق شہزاد کو دیتی ہے
کہ وہ نہ صرف اسکول میں بحال ہو،
بلکہ اس پر لگے الزامات کو جھوٹا قرار دیا جائے۔
ساتھ ہی، پرنسپل نذیر کے خلاف باقاعدہ فوجداری کارروائی کی سفارش کی جاتی ہے۔"

کمرہ عدالت میں سناٹا... پھر تالیاں۔
شہزاد کے آنکھوں میں نمی تھی... کرن نے آہستہ سے کہا:

"استاد کی سچائی کبھی نہیں ہارتی۔"

(منظر: پروین کا کمرہ)

بچے خوش تھے، ماں خاموش۔
پروین کی ماں کچھ لمحے خاموش بیٹھی رہی، پھر آہستہ سے بولی:

"شہزاد... بہت مضبوط نکلا۔
میں غلط تھی، شاید...
کبھی معافی مانگ سکوں۔"

پروین خاموشی سے ماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

شاید وہ لمحہ قریب آ رہا تھا...

جب پروین کے کان 'پختہ' ہو جائیں گے۔

قسط نمبر:45

عدالت سے واپسی کے بعد شہزاد کا چہرہ جیسے برسوں کے تھکن سے آزاد ہو چکا تھا۔
اسکول کی عزت واپس ملی تھی،
شہزاد کے لفظوں کو انصاف کا مہر ملا تھا
اور اب وہ ایک نیا سفر جیت کے ساتھ شروع کرنا چاہتا تھا...
پروین کے ساتھ۔

مصدق، شہزاد کے ساتھ بیٹھا تھا جب پروین دروازے پر نظر آئی—
دھیرے سے، خاموش مگر شرمندہ سی۔
اس کی آنکھوں میں وہ سب کچھ تھا جو لفظوں میں نہیں کہا گیا تھا۔

مصدق (نرمی سے):
"بھیا، میں ذرا بچوں کو لے کر باہر جا رہا ہوں...
تم دونوں کو کچھ کہنے سننے دو۔"

شہزاد نے ایک نظر پروین پر ڈالی...
اور پروین نظریں جھکا گئی۔

شہزاد (نرمی سے):
"آؤ، بیٹھو پروین۔
اب اس دل میں تمہارے لیے صرف گلہ نہیں...
بلکہ وہی پرانی محبت بھی ہے،

جس پر تم نے ایک دن یقین کیا تھا۔"

پروین (آنسو ضبط کرتے ہوئے):
"میں... میں بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں...
پر الفاظ نہیں ملتے۔
ماں، بھائی، حالات...
سب نے مجھے کھینچا... اور میں بہک گئی۔"

شہزاد (نزدیک آ کر، آہستگی سے):
"سننے سے زیادہ،
کبھی کبھی صرف محسوس کرنا کافی ہوتا ہے۔
تمہاری آنکھوں میں سچ دیکھ چکا ہوں۔
بس ایک وعدہ دو...
اب یہ کچے کان مضبوط دل میں بدلیں گے۔"

پروین (رندھی آواز میں):
"وعدہ ہے...
اب صرف تم، تمہاری سچائی، اور ہمارے بچے۔
شہزاد...
اگر تمہاری محبت میں اتنی طاقت نہ ہوتی،
تو میں کبھی واپس نہ آتی۔"

شہزاد (مسکرا کر):
"پھر سنو،
محبت وہی جو آزمائش میں خالص ہو...

تم ہو،
تو دنیا بھی حسین لگتی ہے۔"

پروین نے پہلی بار، برسوں بعد،
شہزاد کی آنکھوں میں نظریں ڈال کر مسکرایا۔
وہ خاموشی جو برسوں سے فاصلے بنائے بیٹھی تھی...
آج ٹوٹ چکی تھی۔
ان دونوں کے بیچ فقط ایک لمحے کا فاصلہ تھا—
جسے محبت نے پاٹ دیا تھا۔

(منظر تبدیل ہوتا ہے... رات کا وقت)
بچے ماں باپ کے بیچ سوئے تھے۔
شہزاد نے آہستگی سے پروین کا ہاتھ تھاما،
اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:
"دیکھو پروین...
یہ ستارے ہمارے بچوں جیسے چمکتے ہیں۔
اب ان کی زندگی میں اندھیرا مت لانا...
ورنہ میرا دل... ٹوٹ جائے گا۔"

پروین (سر اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے):
"اب ہم ایک ہیں...
اور رہیں گے۔
یہ وعدہ ہے—ایک عورت کا،
جواب کچے کان کی نہیں...
بلکہ تمہارے دل کی ہے۔"

قسط نمبر:46

پروین اور شہزاد کے درمیان جو تلخیاں تھیں، اب آہستہ آہستہ مٹنے لگیں تھیں۔ بچے خوش تھے، مصدق پُرسکون تھا اور کرن... کرن اب بھی شہزاد کے لیے جذبات دل میں چھپائے، عدالت کی تیاریوں میں لگی تھی۔

مگر دوسری طرف، اندھیرے میں بیٹھا نظام جمعدار، عدالت میں ہونے والی شکست کے بعد بوکھلایا ہوا تھا۔
اُس کا چہرہ اب بھی غرور اور انتقام سے سرخ تھا۔

نظام (اپنے کارندے سے):
"یہ شہزاد سمجھتا ہے وہ جیت گیا؟
عدالت کا کھیل تو ابھی شروع ہوا ہے...
اب میں ایسا وار کروں گا کہ نہ قانون بچے گا نہ انصاف۔"

کارندہ:
"آپ حکم کریں سر، ہم سب تیار ہیں۔"

نظام:
"پروین کی ماں کو دوبارہ چالو کرو...
اور اس بار جلال کے ذریعے شہزاد پر ذاتی حملہ ہوگا۔
عزت پر، کردار پر، اور شاید... بچوں پر بھی۔"

کارندہ (حیرت سے):
"بچوں پر؟"

نظام:

"ہاں... ماں کو دکھ پہنچے تب جا کے دل کانپتا ہے۔
میں پروین کے دل میں دوبارہ زہر بھر دوں گا۔
اور شہزاد کو ثابت کر دوں گا کہ وہ جتنا سچا بنتا ہے،
اتنا ہی کمزور ہے!"

(منظر بدلتا ہے: شہزاد، پروین، مصدق اور بچے ایک ساتھ ناشتہ کر رہے ہیں)

ماحول خوشگوار تھا، بچوں کی ہنسی گونج رہی تھی۔
پروین پہلی بار اتنے دنوں بعد واقعی مطمئن دکھ رہی تھی۔

پروین (شہزاد سے):

" کبھی سوچا نہ تھا کہ ہم سب یوں بیٹھیں گے۔
یہ لمحے جیسے خواب ہوں۔"

شہزاد (مسکرا کر):

"محبت خواب نہیں، پروین...
بس کبھی آنکھوں پر دھول آ جاتی ہے،
جب صاف ہوتی ہے،
تو سب سچ نظر آنے لگتا ہے۔"

مصدق:

"بھابھی، آپ کو دیکھ کر دل کو سکون ملتا ہے۔

بھیا کی آنکھوں میں اب روشنی ہے، جو کبھی بجھنے لگی تھی۔"

اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔

ڈاکیہ ایک بند لفافہ دے کر چلا گیا۔

شہزاد نے لفافہ کھولا...

آنکھوں کی حیرت اور ماتھے کی شکنیں گہری ہو گئیں۔

پروین (پریشان ہو کر):

"کیا ہوا شہزاد؟"

شہزاد:

"یہ... یہ کورٹ کا نیا نوٹس ہے...

نظام جمعدار نے میرے خلاف ایک نیا کیس فائل کیا ہے...

'بچوں کی کسٹڈی پر سوال...'

وہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میں بچوں کے لیے خطرہ ہوں!"

پروین (حیران ہو کر):

"کیا؟ یہ جھوٹ ہے!

وہ کیسے یہ الزام لگا سکتا ہے؟"

شہزاد (سخت لہجے میں):

"کیونکہ وہ جانتا ہے،

میرے لیے یہ بچے میری سب سے بڑی طاقت ہیں...
اور طاقت پر حملہ کرنا،
ہر کمینے کا ہتھیار ہوتا ہے۔"

(منظر بدلتا ہے: کرن اپنے دفتر میں فائل کھولتی ہے)
شہزاد کا فون آتا ہے۔

کرن (پروفیشنل انداز میں):
"میں سمجھ گئی شہزاد...
اب وہ تمہیں جذباتی طور پر توڑنا چاہتا ہے۔
مگر میں وعدہ کرتی ہوں...
نہ تم ٹوٹو گے،
نہ تمہارے بچے جدا ہوں گے!"

قسط نمبر: 47

عدالت میں نظام جمعدار کی نئی چال کے بعد شہزاد مسلسل فکرمند تھا۔ کرن نے بھرپور تیاری کر رکھی تھی۔ اس بار مقدمہ بچوں کی کسٹڈی پر تھا، اور شہزاد کے لیے یہ محض قانونی لڑائی نہیں، بلکہ جذباتی جنگ بھی تھی۔

کرن کی زندگی میں، شہزاد اب صرف ایک مؤکل نہ تھا۔
وہ دن بہ دن، ایک خیال بن چکا تھا...
ایک خواب، جو آنکھوں میں جاگتا تھا اور دل میں چھپ کر دھڑکتا تھا۔

دفتر میں بیٹھے کرن نے ایک بار پھر شہزاد کا کیس فائل بند کرتے ہوئے گہری سانس لی۔
دیوار پر لگی تصویر، جس میں وہ، شہزاد اور بچے ایک مقدمے کے بعد خوشی خوشی کھڑے تھے—
اس پر کرن کی نظریں ٹکی رہیں۔

کرن (دل میں):
" کاش... کاش یہ تصویر سچ ہو۔
کاش یہ بچے میرے بھی ہوتے...
کاش وہ میری آنکھوں میں چھپے اس جذبے کو دیکھ سکتا۔
مگر نہیں...
اس کی دنیا کسی اور کے گرد گھومتی ہے۔
پروین... پروین، جو اکثر اسے تکلیف دیتی ہے،
پھر بھی اس کا دل وہیں ہے۔"

(منظر بدلتا ہے: شہزاد اور مصدق بیٹھے ہیں، بچے کھیل رہے ہیں)

مصدق:
"بھیا، کرن جیسی وکیل کم ہی ملتی ہے۔
بہت محنت کر رہی ہیں وہ۔
اور لگتا ہے صرف مقدمے کے لیے نہیں...
شاید آپ کے لیے بھی۔"

شہزاد (چونک کر):
"کیا مطلب؟"

مصدق (مسکرا کر):
"کچھ نہیں... بس یوں ہی۔
آپ دونوں کی دوستی عجیب سی لگتی ہے،
لیکن ایک طرفہ نہیں۔
بس ایک طرف زیادہ گہری ہے۔"

شہزاد خاموش ہو گیا۔
اس نے کبھی کرن کے جذبات کو اس زاویے سے نہیں دیکھا تھا۔
وہ تو اپنے دکھ، مقدمات اور بچوں میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ
کسی کے دل میں اٹھتے جذبے کو محسوس ہی نہ کر سکا۔

(منظر بدلتا ہے: عدالت کا دن)

نظام جمعدار، گھات میں بیٹھا، اپنی چالا کی پر مطمئن تھا۔
کرن، مکمل تیاری کے ساتھ شہزاد کے ساتھ داخل ہوئی۔
عدالت میں موجود پروین کی ماں، جلال، اور حتیٰ کہ نظام بھی حیرت سے کرن کے اعتماد کو دیکھتے رہ گئے۔

کرن (نظام سے):
"مسٹر جمعدار، جھوٹ کی بنیاد پر عدالت میں مقدمہ دائر کرنا صرف غیر اخلاقی ہی نہیں،
بلکہ قابلِ سزا بھی ہے۔
آپ کہتے ہیں یہ بچے شہزاد کے لیے خطرے میں ہیں؟
آیئے، ان کی اسکول رپورٹس، میڈیکل فائلز اور گواہی سن لیتے ہیں،
پھر فیصلہ کریں گے کہ خطرہ کہاں ہے—باپ سے؟ یا سازش کرنے والوں سے؟"

نظام (طنزیہ):
"آپ قانون کی بات کر رہی ہیں یا جذبات کی، محترمہ کرن؟"

کرن (آہستہ مگر طنز سے بھرپور لہجے میں):
"قانون جذبات سے آزاد ہوتا ہے،
لیکن جھوٹ سے نہیں۔
اور آپ کے پاس جھوٹ ہے،
میرے پاس سچ اور...
شہزاد جیسے باپ کا کردار۔"

شہزاد نے پہلی بار کرن کی آنکھوں میں جھلکتی وہ چمک دیکھی...

کوئی جذبہ تھا...

کوئی سچ، جو زبان سے نہیں، نگاہوں سے ظاہر ہو رہا تھا۔

(منظر: عدالت کے بعد)

شہزاد (آہستہ سے):

"کرن... تم بہت مضبوط ہو۔

بچوں کے لیے، میرے لیے...

شکریہ۔"

کرن (مسکرا کر):

"یہ سب کچھ... تمہارے لیے ہے، شہزاد۔

تم سمجھتے ہو، مگر سمجھنا نہیں چاہتے۔

اور شاید، میں... کہہ نہیں سکتی۔"

شہزاد کچھ لمحے خاموش رہا، پھر بچوں کی طرف بڑھ گیا۔

کرن کی آنکھوں میں آنسو تھے...

خاموش... مگر چمکتے ہوئے۔

قسط نمبر:48

عدالت میں نظام جمعدار کی چالاکیاں، کرن کی حاضر جوابی اور شہزاد کی خاموش فکری جنگ ایک نئی سطح پر آ چکی تھی۔ مگر اب ہر کردار، ایک نئے موڑ پر کھڑا تھا۔ وقت، ہر رشتے کو پرکھ رہا تھا۔ اور اسی پرکھ میں کئی چہرے بے نقاب ہونے والے تھے۔

(منظر: پروین کا میکہ)

پروین کے بھائی جلال اور ماں کے درمیان گہری سرگوشیاں جاری تھیں۔

پروین کی ماں:
"عدالت میں کرن بہت چالاک ہوگئی ہے۔
ایسا نہ ہو کہ وہ شہزاد کو بچوں کی مکمل کسٹڈی دلوا دے۔"

جلال (نفرت سے):
"اور وہ دن ہمارا سب کچھ چھین لے گا۔
پروین کو بھی سمجھا لو، وہ ابھی بھی شہزاد کی طرف جھک رہی ہے۔
کبھی کبھار فون پر بچوں کی یاد میں رو پڑتی ہے۔"

ماں (تیز لہجے میں):

"ماں بن کر سوچنا بند کر دے، بیوی بن کر سوچنا شروع کرے!
ہمیں اُسے اُس پوزیشن پر رکھنا ہے جہاں شہزاد، صرف اس کا محتاج ہو۔
اور یہ تبھی ہوگا، جب ہم کرن کو الگ کریں گے۔"

جلال:
"تو پھر... کرن پر کیچڑ اچھالنا پڑے گا۔
عزت پر وار سب سے کاری ہوتا ہے۔"

(منظر: شہزاد کا کمرہ، رات)

شہزاد رات کے سناٹے میں بچوں کی تصویریں دیکھ رہا تھا۔ مصدق نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے نرمی سے پوچھا:

مصدق:
"بھیا... سچ بتائیں...
آپ کو کرن کی موجودگی اچھی لگتی ہے؟
جیسے وہ آپ کی زندگی کا حصہ بن گئی ہو"...

شہزاد (چونک کر):
"مصدق، زندگی اتنی آسان نہیں۔
کرن... وہ بہت اچھی ہے۔ مگر...
میری دنیا اب بھی پروین کے گرد گھومتی ہے۔
اور اگرچہ وہ کچّے کان کی نکلی...

مگر دل سے بے وفا نہیں۔
وہ میرے بچے لے کر گئی، دل نہیں۔"

مصدق (مسکرا کر):
"تو دل ہی سب کچھ ہے نا بھیا...
جس کے پاس آپ کا دل ہے، وہی آپ کی دنیا ہے۔
چاہے وہ پروین ہو یا کرن۔"

(منظر: عدالت کے باہر اگلے دن)

کرن، وکالت کے کمرے میں فائلز سمیٹ رہی تھی کہ اچانک میڈیا کی ٹیم نے اُسے گھیر لیا۔

صحافی:
" کرن صاحبہ، سنا ہے کہ آپ کا اور شہزاد کا تعلق محض پیشہ ورانہ نہیں؟
کیا آپ ان سے جذباتی طور پر بھی جڑی ہوئی ہیں؟"

کرن لمحہ بھر کو رکی۔
نظام جمعدار کی سازش کامیاب ہوتی دکھ رہی تھی۔
میڈیا میں یہ افواہیں وہی پھیلا رہا تھا۔

کرن (اعتماد سے):
"اگر کسی وکیل کی پیشہ ورانہ محنت کو جذباتی رنگ دیا جائے،

تو پھر عدالت میں انصاف کا تصور دھندلا ہو جاتا ہے۔
شہزاد میرے مؤکل ہیں،
اور میرے لیے...
ہر مؤکل کا مقدمہ، ذاتی جنگ ہوتا ہے۔
بس فرق یہ ہے، کہ یہ جنگ سچ کے لیے لڑی جا رہی ہے۔"

(منظر بدلتا ہے: پروین تنہا، اندھیرے میں سوچتی ہوئی)

پروین (دل میں):
"میں ماں ہوں...
کیا ماں اپنے بچوں سے دور رہ سکتی ہے؟
شہزاد نے کبھی مجھ پر ہاتھ نہیں اٹھایا،
نہ ہی کبھی بے عزتی کی۔
تو پھر میں کس کے کہنے پر اُس کے خلاف ہو گئی؟
امّی؟ جلال؟ یا نظام جمعدار کے؟
اور کرن...
کیا واقعی وہ صرف وکیل ہے؟
یا میری جگہ لینے آ گئی ہے؟"

اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔
احساس، جب چپکے سے جاگے...
تو سب سے پہلے ضمیر کی دستک سنائی دیتی ہے۔

قسط نمبر:49

منظر: عدالت کے بعد کا دن

بارش ہلکی ہلکی برس رہی تھی۔ شہزاد کمرہ عدالت سے باہر نکلا تو مصدق اس کے پیچھے آیا۔

مصدق (کان میں آہستہ):

"بھیا... وہ آئی ہے۔"

شہزاد (رُک کر):

" کون؟"

مصدق (دھیرے سے):

"پروین... تمہاری پروین... وہ گیٹ کے پاس کھڑی ہے... شاید کچھ کہنا چاہتی ہے۔"

شہزاد نے ایک گہرا سانس لیا، نظریں جھکائیں، اور پھر آہستہ قدموں سے آگے بڑھا۔

منظر: کورٹ کمپاؤنڈ کا بیرونی حصہ

پروین، سفید دوپٹے میں بھیگی ہوئی، اپنے وجود کو سمیٹے کھڑی تھی۔ بچوں کی یاد، عدالت کی تھکن، اور دل کی شدت... اس کی آنکھوں میں

سب کچھ ایک ساتھ بول رہا تھا۔

شہزاد (سامنے آ کر رک کر):

"آج... تم خاموش کیوں ہو؟

کیا جھوٹ کے لیے الفاظ ختم ہو گئے...؟

یا سچ کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں رہا؟"

پروین (نمی سے لبریز نگاہیں اٹھا کر):

"سچ... ہمیشہ آسان نہیں ہوتا شہزاد...

اور جھوٹ... اکثر اپنوں کے منہ سے ایسا نکلتا ہے،

کہ دل ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔"

شہزاد (دکھ سے):

"تم نے مان لیا...؟

کہ میں وہ ہوں، جو تمہاری ماں اور بھائی نے کہا؟"

پروین (آہستگی سے):

"نہیں... دل نے کبھی نہیں مانا۔

لیکن... کان کچے تھے... اور دل تک تمہاری صداقت کی آواز پہنچنے سے پہلے...

کانوں نے زہر پی لیا۔"

شہزاد (کرب میں):

"تو اب کیوں آئی ہو پروین؟

کیا باقی کچھ اور الزام لگانے کو بچ گیا ہے؟

یا کرن پر شک کرنا ہے؟"

پروین (خودکلامی جیسے لہجے میں):
" کرن...؟
نہیں...
وہ تو تمہیں بچا رہی ہے...
میں نے صرف کھویا ہے...
وہ پا رہی ہے"...

شہزاد (سخت لہجے میں):
"محبت کوئی مقابلہ نہیں ہوتا،
جیتنے یا ہارنے کے لیے...
یہ وفا کی وہ دیوار ہے،
جس پر وقت کی گرد جم جائے...
تو بھی دیوار گرتی نہیں، صرف نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے۔
میں نے تمہیں کبھی چھوڑا نہیں پروین...
تم نے خود کو مجھ سے الگ کیا۔"

پروین (روتے ہوئے):
"میں تمہارے بچوں کو لے گئی...
تمہاری محبت، تمہارا سکون...
مگر... دل وہیں چھوڑ آئی تھی،
جہاں تم کھڑے ہو۔"

شہزاد (آنسو روک کر):
"تو واپس کیوں آئی ہو؟"

پروین (آہستگی سے):
"صرف تم سے معافی مانگنے...
اور... یہ پوچھنے کہ...
کیا ایک کچے کان کی عورت بھی...
دوبارہ سچ سننے کی حقدار ہو سکتی ہے؟"

چند لمحوں کی خاموشی... صرف بارش کی ٹپ ٹپ باقی رہ گئی۔

شہزاد (دل گرفتہ انداز میں):
"پروین...
تمہاری سزا عدالت دے گی،
مگر تمہاری ماں اور بھائی کی سزا...
میرے بچوں کی نظروں میں لکھی جائے گی۔"

پروین (ہچکیوں کے درمیان):
"کیا... میں اپنے بچوں کو دیکھ سکتی ہوں...؟
صرف دور سے"...

شہزاد (ٹھہر کر):
"وہ تمہیں یاد کرتے ہیں...
روز رات کو تمہاری لوری کی ضد کرتے ہیں...
ایک دن، وہ خود تمہیں پکاریں گے...
تب آنا، جب تمہاری وفا کا سرٹیفکیٹ، تمہارا دل دے۔
عدالت نہیں۔"

منظر دھندلا پڑتا ہے۔
کرن ایک کھڑکی سے یہ منظر خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔
اس کی آنکھوں میں نمی تھی...
مگر دل میں سکون...
کیونکہ وہ جانتی تھی— شہزاد اب بھی صرف پروین کا ہے۔

قسط نمبر:50

منظر: عدالت کی راہداری — صبح کی روشنی میں

عدالت کا ماحول سنجیدہ ہے۔ اندر کارروائی شروع ہونے والی ہے۔ شہزاد اپنی وکیل کرن کے ساتھ بیٹھا ہے۔ کرن کی آنکھوں میں بے پناہ اعتماد ہے، لیکن کہیں گہرائی میں وہ جذبہ بھی، جو برسوں سے ایک طرفہ محبت کے روپ میں دل کی دیواروں سے لپٹا ہوا ہے۔

کرن (سرگوشی میں):
" آج کا دن بہت خاص ہے، شہزاد۔
یہ صرف مقدمہ نہیں...
ایک عورت کی غلطیوں کا اعتراف...
اور دوسری کی سچائی کی فتح ہے۔"

شہزاد خاموش رہتا ہے... ایک گہری سانس لیتا ہے۔

منظر: عدالت کا کمرہ — جج صاحبہ داخل ہوتی ہیں

جج ایک باوقار، سنجیدہ اور فہم و فراست رکھنے والی شخصیت ہیں، جن کی آنکھوں میں شہزاد کے لیے ایک عجیب سی ہمدردی چھپی ہوئی ہے۔ سامنے نظام جمعدار، بدحواس اور گھبرایا ہوا بیٹھا ہے، جیسے آج اس کے مکروہ ہتھکنڈے بے نقاب ہونے والے ہوں۔

جج (دھیمی مگر اثر انگیز آواز میں):
" آج ہم اس مقدمے کے اہم موڑ پر ہیں،

جہاں جذبات، دلیل اور نیت — تینوں کا سامنا ہے۔
وکیل کرن، آپ گواہ پیش کریں۔"

کرن اشارہ کرتی ہے... دروازہ کھلتا ہے...
پروین عدالت میں داخل ہوتی ہے۔
خاموشی چھا جاتی ہے۔

نظام جمعدار (چونک کر):
"یہ... یہ کیا ڈرامہ ہے؟ یہ تو مدعیہ ہے...!"

جج (سخت لہجے میں):
"خاموش رہیں وکیل صاحب...
آج سچ کو بولنے دیں۔"

پروین آہستگی سے گواہ کے کٹہرے میں آتی ہے۔ آنکھوں میں نمی، لہجے میں لرزش... مگر سچائی چمک رہی ہے۔

کرن (سوالیہ انداز میں):
"محترمہ پروین، کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ عدالت میں دیے گئے پہلے بیانات کس کے کہنے پر تھے؟"

پروین (نم آنکھوں سے):
"میری ماں اور میرے بھائی جلال نے مجھے بہکایا...
میں نے سچ کو جھوٹ سمجھا...
اور اپنے شوہر شہزاد پر وہ الزامات لگائے،
جن کے تصور سے بھی روح کانپتی ہے۔
میں... شرمندہ ہوں۔"

جج:

"تو آپ تسلیم کرتی ہیں کہ بچوں کا والد شہزاد ہے؟
اور ان پر لگائے گئے تمام الزامات جھوٹے تھے؟"

پروین (سر جھکا کر):

"جی ہاں، عزت مآب...
شہزاد ایک باوفا شوہر، اور بہترین باپ ہے...
میں ہی... عورتِ کچے کان کی نکلی۔"

کمرہ عدالت میں ایک سنّاٹا چھا جاتا ہے۔

نظام جمعدار (جھنجلا کر):

"یہ سب سازش ہے! مجھے پھنسایا جا رہا ہے!"

کرن (تیز لہجے میں):

"نظام صاحب، آپ کے جھوٹ کے تانے بانے آپ کی ہی گواہیوں میں الجھ چکے ہیں۔
آپ نے ایک ماں کو بیٹی کے خلاف بھڑکایا...
ایک بھائی کو لالچ دیا...
اور عدلیہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی!"

جج (سخت نظروں سے):

"عدالت ایسے دھوکے برداشت نہیں کرتی۔
نظام جمعدار کو عدالتی توہین اور سازش کے جرم میں حراست میں لیا جائے!"

پولیس نظام کو لے جاتی ہے۔ جلال، پروین کا بھائی، چپ چاپ کورٹ کے پچھلے دروازے سے فرار ہوتا ہے۔

منظر: عدالت کے باہر

پروین باہر آتی ہے، کرن کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔

پروین (نرمی سے):
"شکریہ... تم نے میری آنکھیں کھولیں۔
شہزاد کو بچایا...
میں جانتی ہوں تم... تم اس سے"...

کرن (مسکرا کر):
"میں صرف سچ سے محبت کرتی ہوں، پروین...
شہزاد... تمہارا ہے۔
اور میں... خوش ہوں کہ تم نے سچ کو قبول کر لیا۔"

پروین (روتے ہوئے):
"میری جگہ ہوتی تو شاید میں ایسا ظرف نہ رکھ پاتی۔"

کرن (نرمی سے):
"محبت اگر سچی ہو...
تو دل کو قائل کرنے کے لیے زبردستی نہیں،
بس ایک سچ کافی ہوتا ہے۔"

قسط نمبر:51

منظر: عدالت کے باہر کا لان — شام کا نرم سنہرا سا وقت

سورج ڈھل رہا ہے... جیسے برسوں کے جھوٹ، بدگمانی، اور الجھنوں پر روشنی ڈال کر انہیں ہمیشہ کے لیے دفن کر دینا چاہتا ہو۔ عدالت کے لان میں شہزاد خاموشی سے بیٹھا ہے۔ اس کی نظریں آسمان کی طرف ہیں۔ ایک بے آواز شکر گزاری اس کے چہرے پر بکھری ہوئی ہے۔

اچانک پیچھے سے ننھے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔
سات سالہ عفان بھاگتا ہوا آتا ہے۔

عفان (چمکتے چہرے کے ساتھ):
"بابا... بابا! آپ واقعی میرے بابا ہیں؟"

شہزاد چونک جاتا ہے۔ اس کے لب کپکپاتے ہیں۔
وہ جھک کر عفان کو گلے لگا لیتا ہے۔

شہزاد (کانپتی آواز میں):
"ہاں بیٹا... میں تیرا ہی باپ ہوں...
اور تو میرا فخر ہے۔"

اسی لمحے چار سالہ آمنہ اور ایک سالہ ننھی ثنا بھی پروین کی گود سے نکل کر آگے بڑھتی ہیں۔ آمنہ لپٹ جاتی ہے شہزاد کے ساتھ۔

آمنہ:

"ہمیں اب کوئی الگ نہیں کرے گا نا؟"

شہزاد (نم آنکھوں سے):
"نہیں بیٹی... اب تم سب میرے پاس ہو، اور ہمیشہ رہو گی۔"

پروین کچھ فاصلے پر کھڑی ہے۔ شرمندگی اور خوشی کے بیچ جھولتی آنکھیں، جو برسوں بعد اب سکون تلاش رہی ہیں۔

پروین (دھیمی آواز میں):
"شہزاد... اگر کہو تو... ہم دوبارہ"...

شہزاد خاموشی سے بچوں کو تھامے، چند لمحے سوچتا ہے۔
پھر آہستگی سے کہتا ہے:

شہزاد:
"پروین... محبت کا رشتہ اگر کچے کان سے ٹوٹے،
تو جوڑا جا سکتا ہے...
مگر اس کے لیے کانوں سے پہلے دل کو پکا ہونا پڑتا ہے۔
تم تیار ہو؟"

پروین (آنکھوں سے آنسو پونچھ کر):
"ہاں... اب میں صرف ماں ہی نہیں،
ایک سیکھ چکی عورت بھی ہوں۔"

منظر: کچھ فاصلے پر کھڑی کرن
خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہی ہے۔

اس کی آنکھوں میں ایک چمک ہے — دکھ کی نہیں،
بلکہ اطمینان کی۔

کرن (اپنے دل سے مخاطب ہوکر):
"محبت مکمل ہو... ضروری تو نہیں۔
کبھی کبھی صرف اسے جیتتے دیکھ کر دل مکمل ہوجاتا ہے۔"

منظر بدلتا ہے: عدالت کے اندر — اگلے دن کا فیصلہ

جج صاحبہ:
"عدالت، پروین بی بی کے سچے اعتراف،
اور پیش کیے گئے شواہد کی روشنی میں
شہزاد کو تمام الزامات سے بری کرتی ہے...
اور یہ عدالت شہزاد کو بچوں کی مکمل سرپرستی کا حق دیتی ہے۔
البتہ، پروین بطور ماں ان کے ساتھ رہنے اور دیکھ بھال کا اختیار رکھتی ہے۔
فیصلہ ختم ہوا۔"

کمرہ عدالت میں خوشی کی لہر دوڑتی ہے۔

منظر: اسکول کا دفتر— پرنسپل کی نظریں شہزاد پر

پرنسپل، جو اندر ہی اندر شہزاد کا رقیب ہے، خاموش بیٹھا ہے۔
شہزاد ہنس مکھ انداز میں اس سے ہاتھ ملاتا ہے۔

شہزاد (مسکرا کر):
"سر، زندگی نے پھر سے سبق دیا ہے...
جھوٹ کتنا بھی اوپر چلے،
سچ آخر میں فتح پاتا ہے۔"

پرنسپل بےبس مسکراہٹ سے جواب دیتا ہے۔

قسط نمبر:52

منظر: اسکول کا اسٹاف روم— صبح کے ساڑھے آٹھ بجے

شہزاد سفید کرتا پاجامہ، کندھے پر بیگ، چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ سجائے اسکول کی راہ داری میں داخل ہوتا ہے۔ بچے اُسے دیکھ کر دوڑتے ہیں، ہاتھ جوڑتے ہیں، سلام کرتے ہیں۔ شہزاد ہر ایک کو نام لے کر دعا دیتا ہے۔ آج کی صبح خاص ہے۔ آج اسکول کا سالانہ یومِ امانت داری ہے— شہزاد کے مشورے پر رکھا گیا۔

اسٹاف روم میں موجود پرنسپل رشید قریشی، عمر پچپن کے قریب، نفیس لباس میں مگر دل میں حسد کا لاوا۔ شہزاد کو دیکھتے ہی چہرے پر مصنوعی ہنسی لے آتا ہے۔

پرنسپل قریشی (شہزاد سے):
"مسٹر شہزاد، آپ اسکول کی جان ہیں، مگر کچھ اساتذہ آپ کے خلاف چپکے چپکے بولتے ہیں کہ آپ حد سے زیادہ مقبول ہو گئے ہیں۔"

شہزاد (نرمی سے):
"سر، بچوں سے سچ بولنا، اُنہیں دل سے چاہنا اور ایمان داری سے پڑھانا... اگر یہ حد سے زیادہ ہونا کہلاتا ہے، تو میں یہ حد روز پار کرتا رہوں گا۔"

پرنسپل کے چہرے پر ایک ہلکی سی ناگواری، جیسے اس کا دل خود اپنے ہی الفاظ سے جل رہا ہو۔

منظر بدلتا ہے: شہزاد کا آفس — دوپہر کے بعد

شہزاد بچوں کے اسکول پروجیکٹس دیکھ رہا ہے جب اچانک اس کا چھوٹا بھائی مصدق آ جاتا ہے۔ ہاتھ میں فائل، چہرے پر فکر۔

مصدق:
"بھائی! یہ دستاویز دیکھیں، اسکول میں نئی انتظامیہ تبدیلیوں کے تحت آپ کو دوسرے برانچ میں ٹرانسفر کیا جا رہا ہے۔ اور یہ حکم پرنسپل نے ہی پاس کروایا ہے۔"

شہزاد کچھ دیر خاموش رہتا ہے، پھر فائل بند کر دیتا ہے۔

شہزاد:
"چلو اچھا ہے، آزمائشیں کم نہیں ہوئیں... مطلب رب مجھ سے ناراض نہیں ہوا۔"

مصدق (پریشان):
"آپ اتنے پرسکون کیسے رہ سکتے ہیں؟"

شہزاد (مسکرا کر):
"کیونکہ میں جانتا ہوں، جھوٹ کا درخت جتنا بھی سایہ دار لگے، اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے۔"

منظر: عدالت کے احاطے میں کرن — شام کا جھٹپٹا

کرن کے چہرے پر تھکن ہے۔ مگر آنکھوں میں کچھ اور... شہزاد کی وہ مسکراہٹ، وہ انداز، جو دل کے دروازے پر دستک دیے جا رہا ہے۔

کرن (خود سے):
"شہزاد... میں تیری وکیل ہوں، تیری سچائی کی گواہ...
مگر خود سے کب ہار گئی؟
کیا یہ چاہت واقعی یک طرفہ ہے؟
یا بس ایک دھند ہے، جو چھٹ جائے گی؟"

اسی لمحے، فون بجتا ہے۔ دوسری طرف نظام جمعدار کی آواز — پروین کا وکیل، سازشی، خبیث۔

نظام جمعدار:
" کرن جی، اگلی پیشی میں بچی ثنا کو عدالت میں لانا ہوگا۔ عدالت ماں کی ذہنی صحت اور بچوں پر اثرات جاننا چاہتی ہے۔ خبردار، اگر شہزاد یہ بازی جیت گیا تو"...

کرن کی نظریں سخت ہو جاتی ہیں۔

کرن:
"نظام صاحب، عدالت دھمکی سے نہیں چلتی۔
اور یاد رکھیں، میرے ضمیر کی عدالت میں جھوٹ کو ہمیشہ سزا ملتی ہے۔"

منظر بدلتا ہے: پروین کا گھر — رات

پروین آئینے کے سامنے کھڑی ہے، بال کھلے ہیں، ہاتھ میں بچوں کی تصویریں۔

پروین (روتے ہوئے):
"کاش... ماں کی باتوں پر نہ جاتی...
کاش میں اپنے کان بند کر لیتی...
کاش میں دل سے سنتی، تو آج اتنی تنہا نہ ہوتی"...

اسی لمحے جلال، اُس کا بھائی کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ ہاتھ میں کوئی چیک اور ایک دستاویز۔

جلال:
"دستخط کر دے، پروین... یہ مکان تیرے بچوں کے نام پر کرانا ہے۔
اور بس ایک بار شہزاد کو پاگل قرار دے دے... سب تیرا ہو جائے گا۔"

پروین چونک جاتی ہے۔ چیک کو پھاڑ دیتی ہے۔

پروین:
"جلال بھائی، آج میں نے اپنے کان بند کر لیے ہیں...
اور دل کھول دیا ہے۔
اب بس شہزاد کی سچائی سننی ہے... باقی سب بکواس ہے۔"

قسط نمبر:53

منظر: اسکول پرنسپل آفس — صبح دس بجے

شہزاد آفس میں داخل ہوتا ہے۔ ہاتھ میں ٹرانسفر آرڈر، چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ۔ پرنسپل رشید قریشی کرسی پر نیم دراز، فائلوں میں مصروف دکھاوٹی انداز میں مصروف ہے۔

شہزاد (تہذیب سے):
"سر، آپ کا شکریہ... آخرکار آپ نے میرے تبادلے کا خواب پورا کر دیا۔"

پرنسپل قریشی (نرمی کی اداکاری سے):
"شہزاد صاحب، یہ اسکول کی پالیسی ہے... اور ہمیں پالیسی فالو کرنی پڑتی ہے۔"

شہزاد:
"بالکل... مگر ایک بات طے ہے، پالیسی ضمیر سے بڑی نہیں ہوتی۔"

قریشی چونکتا ہے۔ شہزاد کے لہجے میں چبھتا ہوا وقار اور بے باک سچ ہے۔

منظر بدلتا ہے: اسٹاف روم — شہزاد کا الوداعی لمحہ

اساتذہ خاموش ہیں، کچھ خوش، کچھ اداس۔
طلبہ کی آنکھوں میں نمی۔ایک بچی چھوٹا سا گلدستہ لے کر آگے بڑھتی ہے۔

بچی:
"سر! آپ ہمیں سچ بولنے کی ہمت دیتے تھے۔اب ہم کسے سنائیں گے اپنی سچائی؟"

شہزاد بچی کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے، تھوڑی دیر خاموشی، پھر گہری آواز میں بولتا ہے:

شہزاد:
"سچ کسی ایک انسان پر منحصر نہیں ہوتا۔
سچ ایک روشنی ہے، جو دل میں جلتی ہے...
بس اُسے بجھنے مت دینا، چاہے کوئی بھی تمہاری آنکھوں میں دھواں چھوڑ جائے۔"

سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھتا ہے۔
پرنسپل قریشی کھڑکی کے پیچھے سے سب کچھ دیکھ رہا ہوتا ہے، اُس کی انگلیاں ایک قلم کو بار بار دبائے جا رہی ہیں۔

منظر: کرن کا چیمبر — دوپہر

کرن عدالت کے کاغذات ترتیب دے رہی ہے، جب اُسے شہزاد کا تبادلہ پتہ چلتا ہے۔

کرن (اپنے دل سے):
"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

وہ شخص جس کے لفظوں میں عدالت کی روشنی ہے،
جسے بچے اپنا خواب مانتے ہیں،
اُسے تم جیسے چھوٹے ذہنوں نے ہٹا دیا؟"

اسی لمحے فون بجتا ہے— کال ہے شہزاد کی۔

شہزاد (دوسری طرف سے):
" کرن جی، عدالت کی اگلی پیشی میں بچوں کی گواہی رکھی گئی ہے۔
اب جو کہنا ہے، وہ دل سے کہیے گا...
کیونکہ جھوٹ دل کے سوالوں سے ڈرتا ہے۔"

کرن کا دل دھڑکنے لگتا ہے...
مگر اُسے اپنی یک طرفہ چاہت کا احساس چپ کرا دیتا ہے۔

منظر: نئی برانچ— شہر کے پسماندہ علاقے میں ایک اسکول

شہزاد نئے اسکول میں قدم رکھتا ہے۔ پرانا سا بورڈ، کمزور سی عمارت، مگر بچوں کی آنکھوں میں اُمید ہے۔

شہزاد (آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے):
"پروردگار! یہاں بھی تیرے بچے ہیں،
یہاں بھی سچ کی پیاس ہے،
یہاں بھی خوابوں کو لفظوں کی ضرورت ہے...
اور میں حاضر ہوں"...

قسط نمبر: 54

منظر: عدالتِ خاندانی — صبح دس بجے

کمرہ? عدالت میں غیر معمولی سناٹا۔
جج صاحبہ اپنی کرسی پر متمکن، چہرے پر سنجیدہ مگر شفیق تاثرات۔
وکلاء اپنی فائلوں میں مصروف،
اور آج... گواہی کے لیے بلائے گئے ہیں وہ تین معصوم جن کی مسکراہٹیں کب سے روٹھ چکی ہیں۔

جج:
"آج ہم بچوں کے بیان سنیں گے، مگر عدالتی ماحول کا خیال رکھا جائے گا۔ یہ صرف سچ کا کمرہ ہے۔"

نظام جمعدار (چالاکی سے مسکراتے ہوئے):
"می لارڈ، بچے معصوم ہوتے ہیں... اُنہیں سکھایا پڑھایا جا سکتا ہے، یہ گواہی... مشروط ہے۔"

کرن (برجستہ):
"می لارڈ، بچے آئینے ہوتے ہیں، جو دکھاتے ہیں وہی سچ ہوتا ہے، نہ کم، نہ زیادہ۔"

منظر: گواہی کا کمرہ — سسپنس بڑھتا ہے

سات سالہ لڑکا حارث، چار سالہ مریم اور ایک سال کی صبا ماں کے ساتھ کمرہ عدالت میں آتے ہیں۔
پروین کے چہرے پر گہرا اضطراب۔
شہزاد ایک کونے میں خاموش، مگر دل کی دھڑکنوں سے لرزتا ہوا۔

جج:
"حارث، کیا تم جانتے ہو تمہارے پاپا کون ہیں؟"

حارث (بغیر جھجک کے):
"جی ہاں، میرے پاپا شہزاد ہیں۔ وہ ہر رات میرے لیے کہانی سناتے تھے،
جب امی رو پڑتیں تو وہ اُنہیں چپ کراتے تھے"...

کمرہ عدالت میں سناٹا۔

جج (نرمی سے):
"اور تمہاری امی نے کیا کہا ہے تمہیں؟"

حارث (آنکھوں میں آنسو):
"امی کہتی ہیں، پاپا ہمیں چھوڑ گئے...
لیکن وہ تو ہر جمعے اسکول کے باہر کھڑے ہوتے تھے،
بس ہمیں چھپ کر دیکھنے کے لیے"...

پروین کی آنکھیں بھر آتی ہیں۔ وہ پہلی بار نظریں جج سے نہیں، خود سے چراتی ہے۔

منظر بدلتا ہے—عدالت کے باہر—ایک دھماکہ

عدالت کے پیچھے اچانک ایک چھوٹا سا دھماکہ۔ لوگ بھاگتے ہیں، سائرن بجتے ہیں۔
نظام جمعدار فوراً فون پر کوئی ہدایت دیتا ہے:

نظام (سرگوشی میں):
"پلان بی شروع کرو... پروین کو عدالت سے باہر نکالو، وہ نرم پڑنے لگی ہے!"

کرن (خبردار ہو کر):
"شہزاد! پروین خطرے میں ہے۔ میں نے کسی کو کورٹ روم سے نکلتے دیکھا ہے، جو نظام کے آدمیوں میں سے ہے!"

منظر: کورٹ کے عقبی دروازے پر ایک گاڑی

پروین باہر آتی ہے، جلال اُسے زبردستی بٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔

جلال (سخت لہجے میں):
"چل پروین! سب کچھ ختم ہو جائے گا اگر تُو عدالت میں رُکی۔
یہ نظام تیرے بچوں کو بھی"...

اچانک کرن اور شہزاد پیچھے سے نمودار ہوتے ہیں۔

شہزاد (غصے سے):
"جلال! ہاتھ ہٹاؤ پروین سے!
یہ عدالت ہے، تمہاری جائیداد نہیں!"

کرن (فون نکالتے ہوئے):
"پولیس آ رہی ہے... تمہاری سچائی بھی اب گواہی بننے والی ہے۔"

منظر: واپس عدالت — جج کی آنکھوں میں شعلے

جج (زوردار آواز میں):
"نظام جمعدار! آپ کو اس عدالت میں سازش کرنے اور گواہوں پر دباؤ ڈالنے کی کوشش میں عبوری طور پر معطل کیا جاتا ہے۔
عدالت اب بچوں کی مکمل حفاظت اور پروین کو نفسیاتی معاونت فراہم کرے گی۔"

شہزاد پہلی بار پروین کو دیکھتا ہے،
پروین جھکی ہوئی، مگر نظریں اب تیز ہو چکی ہیں۔ شاید اُس کے اندر کوئی بند دروازہ کھلا ہے۔

قسط نمبر:55

منظر: کرن کا کمرہ — رات کا دوسرا پہر

باہر ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہے۔
کھڑکی پر بارش کی بوندیں جیسے کرن کی سوچوں کی پرتیں کھول رہی ہوں۔
میز پر پھیلی فائلیں، شہزاد کی کیس کی روداد... اور ایک بند ڈائری۔

کرن آئینے کے سامنے کھڑی ہے،
مگر وہ اپنے عکس سے نہیں، اپنے اندر کے سوالوں سے لڑ رہی ہے۔

کرن (خود سے):
"وکیل ہوں میں... دل کی باتیں کمرہ عدالت میں نہیں کی جاتیں...
مگر دل بھی تو دل ہوتا ہے، دلیل کب سنتا ہے؟"

وہ ڈائری کھولتی ہے...
اور شہزاد کے نام ایک خط لکھنے لگتی ہے — جو کبھی نہ بھیجا جائے گا:

(کرن کی آواز میں، پس منظر میں ہلکی موسیقی)

"شہزاد...

تمہاری جنگ میں تمہارا ساتھ دینا فرض تھا...

مگر کب یہ فرض چاہت بن گیا، پتہ نہ چلا۔

تمہاری آنکھوں میں جب بچوں کا دکھ اترتا ہے،

تو میرا دل تمہارے لیے تڑپنے لگتا ہے۔

تمہارے ہونٹوں پر جب سچ رک رک کر آتا ہے،

میری زبان بے ساختہ تمہارے حق میں اٹھتی ہے۔

میں جانتی ہوں... تمہارا دل کہیں اور ہے،

شاید وہاں جہاں تم نے اپنا کل بسا رکھا ہے۔

اور میں... میں صرف تمہارا آج ہوں،

تمہاری قانونی لڑائی میں ایک ہتھیار...

تمہاری کہانی میں ایک خاموش کردار۔

لیکن شہزاد...

دل کے جذبات اگر عدالت میں قابلِ سماعت نہیں،

تو کیا وہ جرم بن جاتے ہیں؟

مجھے صرف اتنا چاہیے...

کہ جب کبھی تمہیں لگے

کہ سب جھوٹ تھا، سب مایوس کن...

تو ایک لمحے کے لیے مجھے یاد کرنا...

کہ کوئی تھا جو تمہیں بنا کچھ مانگے چاہتا رہا"...

منظر: اگلے دن کورٹ کے باہر — کرن اور شہزاد

شہزاد فائل ہاتھ میں تھامے، کرن کی طرف دیکھتا ہے۔
کرن مسکراتی ہے، مگر آنکھوں میں نمی۔

شہزاد (مسکرا کر):
" کل رات تم نے وہ دھماکہ ٹال کر جو کیا... اُس کے لیے شکریہ۔
تم بہت خاص وکیل ہو۔"

کرن (دھیرے سے):
"بس وکیل ہی سمجھا تم نے خود کو؟"

شہزاد (چونک کر):
" کیا مطلب؟"

کرن (مسکرا کر نظریں چراتے ہوئے):
" کچھ نہیں... بس اب یہ کیس جیتنا ہے، تمہارے لیے... اور اُن تین ننھے گواہوں کے لیے۔"

منظر: کرن تنہا، اسٹیپ میں جاتی ہوئی...

آسمان پر ہلکی دھوپ نکل آئی ہے...
کرن کی مسکراہٹ میں ایک زخم چھپا ہے،
جسے صرف وہ جانتی ہے... اور شاید شہزاد... کبھی نہ جانے۔

قسط نمبر:56

منظر: اسکول آفس — شہزاد کی میز — دوپہر کا وقت

دروازہ دھیرے سے کھلتا ہے۔
ایک خاکی لفافہ میز پر رکھا جاتا ہے۔
لفافے پر مہر ہے: "ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن، ٹرانسفر آرڈر"۔

شہزاد چند لمحے اسے تکتا رہتا ہے...
پھر دھیرے سے لفافہ کھولتا ہے۔
آنکھوں میں ایک نمی کی جھلک... لبوں پر ایک دھیری مسکراہٹ۔

شہزاد (سرگوشی میں):
"تو آخر وہ وقت آ ہی گیا"...

منظر بدلتا ہے — شہزاد گھر آ چکا ہے — مصدق اور تینوں بچے موجود

مصدق (فکرمند لہجے میں):
"بھائی... اب کیا ہوگا؟ یہ اچانک ٹرانسفر تو ماں اور جلال کی نئی چال لگتی ہے!"

شہزاد (پُرسکون لہجے میں):
"مصدق... ہر نئی آزمائش مجھے میرے رب کی طرف تھوڑا اور بڑھاتی ہے۔
مجھے فرق نہیں پڑتا، کہاں جانا ہے...
فرق صرف اس بات کا ہے کہ اپنے بچوں کو کہاں چھوڑ جاؤں گا؟"

تینوں بچے شہزاد کے ساتھ لپٹ جاتے ہیں۔
سات سالہ زین، چار سالہ لائبہ اور ننھی حنا... جن کی آنکھوں میں سوال ہیں۔

زین (معصوم لہجے میں):
"ابو... آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟"

شہزاد (بچوں کو سینے سے لگاتے ہوئے):
"نہیں بیٹا... ابو کہیں نہیں جاتے،
ابو دل میں رہتے ہیں۔"

منظر: کرن کا آفس — خبر مل چکی ہے

کرن کے چہرے پر پریشانی چھپ نہیں رہی۔
وہ جلدی سے کال کرتی ہے، مگر فون بند۔

کرن (خود سے):
"یہ ٹرانسفر اچانک نہیں...

یہ ایک نئی سازش ہے...
شہزاد کو میدان سے ہٹانے کی کوشش۔
مگر میں دیکھتی ہوں... کون جیتتا ہے۔"

منظر: پروین کی ماں اور جلال کی سازش

جلال (چالاک لہجے میں):
"امی... وہ ٹرانسفر ہو رہا ہے، کیس کمزور ہوگا...
اور ہم پروین کو آخرکار سمجھا ہی لیں گے۔"

پروین کی ماں (مسکرا کر):
"کچے کان والی بیٹی کو جس طرف چاہیں، موڑ سکتے ہیں...
اب وہ شہزاد کا نام تک لینا بھول جائے گی۔"

دونوں ہنستے ہیں، مگر اس ہنسی کے پیچھے ایک زہر چھپا ہے۔

منظر: رات کا وقت — شہزاد دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے

شہزاد:

"یا اللہ... سچ کی راہ لمبی ہو سکتی ہے،
مگر میں کبھی جھوٹ کے سائے میں نہ جھکوں...
میری اولاد، میری عزت، اور میری وفاداری کو سرخرو کرنا...
اور اگر کرن واقعی میرے لیے بے لوث ہے...
تو اسے صبر دے... اور مجھے راہ دکھا"...

آسمان پر بادل گرجتے ہیں، بجلی چمکتی ہے...
ایک طوفان آسمان پر نہیں...
شہزاد کی زندگی میں آنے والا ہے۔

قسط نمبر: 57

منظر: صبح کا وقت — شہزاد کا گھر — گیٹ کے باہر ایک پرانی مگر مضبوط موٹر بائیک تیار کھڑی ہے۔

شہزاد نے بیگ باندھ لیا ہے۔ کاندھے پر لیپ ٹاپ کا بیگ، اور دل پر جذبات کا بوجھ۔
مصدق، زین، لائبہ، اور ننھی حنا دروازے پر کھڑے ہیں۔
مصدق کی آنکھوں میں حوصلہ ہے، مگر ہلکی نمی بھی...
بچوں کی معصوم آنکھوں میں سوال ہیں، پر زبان خاموش۔

شہزاد (بچوں کو گلے لگاتے ہوئے):
"میں تمہارے دل میں ہوں... ہر دعا میں...
اور جب کبھی ہوا چلے گی، محسوس کرنا...
ابو کا پیار آسمان سے گزر کر تم تک پہنچے گا۔"

مصدق (نرمی سے):
"بھائی... احتیاط سے... نو گھنٹے کا لمبا سفر ہے، اور موسم بدل رہا ہے۔"

شہزاد (مسکراتے ہوئے):
"موسم ہو یا مقدر... میں نے دونوں سے دوستی کر لی ہے۔"

بائیک اسٹارٹ ہوتی ہے، دھیمی آواز میں غراہٹ... اور پہیہ گھومنے لگتا ہے۔

منظر: شہر کے باہر — راستہ — صبح کے 7 بجے

بادل آسمان پر چھائے ہوئے... سڑک ہلکی نم... درختوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔
شہزاد ہیلمنٹ کے اندر گنگنا رہا ہے:

"زندگی ایک سفر ہے، ہم سفر کوئی بھی ہو... خودی کا ہم قدم ہونا کافی ہے۔"

راستے میں ایک جگہ رک کر چائے پیتا ہے۔ ایک چھوٹا ڈھابہ، دو لکڑی کی بنچیں، اور ایک بوڑھا چائے والا۔

چائے والا:
" کدھر جا رہے ہو صاحب؟ موسم بدل رہا ہے"...

شہزاد (چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے):
"بس... ایک نئی منزل کی طرف... جہاں سچ کو پھر سے جگہ بنانی ہے۔"

بوڑھا مسکرا کر سر ہلا دیتا ہے۔

دوسرا گھنٹہ — تیز دھوپ نکلتی ہے
ہیلمنٹ کے اندر پسینہ، مگر آنکھوں میں ایک چمک۔
راستے میں کھیتوں کے بیچ سے گزرتا ہے۔

ایک کسان بیل گاڑی لیے جا رہا ہے، دونوں کی نظریں ملتی ہیں... ایک خاموشی کی مسکراہٹ۔

چوتھا گھنٹہ — اچانک بارش

شہزاد کی بائیک ایک درخت کے نیچے رکتی ہے۔
بارش تیز، آواز اونچی... لیکن شہزاد ہنس رہا ہے...
بچپن یاد آ گیا۔ ایک لمحہ... جب وہ پروین کے ساتھ بارش میں بھیگا تھا۔
پھر اچانک خیال آتا ہے... کاش وہی معصوم لمحے لوٹ آئیں...

شہزاد (خودکلامی):
"محبت اگر ساتھ نہ دے، تو یادیں بارش کی طرح بھیگنے آ جاتی ہیں۔"

چھٹا گھنٹہ — ہلکی دھوپ، راستے میں پہاڑی موڑ

شہزاد اب بائیک پر کھل کر سانس لے رہا ہے۔ ہوا تیز، خوشبو مٹی کی...
راستے میں ایک ننھی سی لڑکی اسے دیکھ کر ہاتھ ہلاتی ہے۔
وہ مسکرا کر سر ہلاتا ہے۔

آٹھواں گھنٹہ — شام کا جھٹپٹا — ندی کے پاس ایک لمحے کا قیام

شہزاد ندی کے پاس بیٹھتا ہے۔ جوتے اتارتا ہے۔ پاؤں پانی میں...
آسمان سنہری رنگ میں ڈوبا ہے... پرندے واپسی کے سفر پر۔
شہزاد کی آنکھیں بند... ذہن میں پروین، بچے، کرن، اور سچ کی لڑائی کا عکس...

شہزاد (سرگوشی میں):
"یہ سفر... میرے اندر کی منزل تک ہے"...

نواں گھنٹہ — نیا شہر — نئی امید

اندھیرا چھا چکا ہے۔ سڑکیں اجنبی ہیں، چہرے انجان...
مگر شہزاد کی آنکھوں میں حوصلے کی روشنی ہے۔
اسکول کا بورڈ نظر آتا ہے: "گورنمنٹ سینئر سیکنڈری اسکول، گلزار نگر"

بائیک رکتی ہے...
شہزاد آسمان کی طرف دیکھتا ہے... ایک ستارہ جھلملاتا ہے...
شاید کوئی دعا قبول ہو رہی ہے۔

قسط نمبر:58

عنوان: نئی منزل، نئے چہرے

منظر: گلزار نگر کی تنگ مگر صاف ستھری گلیاں — صبح کا وقت

سرخ رنگ کی شاہین بائیک گرد سے آلودہ، مگر شہزاد کے اعتماد سے دمکتی ہوئی اسکول کے گیٹ کے سامنے آ کر رکتی ہے۔

شہزاد نے ہیلمنٹ اتارا، بال سمیٹے، اور ایک لمبی سانس لی۔

شہزاد (دھیرے سے مسکرا کر):
"نئی منزل، پرانی جنگ... مگر دل اب بھی سچ پر قائم۔"

گیٹ کے باہر چوکیدار نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

چوکیدار (آنکھیں پھیلا کر):
"صاحب! آپ ہی نئے ہیڈ ماسٹر ہیں؟"

شہزاد (نرمی سے):
"جی، میرا نام شہزاد ہے... آپ؟"

چوکیدار:
"رمیش... !بہت سنا ہے اس اسکول کے بارے میں، اب کچھ نیا دیکھنے کو ملے گا!"

شہزاد نے بائیک سائیڈ میں پارک کی اور آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا پرنسپل کے آفس کی طرف بڑھا۔

منظر: پرنسپل آفس—8:35 صبح

دروازہ کھلا۔ اندر لکڑی کی میز، فائلوں کے انبار، اور ایک درمیانی عمر کا شخص جو خالص دیسی پرفیوم میں ڈوبا ہوا تھا۔
سفید قمیص پر نیلا کوٹ، اور گول فریم کا چشمہ۔
چہرے پر مسکراہٹ، مگر نظروں میں سردی۔

پرنسپل (میز سے اٹھ کر):
"ویلکم... مسٹر شہزاد... نیا شہر، نیا ماحول۔ امید ہے ہم مل کر اسکول کو آگے لے جائیں گے۔"

شہزاد (ہاتھ ملاتے ہوئے):
"شکریہ سر... میری پوری کوشش ہوگی کہ یہاں تعلیم کو مقصد بنا کر چلوں۔"

پرنسپل (مسکراہٹ دبائے):
"بس... مقصد یہی ہو... باقی سب خود ہو جاتا ہے۔"

پرنسپل نے اسے عملے کی فہرست دی، کلاسوں کی تفصیل، اور پرانی کچھ رپورٹیں۔

شہزاد (کاغذات دیکھتے ہوئے):
"اسکول کی کارکردگی... کچھ سست سی لگتی ہے؟"

پرنسپل (ہلکے طنز میں):
"یہاں کے بچے کمزور نہیں... مگر حالات نے حوصلہ چھین لیا ہے۔
دیکھیں... آپ کتنے دن میں انہیں جگاتے ہیں۔"

شہزاد نے اندر ہی اندر محسوس کیا کہ کچھ تو ہے اس "خوش اخلاق" پرنسپل کے لہجے میں جو چھپا نہیں... صرف چھپایا گیا ہے۔

منظر: اسٹاف روم — پہلا تعارف

ٹیچرز ایک ایک کر کے ہاتھ ملاتے ہیں۔
کسی کی نظروں میں خوشی، کسی میں شک، اور کسی میں بیرخی۔

ایک سینئر استاد "جاوید سر" نے چائے کا کپ تھماتے ہوئے کہا:

جاوید سر:
"آپ کا نام تو پہلے ہی مشہور ہو چکا ہے...
عدالت سے لے کر اخبار تک...
یہاں سب جانتے ہیں، مگر بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔"

شہزاد (مسکراتے ہوئے):

"بس یہی تو میری کمائی ہے، سر...
کہ سچ کو ماننے والے کم ہیں، مگر وہی اصل اثاثہ ہیں۔"

منظر: پہلی اسمبلی — 9:30 صبح

بچوں کی قطاریں، کچھ بےترتیب، کچھ سست۔
مائیک تھما دیا گیا۔ شہزادا سٹیج پر آیا۔

شہزاد (طلبہ سے خطاب):
"میں آپ کا نیا ہیڈ ماسٹر ہوں۔
میری تمنا ہے کہ آپ صرف پاس نہ ہوں،
بلکہ کامیاب ہوں...
صرف امتحان میں نہیں... زندگی میں!"

بچوں کی نظریں اس پر جم گئیں۔ ایک ہلکی سی تالیاں بھی بجیں۔
پرنسپل تھوڑا سا چوکنا ہو گیا۔

منظر: شام — کرن کا شہر — وکالت چیمبر

کرن کیس کی فائل بند کرتے ہوئے رکتی ہے۔ سامنے شہزاد کی تصویر والی فائل۔
نرم دل میں ایک ہلکی تھرتھراہٹ۔

کرن (خود کلامی):
"اب وہ کسی اور شہر میں ہے...
مگر میرے دل کے شہر سے گیا نہیں۔
شاید... مجھے بھی اپنے مقدمے کی وکالت کرنی چاہیے...
جو دل نے دائر کر رکھا ہے، مگر زبان نے پیش نہیں کیا۔"

قسط نمبر:59

عنوان:عزت کا چراغ

منظر:گلزار نگر اسکول—اسٹاف روم، دوپہر کا وقت

شہزاد اسٹاف روم میں بچوں کے پروجیکٹ چیک کر رہا تھا، جب اچانک نائب قاصد نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہاتھ میں سرکاری لفافہ تھا۔
سفید، موٹا، مہر بند... اور سنجیدگی کی خوشبو لیے ہوئے۔

نائب قاصد (احتیاط سے):
"سر... بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن سے آیا ہے۔"

شہزاد نے خط کھولا۔
پڑھتے ہی اُس کی نظریں ٹھہر گئیں، مگر دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔
خط کے آغاز میں لکھا تھا:

"محترم شہزاد احمد،
آپ کو ریاستی سطح پر پیپر سیٹر منتخب کیا گیا ہے...
ساتھ ہی، ریاست کے تمام پرنسپل صاحبان کو ڈیجیٹل تعلیمی ٹریننگ فراہم کرنے کے لیے آپ کا انتخاب کیا گیا ہے۔"

کچھ لمحے وہ ساکت رہا۔
پھر ایک بیساختہ مسکراہٹ اُس کے لبوں پر آ گئی۔

شہزاد (خود کلامی):
"یہی تو وہ عزت ہے جو میں نے نہ خریدی، نہ مانگی...
بس سچائی کے راستے پر چلتا رہا۔"

منظر: اسکول اسمبلی — اگلی صبح

پرنسپل نے اسکول کے طلبہ اور عملے کے سامنے خط پڑھ کر سنایا۔
آواز میں تحسین تھی، لیکن دل میں وہی چھپی ہوئی رقابت۔

پرنسپل (کھوکھلی مسکراہٹ کے ساتھ):
"ہمارے قابل ہیڈ ماسٹر جناب شہزاد احمد کو ریاستی تعلیمی بورڈ نے پیپر سیٹر اور ٹریننگ ماہر مقرر کیا ہے۔
یہ صرف ان کی کامیابی نہیں... اسکول کی بھی ہے۔"

اسٹیج پر موجود طلبہ نے تالیاں بجائیں۔
اس بار وہ تالیوں میں جوش تھا، محبت تھی، فخر تھا۔

ایک طالبعلم (آہستہ سے دوست سے):
"سر شہزاد... بس کچھ اور ہی ہیں۔"

منظر: ریاستی بورڈ کا دفتر—3 دن بعد

شہزاد کو ٹریننگ شیڈیول، نصاب کی پالیسی، اور نئے ڈیجیٹل ماڈیولز سونپے گئے۔
کمرے میں ریاست کے ماہرینِ تعلیم موجود تھے۔
سربراہِ بورڈ، ایک بزرگ شخصیت، شہزاد سے مخاطب ہوئے:

سربراہِ بورڈ:
"ہم نے آپ کو سنا، دیکھا، اور محسوس کیا...
اب چاہیں گے کہ پورے نظام میں آپ کی سوچ گونجے۔"

شہزاد (نرمی سے):
"تعلیم صرف کتابوں میں نہیں،
استاد کی آنکھوں، لبوں، اور عمل میں ہونی چاہیے۔
میں بس وہی دینے آیا ہوں۔"

منظر: وکالت چیمبر— کرن، تنہا، پر خاموش نہیں

کرن شہزاد کی خبر پڑھ کر مسکرا رہی ہے۔
اخبار کے صفحے پر شہزاد کی تصویر کے نیچے لکھا تھا:

"تعلیم کی دنیا میں نیا چراغ — شہزاد احمد"

کرن نے آہستہ سے آنکھیں بند کیں۔
دل میں ایک دھیمی سی دعا ابھری۔

کرن (دل ہی دل میں):
"اُسے وہ سب مل رہا ہے جو وہ سچائی سے مانگتا تھا...
کاش میں بھی اُس کی سچائی کا ایک حصہ بن پاتی۔"

منظر: گلزار نگر — اسکول کے بعد کی شام

شہزاد تنہا بائیک پر بیٹھا۔
ہوا میں خزاں کا پہلا جھونکا۔
نظریں دور افق پر جمیں۔

شہزاد (دل میں):
"منزل قریب آ گئی ہے...
مگر راستے ابھی بھی امتحانوں سے بھرے ہیں۔
یہ عزت... ایک اور جنگ کی تیاری ہے۔"

قسط نمبر:60

عنوان: راستوں پر انقلاب کی خوشبو

منظر: صبح کا دھند بھرا منظر — شہزاد کی سرخ شاہین بائیک پر روانگی

ہلکی دھند میں لپٹا ہوا راستہ...
شہزاد نے ہیلمٹ پہنا، جیکٹ کی زِپ چڑھائی، اور بائیک اسٹارٹ کی۔

شہزاد (دل میں مسکراتے ہوئے):
"آج کا سفر صرف فاصلے کا نہیں... فکروں کا بھی ہے۔
ہر میل، ہر موڑ... شاید کچھ نیا سکھا دے۔"

سرخ رنگ کی چمچماتی بائیک جیسے وقت کا سینہ چیر رہی ہو،
راستے میں سرد ہوا کی سسکاریاں، درختوں کی پرچھائیاں،
اور ہلکی دھوپ کا رومانوی لمس—
ہر لمحہ اُسے اپنے ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔

شہزاد (خود کلامی):
"یہ کھلی ہوا، یہ کھلے خواب...

بس رب کرے کہ کسی کے ارادوں کی زنجیر نہ بنیں۔"

راستے میں ایک ندی کے پاس رک کر اُس نے چائے پی،
پتھروں پر بیٹھا، آسمان کو تکتا رہا—
ایک پرندہ بھی جیسے اُس کے عزم پر نغمہ سُنا رہا ہو۔

منظر: ریاستی تعلیمی بورڈ—ڈیجیٹل ٹریننگ ورکشاپ کا آغاز

ایک بڑے ہال میں، جدید اسکرینز، پروجیکٹر،
اور ریاست کے مختلف اضلاع سے آئے ہوئے پرنسپل صاحبان موجود۔

شہزاد اسٹیج پر آیا—
سادہ لباس، مگر پراعتماد لہجہ۔
ایک مسکراہٹ جو سب کی توجہ کھینچ لیتی ہے۔

شہزاد (افتتاحی کلمات):
"محترم اساتذہ!
تعلیم کا نظام صرف نصاب نہیں...
سوچ کا زاویہ، محبت کی بولی، اور ٹیکنالوجی کی روانی بھی ہے۔
میں کوئی خطیب نہیں... صرف ایک استاد ہوں،
جو چاہتا ہے کہ ہم سب کے ہاتھ میں چراغ ہو—اندھیرے سے لڑنے کا چراغ۔"

تالیاں بجیں... کئی نگاہوں میں حیرت، کچھ میں رشک۔
مگر سب نے محسوس کیا—
یہ شخص صرف پڑھاتا نہیں... جلاتا ہے۔

منظر: سوال و جواب کا سیشن

پرنسپل جلال (طنزیہ):
"مسٹر شہزاد، دیہی علاقوں میں بجلی ہی نہیں، آپ ڈیجیٹل کی بات کر رہے ہیں؟"

شہزاد (نرمی سے):
"جلال صاحب، ہم صرف بجلی کی بات نہ کریں...
ہم سوچ کی تاریکی کو بھی دیکھیں۔
اگر استاد بدل جائے، تو چراغ بچوں کی آنکھوں میں بھی جلنے لگتے ہیں۔"

پرنسپل رضیہ (تجسس سے):
"آپ کے خیال میں استاد کا سب سے بڑا ہتھیار کیا ہے؟"

شہزاد (ہلکی مسکراہٹ سے):
"شفقت۔
جس دن ہم مارنے کے بجائے سمجھنے لگیں گے...
ہم سبق نہیں، نسلیں لکھیں گے۔"

تالیاں زور سے بجیں—
کچھ پرنسپلز نے نوٹس بنائے، کچھ نظریں جھک گئیں۔
لیکن سب پر ایک اثر سا چھا گیا تھا۔

منظر: شام—ہال کے باہر، تنہا لمحے

شہزاد لان میں کھڑا سورج کو غروب ہوتے دیکھ رہا تھا۔
دل میں عجیب سی طمانیت تھی—
جیسے آج اُس نے سچ میں کچھ جیت لیا ہو۔

اسی لمحے موبائل پر کرن کا میسج آیا:

کرن (میسج):
"آپ کی تربیت نے ہمیں بھی سکھایا ہے کہ
چراغ کبھی روشنی سے تھکتا نہیں...
وہ جلتا ہے، جلانے کے لیے۔"

شہزاد نے موبائل دیکھا، مسکرایا...
مگر دل میں خاموشی کا ایک اور باب کھل گیا۔

قسط نمبر: 61

عنوان: سازشوں کے سائے میں جلتا چراغ

منظر: تربیتی ورکشاپ کے اگلے دن — ریاستی بورڈ کا وی آئی پی کمرہ

شہزاد کو ریاستی تعلیمی بورڈ کے صدر نے چائے پر مدعو کیا تھا۔
پُر وقار کمرہ، دیواروں پر قائدینِ تعلیم کی تصاویر،
اور ایک بڑی میز جس پر صرف دو افراد بیٹھے تھے۔

صدر بورڈ (شفقت آمیز انداز میں):
"شہزاد صاحب، آپ کے کل کے لیکچر نے بورڈ کے سینئر ممبران کو چونکا دیا ہے...
کیا آپ کو اندازہ ہے کہ آپ کیا کر چکے ہیں؟"

شہزاد (سادگی سے):
"اگر کسی بچے نے اپنے اُستاد کو خواب دیکھنے کی اجازت دے دی ہو...
تو شاید کچھ کر ہی لیا ہو، سر۔"

صدر بورڈ:
"ہم آپ کو ایک مستقل ریاستی سطح کا تعلیمی سفیر بنانا چاہتے ہیں۔

لیکن... ہر روشنی کے ساتھ ایک سایہ بھی ہوتا ہے۔"

شہزاد (چونک کر):
"کیا مطلب؟"

صدر بورڈ:
"کچھ پرنسپلز اور بورڈ ممبران آپ سے ناخوش ہیں...
آپ کا طریقہ اُن کی کرسیوں کو ہلا رہا ہے۔
اور وہ خاموش نہیں رہیں گے۔"

منظر: کرن کا کمرہ — لیپ ٹاپ پر کام کرتی ہوئی

کرن اپنی اسائنمنٹ مکمل کر رہی تھی،
مگر دل کسی اور جانب تھا۔

کرن (خود سے):
"وہ جتنا عام لگتا ہے... اتنا ہی غیر معمولی ہے۔
شہزاد... تمہیں صرف تربیت دینی آتی ہے یا دلوں کو جیتنا بھی؟"

میسج باکس میں اس کا مسودہ رکھا تھا، جو وہ کئی دن سے لکھ کر بھیج نہیں پا رہی تھی:

"کاش تمہیں یہ اندازہ ہوتا... کہ میری خاموشی میں محبت چھپی ہے،

اور ہر سوال کے جواب میں صرف تمہارا نام آتا ہے۔"

لیکن وہ مسودہ پھر ڈیلیٹ ہو گیا...

منظر: اسکول میں خفیہ میٹنگ — جلال، پرنسپل ریاض اور دو دیگر سازشی ارکان

پرنسپل ریاض (غصے میں):
"یہ شہزاد ریاستی ہیرو بنتا جا رہا ہے،
اگر ہم نے کچھ نہ کیا، تو وہ پورا تعلیمی نظام بدل دے گا!"

جلال (زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ):
"نظام بدلنے والا اگر خود نظام کا حصہ نہ رہے... تو؟"

ایک ممبر:
"کیا مطلب؟"

جلال:
"اس کے ماضی کو کھودو... اس کی پرسنل لائف کو،
ایک چھوٹا سا داغ کافی ہوتا ہے، ہیرو کو ولن بنانے کے لیے۔"

پرنسپل ریاض:
"اور ہم اسے ہمیشہ کے لیے سائلنٹ کر دیں گے۔"

منظر: اگلی ورکشاپ — شہزاد کا خطاب

شہزاد نے ایک نئی ایپ متعارف کروائی جو دیہی طلبہ کے لیے مفت ڈیجیٹل مواد فراہم کرتی تھی۔

شہزاد (جوش سے):
"اب نہ بجلی کا بہانہ چلے گا، نہ فاصلے کا۔
علم ہر بچے کے دروازے تک پہنچے گا!"

تالیاں، سیٹیاں، تحسین...
لیکن عقبی نشستوں پر کچھ چہروں پر نفرت کے سائے تھے۔

قسط نمبر:62

عنوان: سازش کی پہلی چال

منظر: بورڈ آفس کے باہر — شام کے سائے، بائیک پر سوار شہزاد

شہزاد اپنی سرخ شاہین بائیک پر سوار، ورکشاپ سے نکل رہا تھا۔
ہوا میں ایک عجب سی خنکی تھی، مگر شہزاد کا چہرہ مطمئن، کامیابی کی روشنی سے چمک رہا تھا۔

دل میں:
"یہ تو شروعات ہے...
علم کو عام کرنے کا خواب اب سرحدوں کو پھلانگے گا۔"

مگر شہزاد کو اندازہ نہ تھا کہ اسی لمحے...
ایک پرانا چہرہ اُس کی تصویریں لے رہا تھا — جلال!

منظر: کرن کا کمرہ — دفتر کے نوٹس بکھرے، دل میں ہلچل

کرن کھڑکی کے پاس کھڑی، ہاتھ میں شہزاد کی ایک تحریر پڑھ رہی تھی جو اُس نے ورکشاپ میں لکھی تھی:

>"جب علم زبانوں کا محتاج نہ رہے، تب اصل تعلیم شروع ہوتی ہے۔"

کرن نے آنکھیں بند کیں، اور دل سے ایک آہ نکلی۔

کرن (خاموشی سے):
"تمہارا علم تو سب کو دے دیا،
پر دل کے کورس میں صرف میں رہ گئی ہوں، شہزاد"...

اسی لمحے اس کا فون بجا— نام آیا: "نظام جمعدار"

کرن (چونک کر):
"یہ وکیل ویلن مجھے کیوں فون کر رہا ہے؟"

فون اٹھایا۔

نظام (بیباکی سے):
" کرن بی بی، آپ کو ایک ذاتی مشورہ دینا ہے۔
شہزاد سے دور رہنا ہی بہتر ہے،
کیونکہ اس کا ماضی اتنا سادہ نہیں جتنا چہرہ"...

کرن (سخت لہجے میں):

"نظام صاحب! میں قانون پڑھاتی ہوں، خوف نہیں کھاتی۔
دوسروں کی زندگی میں جھانکنے سے پہلے...
اپنی سوچ کا آئینہ صاف کیجیے۔"

فون بند۔

کرن کے چہرے پر سختی، لیکن دل میں بےچینی تھی۔

منظر: خفیہ دفتر — جلال، نظام، اور پرنسپل ریاض

جلال (فائل لہراتے ہوئے):
"یہ رہی شہزاد کے بچپن کی کہانی...
اُس کا باپ ایک گھوٹالے میں سزا کاٹ چکا ہے...
اب یہ بات پھیلائی جائے گی۔"

نظام:
"اور یہ کہانی سوشل میڈیا پر ڈالنے کا وقت بھی آ گیا ہے...
"ہیرو کا داغدار ماضی" — اچھا لگے گا، ہے نا؟"

پرنسپل ریاض:
"شہزاد اگر ریاستی نمائندہ بن گیا، تو ہم سب بیکار ہو جائیں گے۔
اب اسے عوام کے دل سے اتارنے کا وقت ہے۔"

منظر: اسکول میں اگلی صبح— شہزاد عملے کے سامنے کھڑا

شہزاد:
" کل کی ٹریننگ کے اثرات ہم نے بچوں کی آنکھوں میں دیکھے۔
ہم نے جو بیج بویا ہے، وہ پودا بننے ہی والا ہے۔
ہمیں محنت جاری رکھنی ہے"...

اسی وقت ایک ٹیچر ہانپتا ہوا آیا، ہاتھ میں موبائل تھا۔

ٹیچر:
"سر... آپ کے بارے میں... یہ دیکھیے!"

اس نے سوشل میڈیا پر وائرل ایک پوسٹ دکھائی—
"ریاستی تعلیمی ہیرو کا ماضی داغدار؟ والد جیل جا چکا؟"

سناٹا چھا گیا۔

شہزاد نے فون لیا، پوسٹ کو غور سے پڑھا، پھر پرسکون انداز میں مسکرایا۔

شہزاد (نرمی سے):
" کچھ سچ ہوتے ہیں... کچھ سچ کو توڑ کر بنایا جاتا ہے۔
میں جلد جواب دوں گا... مگر اپنے کام سے، الفاظ سے نہیں۔"

قسط نمبر:63

عنوان: خاموش طوفان

منظر: شہزاد کا کمرہ — رات کا وقت، میز پر چراغ، کاغذات بکھرے

شہزاد پرسکون نظر آ رہا تھا، مگر آنکھوں میں گہری سوچوں کی پرچھائیاں تھیں۔
سوشل میڈیا پر اس کے ماضی کو اچھالنے کی کوشش کی گئی تھی،
مگر وہ جانتا تھا... سچ وقت کا محتاج نہیں، خود بول پڑتا ہے۔

اس کے فون پر کرن کا میسج آیا:

>" کیا آپ ٹھیک ہیں؟ میں چاہوں تو ایک قانونی نوٹس بھجوا سکتی ہوں ان افواہوں پر۔"

شہزاد نے میسج پڑھ کر مسکرا دیا۔
پھر جواب دیا:

>" کرن، جو لوگ کیچڑ اچھالتے ہیں... وہ خود اس میں دھنس جاتے ہیں۔
فی الحال، مجھے بچوں کا مستقبل سنوارنا ہے۔"

منظر: ڈیجیٹل تربیتی ورکشاپ کا دوسرا دن — ہال میں ہجوم

تمام ریاستی پرنسپل اور اساتذہ جمع تھے۔
آج شہزاد کی دوسری سیشن تھی۔
سب کی نظریں اس پر تھیں — کوئی ستائش سے، کوئی شک سے،
اور کچھ... حسد سے!

شہزاد اسٹیج پر آیا۔

شہزاد (پُراعتماد لہجہ):
"دوستو! میرے بارے میں بہت کچھ کہا جا رہا ہے...
کچھ سچ، کچھ جھوٹ، کچھ کہانیاں۔
مگر سوال یہ ہے: کیا ہم انسان کو اس کے ماضی سے تولتے ہیں
یا اس کی موجودہ جدوجہد سے؟"

ہال میں خاموشی چھا گئی۔

شہزاد (جذبے سے):
"میں ایک قیدی کا بیٹا ہوں۔
لیکن آج میں تعلیم کا قیدی ہوں،

اور اس قید کو میں نسلوں میں بانٹنا چاہتا ہوں!"

ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

ایک عمر رسیدہ پرنسپل کھڑا ہوا:

پرنسپل عبدالکریم:
"ہم سب نے آج سیکھا...
کہ استاد وہی ہے جو اپنی کمزوری کو طاقت میں بدل دے۔
شہزاد، تم ہمیں جلا رہے ہو۔"

منظر: کرن کا کمرہ — دل کی الجھنوں کا موسم

کرن ٹی وی پر شہزاد کی تقریر دیکھ رہی تھی۔
اس کی آنکھوں میں نمی تھی،
اور دل میں ایک سوال:

کرن (دھیمی آواز):
"کاش تم ایک بار میری طرف بھی دیکھتے
جیسے علم کو دیکھتے ہو...
میں بھی سوال ہوں، شہزاد... تمہاری خاموشی کا۔"

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔

دوسری طرف نظام جمعدار تھا، ہاتھ میں ایک فائل۔

نظام:

" کرن بی بی، آپ جانتی ہیں شہزاد نے جو انقلاب چھیڑا ہے...

اس کے دشمن بہت ہیں...

اور ان میں سے ایک آپ کے بہت قریب ہے۔"

کرن (چونک کر):

" کیا مطلب؟ صاف صاف بات کریں!"

نظام (شاطر ہنسی کے ساتھ):

" کچھ ثبوت ہیں... دیکھ لیجیے۔

یہ سازش صرف سوشل میڈیا تک محدود نہیں۔"

کرن نے فائل کھولی۔

تصویریں، آڈیو کلپس، ایک نام... جلال!

منظر: شہزاد بائیک پر — رات کا سفر، راستے سنّاٹے میں گم

ہوا کے جھونکے، لمبی سڑک،

مگر شہزاد کے ذہن میں گونج رہا تھا جلال کا چہرہ۔

شہزاد (دل میں):

"اگر تمہیں لگا کہ میں جھک جاؤں گا...

تو سن لو جلال...

میں ماضی نہیں، مستقبل کی طرف جا رہا ہوں۔"

اس کی بائیک روشنی میں ایک نئی سمت کا اعلان کر رہی تھی۔

قسط نمبر: 64
عنوان: پردہ اُٹھا تو راز کُھلا

منظر: کرن کا دفتر — سہ پہر کا وقت، دیوار پر شہزاد کی تقریر کی تصویر فریم میں لگی ہے

کرن گم صم بیٹھی تھی۔ نظام جمعدار کے دیے گئے ثبوت اُس کے سامنے بکھرے تھے۔
آڈیو کلپ میں جلال کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی:

>"وہ شہزاد ہمیں ہر بار پیچھے چھوڑ جاتا ہے،
اس بار ایسا کھیل رچاؤں گا کہ وہ کبھی نہ اُبھر سکے"...

کرن کا چہرہ سختی سے تن گیا۔
اس نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔

کرن (پُرعزم انداز میں):
"اب خاموشی نہیں...
شہزاد اکیلا نہیں،
سچ کی لڑائی میں میں اس کے ساتھ ہوں۔"

منظر: ریاستی بورڈ کی عمارت — کانفرنس ہال، اہم میٹنگ جاری

صدرِ تعلیمی بورڈ، چند وزراء، اور منتخب ماہرین تعلیم موجود تھے۔
شہزاد ایک کونے میں پرسکون بیٹھا تھا،
مگر اس کے مخالفین چالاکی سے اس کی کردارکشی کی کوشش میں مصروف تھے۔

وزیرِ تعلیم (شک میں):
" کیا آپ کو نہیں لگتا کہ شہزاد کی مقبولیت سیاسی رنگ بھی اختیار کر سکتی ہے؟
ہمیں سوچنا ہوگا"...

صدر بورڈ:
"لیکن اُن کی تعلیمی صلاحیت؟"

اتنے میں دروازہ کھلا — کرن اندر داخل ہوئی۔
پورے وقار، اعتماد اور گہری نظر کے ساتھ۔

کرن:
"اگر سچ کا سامنا کرنے کا حوصلہ ہو، تو میں کچھ پیش کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے ثبوت میز پر رکھ دیے۔
ہر ایک کی سانسیں تھم گئیں۔

کرن (سنجیدگی سے):

"یہ جلال کی سازش ہے۔
شہزاد کا دامن صاف ہے۔
میں برسوں سے انہیں جانتی ہوں،
نہ صرف ایک وکیل کی حیثیت سے...
بلکہ... ایک بے آواز محبت کے احساس سے۔"

سب چونک گئے۔
شہزاد نے نظریں اٹھا کر پہلی بار کرن کو دیکھا—
ایک سوال، ایک تشکر، ایک حیرت...
سب جھلک رہا تھا۔

منظر: بورڈ کے باہر میڈیا کا ہجوم

خبر نکل چکی تھی:
"شہزاد ریاستی بورڈ کے سینئر پیپر سیٹر مقرر،
ڈیجیٹل تربیت کا ریاستی چہرہ"

کیمرے، مائیک، فلیش...
شہزاد کے ارد گرد ہجوم،
مگر اس کی آنکھیں صرف ایک چہرہ ڈھونڈ رہی تھیں— کرن کا!

کرن تھوڑے فاصلے پر کھڑی تھی،
مسکرا رہی تھی...

لیکن آنکھوں میں نمی تھی۔

کرن (دل میں):
"شہزاد، تم سچ کے ہو...
میں تمہارے سائے کی طرح ساتھ ہوں...
بس ایک طرفہ، خاموش محبت بن کر۔"

منظر: رات کا وقت، شہزاد تنہا بائیک پر، ہوا کے دوش پر

اس کے ذہن میں آج کے واقعات تیز فلم کی طرح چل رہے تھے۔
زندگی ایک نئی سمت میں جا رہی تھی،
مگر کرن کی آنکھیں...
وہ کچھ اور کہہ رہی تھیں۔

شہزاد (دل میں):
" کیا میں خود کو پڑھنے میں اتنا مصروف تھا
کہ ایک دل کی تحریر نظر انداز ہو گئی؟"

ہوا خاموش تھی،
مگر ایک خاموش طوفان ضرور آ رہا تھا۔

قسط نمبر:65

عنوان: محبت کی پہلی آہٹ

منظر: ریاستی تربیتی کیمپ کا اختتامی دن — شام کی خنکی، دریا کے کنارے

ہلکی ہوا، سرمئی بادل،
اور پرسکون پانی کی سطح پر پڑتی سورج کی آخری کرنیں۔
شہزاد بینچ پر بیٹھا آسمان کو تک رہا تھا،
ذہن میں ہزاروں خیال،
اور دل میں اک نام — کرن۔

تبھی پیچھے سے آہٹ ہوئی۔
پلٹ کر دیکھا — وہی چہرہ،
وہی خاموش مسکراہٹ،
اور ہاتھ میں دو کپ چائے۔

کرن:
" کبھی کبھی تھکن چائے سے نہیں،
کسی ہم مزاج سنگت سے اترتی ہے"...

شہزاد (ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ):
"اور کبھی کسی کی خاموش موجودگی سے... جیسے ابھی۔"

چائے کی چسکیوں کے بیچ خاموشی چھا گئی،
مگر وہ خاموشی الفاظ سے کہیں زیادہ بول رہی تھی۔

کرن:
"آپ ہمیشہ سے ایسے ہی تھے؟
اپنے کام میں گم...
اپنی دنیا میں بند؟"

شہزاد (نرمی سے):
"شاید... کیونکہ سچائی کا راستہ تنہا ہوتا ہے۔
اور کچھ زخم ایسے ہوتے ہیں، جو صرف اپنے ہی اندر سنے جاتے ہیں۔"

کرن نے اس کی آنکھوں میں جھانکا—
وہاں درد بھی تھا،
اور ادھوری چاہت کا عکس بھی۔

کرن (مدھم لہجے میں):
"کبھی کسی نے کہا نہیں...
کہ آپ کا ساتھ بھی کسی کا خواب ہو سکتا ہے؟"

شہزاد چونکا...
پہلی بار کرن کی آنکھوں میں وہ جذبہ صاف جھلک رہا تھا

جس کا وہ شاید عرصے سے انکار کر رہا تھا۔

شہزاد (رک کر):

" کرن... تم نے میرے لیے جو کیا...
میں کبھی بھلا نہیں سکتا۔
لیکن میں ابھی بھی خود کو سمجھنے کے سفر میں ہوں۔"

کرن (نرمی سے):

"اور میں...
بس تمہارے سائے میں چلنے کو کافی سمجھتی ہوں۔
محبت کا نام ہمیشہ ساتھ ہونا نہیں ہوتا،
کبھی کبھی دور رہ کر دعا بن جانا بھی محبت ہے۔"

دریا خاموشی سے بہہ رہا تھا،
اور وقت ایک پل کو ٹھہر سا گیا تھا۔

شہزاد (مدھم لہجے میں):

" کرن...
اگر میں کبھی واپس مڑا...
تو تمہاری آنکھوں کی یہ چمک رہنی چاہیے۔"

کرن (مسکرا کر):

"تم جو بھی فیصلہ کرو،
میری آنکھیں ہمیشہ تمہارے لیے دعا رہیں گی۔"

وہ دونوں چپ ہو گئے۔

صرف ہوا بول رہی تھی—

اور دل کی دھڑکنیں...

جو شاید اب ایک دوسرے کو سننے لگی تھیں۔

قسط نمبر:66

عنوان: دروازے پر دستک

شہزاد کا بائیک پر رومان سے بھرا سفر اب منزل کی طرف رواں تھا۔
تربیت کا اختتام ایک کامیاب باب تھا،
مگر نئے باب کی پہلی سطر دروازے پر لکھی جانے والی تھی۔

وہ گھر لوٹا،
نئے شہر کے کمرے میں رات کی تنہائی کچھ زیادہ ہی بولنے لگی تھی۔
کپڑے بدلے، چائے بنائی،
اور سوچوں میں گم بیٹھ گیا۔
تبھی—
دروازے پر دستک ہوئی۔

ٹھک ٹھک۔

دل نے دھڑکنا شروع کیا۔
یہ وقت؟
کون ہوسکتا ہے؟

دروازہ کھولا—

سامنے کھڑی تھی ایک مانوس سی پرچھائی۔

پروین۔

چہرہ اُداس،

لب خاموش،

آنکھیں خالی... اور پچھتاوے سے لبریز۔

پروین (ہچکچاتے ہوئے):

" کیا... کیا اندر آسکتی ہوں؟"

شہزاد چند لمحے خاموش رہا۔

پھر ایک طرف ہٹ کر دروازہ کھول دیا۔

پروین اندر آئی،

کمرے کی دیواریں اچانک خاموش ہو گئیں۔

شہزاد (سخت مگر تھکے لہجے میں):

"اب کیوں آئی ہو، پروین؟

کیا باقی تھا برباد کرنے کو؟"

پروین (نم آنکھوں سے):

"بچانے کے لیے آئی ہوں...

تمہیں بھی،

اپنے بچوں کو بھی...
اور خود کو بھی۔"

شہزاد کا دل کچو کے کھا گیا۔

پروین:
"ماں اور جلال نے مجھے تم سے دور کر دیا،
پر دل... دل آج بھی تمہارے ہر لفظ کو سچ مانتا ہے۔
نظام جمعدار کا اصل چہرہ میرے سامنے ہے اب۔
میں نے سب کچھ سنبھالنے کی کوشش کی...
پر دیر ہو چکی تھی۔"

شہزاد نے ایک گہرا سانس لیا۔

شہزاد:
"سچ... ہمیشہ دیر سے سمجھ آتا ہے۔
پر سچ، سچ ہی رہتا ہے۔
چاہے کتنے ہی جھوٹ اس کے گرد لپیٹ دیے جائیں۔"

پروین (مدھم لہجے میں):
"میں تم سے صرف ایک موقع چاہتی ہوں،
اپنے بچوں کے لیے...
اپنی کوتاہیوں کی تلافی کے لیے۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

صرف دیوار پر ٹنگی گھڑی کی ٹک ٹک گونج رہی تھی۔

شہزاد نے چائے کا کپ آگے بڑھایا،
پہلی بار اس خاموشی میں ایک نئے آغاز کی آہٹ تھی۔

شہزاد (نرمی سے):
"یہ راستہ آسان نہیں ہوگا، پروین۔
مگر اگر تم سچ میں بدلی ہو...
تو ہم دوبارہ ایک راستہ بنا سکتے ہیں۔"

پروین (آنکھوں میں نمی لیے):
"بس اتنا کافی ہے،
کہ تم نے دروازہ بند نہیں کیا۔"

قسط نمبر: 67

عنوان: زخم، جو بولتے ہیں

صبح کے دھندلکے میں بیدار ہوتے شہر کی فضا میں ایک عجب سی بےچینی تھی۔ شہزاد کی آنکھ کھلی تو پہلی نظر پروین پر پڑی، جو کھڑکی کے قریب کھڑی خاموشی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

یہ لمحہ—
مانند کسی خواب کے—
مگر سچائی کی چبھن لیے ہوئے۔

شہزاد (ہلکے لہجے میں):
"تمہیں نیند نہیں آئی؟"

پروین:
"کچھ زخم ایسے ہوتے ہیں جو سونے نہیں دیتے"...

شہزاد نے گہرا سانس لیا، کمرے کی خامشی میں زخموں کی گونج تھی۔

اسی لمحے فون بجا۔ اسکرین پر "کرن" کا نام جگمگا رہا تھا۔

شہزاد نے فون اٹھایا۔

کرن (چمکتے لہجے میں):
"مبارک ہو سر! آپ کو نیشنل پالیسی ایڈوائزری بورڈ میں ایجوکیشن ڈیجیٹل لیڈ کے طور پر منتخب کیا گیا ہے۔ آپ کی کامیابی ہم سب کی ہے!"

شہزاد مسکرایا،
لیکن پروین کی آنکھوں میں وہ مسکراہٹ دھندلی دکھائی دی۔

شہزاد:
"شکریہ، کرن۔ تمہاری محنت اور تعاون نے مجھے اس مقام تک پہنچایا۔"

کرن (مدھم آواز میں):
"سر ... کبھی کبھی ... کچھ رشتے لفظوں سے آگے چلے جاتے ہیں، لیکن زبان بند رہتی ہے۔"

شہزاد نے ایک لمحے کو خاموشی اختیار کی،
پھر آہستہ سے کہا:

شہزاد:
" کچھ احساسات صرف جذبے ہوتے ہیں ... تعلق نہیں بنتے۔"

فون بند ہوا۔

پروین نے پلٹ کر شہزاد کی طرف دیکھا۔

پروین:

" کرن... تمہیں چاہتی ہے؟"

شہزاد نے نظریں جھکا لیں۔

شہزاد:
"محبت... تبھی خوبصورت ہوتی ہے جب وہ بیلوث ہو۔ کرن نے میرا ساتھ دیا... لیکن میرے دل کی جگہ، تم اور ہمارے بچے ہی بھر سکتے ہیں۔"

پروین کی آنکھوں سے خاموش آنسو بہہ نکلے۔

پروین:
"میں احمق تھی... بہت احمق۔"

شہزاد نے آہستہ سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

شہزاد:
"نہیں... صرف کچّے کان کی۔"

اچانک دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔

ٹھک ٹھک!

دروازہ کھولا گیا—
سامنے کھڑا تھا ایک پولیس آفیسر۔

افسر (سنجیدہ لہجے میں):

"جناب شہزاد، آپ کو فوری طور پر طلب کیا گیا ہے۔ نظام جمعدار پر لگے الزامات میں آپ کے بیان کی ضرورت ہے۔"

شہزاد نے پرعزم انداز میں سر ہلایا۔

شہزاد (پروین سے):

"اب وقت آ گیا ہے سچ کو پوری روشنی میں سامنے لانے کا۔"

قسط نمبر:68

عنوان: چہرے کے پیچھے چہرہ

کمر؟ عدالت ایک بار پھر توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔

شہزاد، سفید کرتا پاجامہ پہنے، باوقار اور پرسکون انداز میں کرسی پر بیٹھا تھا۔ کرن، جو وکالت کے لباس میں درخشاں لگ رہی تھی، اس کے قریب کھڑی تھی۔ آنکھوں میں وہی سنجیدگی، جو محبت سے زیادہ شہزاد کے انصاف کی پیاس کا عکس تھی۔

دوسری جانب، نظام جمعدار، اپنے وکیل کے ساتھ موجود تھا۔ چالاک آنکھیں، بناوٹی اعتماد، اور جھوٹ کے سائے میں لپٹا ہوا چہرہ۔

جج محترمہ ثمینہ خرم نے گھنٹی بجائی۔

جج:
" کیس نمبر ۵۲۰۲/ش-پ۔ سماعت کا آغاز کیا جائے۔"

کرن (اعتماد سے):
" محترمہ جج صاحبہ، آج ہم وہ سچ پیش کریں گے جو برسوں سے دھند میں چھپا رہا... سچ، جو نظام جمعدار کے چہرے کے پیچھے چھپے دھوکے کو بینقاب کرے گا۔"

نظام کے چہرے پر ہلکی سی تھکن نمودار ہوئی۔ جیسے ماضی کی گرد اس کی آنکھوں میں اترنے لگی ہو۔

کرن نے شہزاد کو گواہ کے طور پر بلایا۔ شہزاد کھڑا ہوا، عدالت کے کمرے میں سنّاٹا چھا گیا۔

کرن:
"شہزاد صاحب، کیا آپ عدالت کو بتا سکتے ہیں کہ نظام جمعدار نے کس طرح آپ کی ازدواجی زندگی کو تباہ کرنے کی کوشش کی؟"

شہزاد (ٹھہرے ہوئے لہجے میں):
"نظام نے پروین کی ماں اور بھائی جلال کے ساتھ مل کر ایسے حالات پیدا کیے کہ میری بیوی کو مجھ پر شک ہونے لگا۔ بچوں کی نسبت کو مشکوک بنانے کی سازش کی گئی۔ یہاں تک کہ میری کردار کشی کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔"

جج:
" کیا آپ کے پاس ان الزامات کے کوئی ثبوت ہیں؟"

کرن نے ایک یو ایس بی پیش کی۔

کرن:
"یہ ایک ریکارڈنگ ہے، جس میں نظام جمعدار اور جلال کی گفتگو واضح طور پر سنی جا سکتی ہے... کس طرح وہ پروین کے ذہن کو زہر آلود کر رہے ہیں۔"

ریکارڈنگ چلی—
نظام کی آواز گونجی:

نظام (ریکارڈنگ میں):
"بس یہ پروین بیوقوفی میں شہزاد سے الگ ہو جائے، تو باقی کام ہمارا۔ نہ وہ بچّے کبھی شہزاد کے مانے جائیں گے، نہ ہی وہ سکون سے جی پائے گا۔"

عدالت میں ایک شور سا اٹھا۔

نظام جمعدار کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔ جج نے فوری کارروائی کا حکم دیا۔

جج:
"یہ ایک سنگین سازش ہے۔ عدالت مکمل تحقیقات کا حکم دیتی ہے۔ نظام جمعدار کو فوری حراست میں لیا جائے۔"

پروین، جو عدالت کے پچھلے حصے میں موجود تھی، اس کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے ہوں۔ وہ آہستہ آہستہ شہزاد کی طرف بڑھی۔

پروین (روتے ہوئے):
"شہزاد... میں شرمندہ ہوں۔ میں نے تمہاری وفا کو نہ پہچانا"...

شہزاد نے اس کی طرف دیکھا، نظریں نرم، مگر اندر کہیں دکھ کی گہرائی اب بھی تھی۔

شہزاد:
"محبت بھروسے سے جیتی جاتی ہے، شک سے نہیں۔ لیکن اگر تم سچ پہ لوٹ آئی ہو... تو شاید وقت پھر ایک موقع دے۔"

عدالت سے باہر نکلتے وقت، کرن خاموش تھی۔ اندر کہیں ایک طوفان تھا، جسے وہ اپنے لبوں پر آنے نہیں دینا چاہتی تھی۔

شہزاد نے پلٹ کر دیکھا۔

شہزاد (ہلکے تبسم سے):
" کرن... تم نے میرے لیے نہیں، سچ کے لیے یہ جنگ لڑی۔ تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

کرن (مسکرا کر، مگر آنکھیں نم):

"شہزاد... کچھ رشتے صرف سچ کی طرح ہوتے ہیں... ہمیشہ ساتھ ہوتے ہیں، مگر کبھی مکمل نہیں ہو پاتے۔"

قسط نمبر: 69

عنوان: گمشدہ لمحوں کی بازگشت

کمرہ؟ عدالت میں دھیمی روشنی تھی۔ گواہان کی نشستیں تقریباً خالی تھیں، صرف کچھ اہم چہرے، جیسے وقت کے محافظ، اب بھی وہاں موجود تھے۔ جج ثمینہ خرم کے چہرے پر گہرے تفکر کی لکیریں تھیں، جیسے کسی فیصلہ کن موڑ پر کائنات ٹھہر گئی ہو۔

عدالت میں میڈ یئٹر کی خفیہ رپورٹ، جو حال ہی میں عدالتِ عالیہ کو موصول ہوئی تھی، آج پہلی بار جج کے سامنے کھولی گئی۔ فائل پر "SESSIONPRIVATE–DISCLOSEDRARELY" درج تھا۔

جج (نرمی مگر گرفت میں):
"یہ رپورٹ شہزاد اور پروین کے درمیان عدالتی ملاقات کی تفصیلات پر مبنی ہے، جو لوک عدالت کی ہدایت کے بعد خفیہ طور پر ایک میڈیشن سینٹر میں انجام دی گئی تھی۔"

جج نے رپورٹ کے کچھ اقتباسات اونچی آواز میں پڑھنے شروع کیے:

رپورٹ کا اقتباس:
"پروین کی آنکھوں میں آنسو اور شہزاد کے چہرے پر حیرت تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے آنکھ ملا نہیں پا رہے تھے۔ خامشی، جیسے دو بر فیلے موسموں کا سامنا ہو۔ شہزاد نے بچوں کا ذکر چھیڑا، تو پروین کا ضبط ٹوٹ گیا۔ اس نے روتے ہوئے صرف اتنا کہا: 'میں جیتی رہی، مگر اپنی ہی قبر میں۔'"

عدالت میں سنّاٹا چھا گیا۔

رپورٹ جاری تھی:
"شہزاد نے کہا: 'میں آج بھی ان لمحوں کی دہلیز پر کھڑا ہوں، جہاں تم نے مجھے تنہا چھوڑ دیا تھا... اگر سچ میں لوٹنا چاہو، تو تمہیں میرے پاس نہیں، بچوں کے دل تک جانا ہوگا۔'"

جج نے فائل بند کر دی۔ لمحہ لمحہ جیسے دل پر ثبت ہوتا گیا۔

جج (ٹھہرے ہوئے لہجے میں):
"پروین عدالت میں موجود نہیں۔ اس کے خلاف پیشی سے غیر حاضری کا ریکارڈ اب باقاعدہ جرم کے زمرے میں آئے گا، اگر وہ آئندہ سماعت میں بھی حاضر نہ ہوئیں۔"

اس لمحے عدالت کا دروازہ کھلا۔ سب کی نظریں دروازے کی جانب اٹھ گئیں۔

ایک دبلی، کمزور، مگر سجی سنوری پروین عدالت میں داخل ہوئی۔ ہاتھوں میں بچوں کی فائلز، اور چہرے پر کئی راتوں کی بے خوابی۔

پروین (کانپتی آواز میں):
"محترمہ جج صاحبہ... اگر دیر ہوئی ہو، تو سزا قبول ہے، مگر میں ایک ماں کی حیثیت سے اپنے بچوں کا حق سونپنے آئی ہوں۔"

شہزاد نے گردن موڑ کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں شناسائی کا وہی دھندلکا، جیسے برسوں بعد کوئی مانوس سایہ لوٹا ہو۔

جج:
"عدالت چاہتی ہے کہ آپ دونوں ایک بار پھر میڈیئیشن کے ذریعے، ریاستی بچوں کی بھلائی کے لیے، مشترکہ ذمہ داری پر بات کریں۔ اور اس بار، یہ ملاقات براہِ راست عدالت کی نگرانی میں ہوگی۔"

شہزاد (پُرسکون لہجے میں):

"اگر بات بچوں کی ہے... تو میرے دروازے بند نہیں ہوتے۔"

پروین:

"اور اگر بات سچائی کی ہے... تو میں اب خاموش نہیں رہوں گی۔"

جج نے اگلی سماعت کی تاریخ مقرر کی، اور اس بار دونوں کو سختی سے ہدایت دی گئی کہ عدالتی ضوابط کے مطابق باقاعدگی سے حاضر رہیں۔

عدالت برخاست ہوئی۔

عدالت سے باہر نکلتے وقت، شہزاد نے آسمان کی طرف دیکھا۔ سورج ڈھل رہا تھا، مگر روشنی ابھی باقی تھی... شاید رشتے بھی وقت کی دھوپ کے بعد نئے سائے تلاشنے لگے تھے۔

قسط نمبر:70

عنوان: خاموش محبت کا گواہ

کمرہ؟ میڈیئیشن میں ایک عجیب سی شفاف خامشی پھیلی ہوئی تھی۔ پنکھے کی آہستہ گردش اور دیوار پر لگے کلینڈر کی سرسراہٹ کے سوا کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ میڈیئیٹر، جو ایک نرم لہجے اور سمجھدار مزاج کی خاتون تھیں، فائل کے صفحات پلٹتے ہوئے رک گئیں۔ شہزاد کی آنکھوں میں اطمینان اور پروین کے چہرے پر شرمندگی کا ہلکا سا عکس تھا۔

میڈیئیٹر (نرمی سے):
"شہزاد صاحب، آپ نے کہا کہ کوئی جھگڑا نہیں؟ تو پھر یہ برسوں کی دوری، عدالتیں، تنہائی ... یہ سب کیا تھا؟"

شہزاد (مسکرا کر):
"محترمہ، کبھی کبھی جھگڑا ہوتا ہی نہیں ... بس وقت خود بیچ میں آ کھڑا ہوتا ہے۔ اور جب کوئی ایک سننے کے بجائے سنانے لگے، تو رشتے سُن ہونے لگتے ہیں۔"

میڈیئیٹر نے پروین کی طرف دیکھا، جس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ آنکھوں میں نمی تھی۔

میڈیئیٹر:
"پروین جی، کیا آپ بتائیں گی؟ کیا واقعی کچھ ایسا ہوا جس نے یہ دوری پیدا کی؟"

پروین (نرم لہجے میں):

"میں... میں شاید سچ کو پہچاننے میں دیر کر بیٹھی۔ لیکن میں نے کبھی شہزاد کی محبت پر شک نہیں کیا۔"

میڈ یئٹر نے اپنی فائل میں کچھ لکھا، پھر ایک اور سوال کیا:

میڈ یئٹر:

"اور وہ ماہانہ رقم جو شہزاد صاحب آپ کو خفیہ طور پر دیتے رہے؟ اس بارے میں؟"

پروین نے جھکی نظروں سے شہزاد کی طرف دیکھا، پھر میڈ یئٹر کی طرف۔

پروین (تھوڑے سے فخر اور آنسوؤں کے ساتھ):

"جی... وہ ہر مہینے چپ چاپ میرے اکاؤنٹ میں پیسے آتے تھے۔ میں جانتی تھی کہ یہ انہی کی محبت ہے... پر کبھی زبان نہ کھولی۔"

شہزاد (دھیمی مسکراہٹ سے):

"پیار اگر اعلان مانگے، تو وہ سودہ بازی بن جاتا ہے۔ میں نے بس یہ چاہا کہ وہ، میرے بچوں کی ماں، کمی نہ محسوس کرے... چاہے دل کی ہو یا ضرورت کی۔"

ایک لمحے کے لیے، میڈ یئٹر کی آنکھوں میں بھی نمی سی چمکنے لگی۔

میڈ یئٹر:

"آپ دونوں کے درمیان محبت ابھی زندہ ہے... شاید خاموش، شاید زخمی... لیکن مردہ نہیں۔ میں یہ رپورٹ عدالت عالیہ کو بھیجنے سے پہلے آپ دونوں کو ایک موقع دینا چاہتی ہوں۔ اگر چاہیں، تو اگلے ہفتے تک ایک ساتھ وقت گزاریں، بچوں کے ساتھ۔ ایک چھوٹی سی فیملی ریٹریٹ... جہاں نہ عدالت ہو، نہ سوال۔ صرف وہ لمحے جو کبھی چھن گئے تھے۔"

پروین نے ہچکچاتے ہوئے شہزاد کی طرف دیکھا۔

پروین:

"کیا تم... کیا ہم...؟"

شہزاد (ہلکی آواز میں):

"اگر وقت نے ہم سے چھینا ہے، تو کیا اب ہم وقت کو تھامنے کی کوشش نہ کریں؟"

پروین:

"میں تیار ہوں... ایک بار پھر... تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملانے۔"

میڈیئٹر نے قلم رکھ دیا۔ ایک خاموش محبت آج اس کمرے کی دیواروں میں نقش ہو چکی تھی۔

قسط نمبر: 71

عنوان: محبت کی عارضی پناہ گاہ

تین دن بعد...

ایک پرسکون پہاڑی علاقے کی طرف جاتی ہوئی جیپ، شہزاد، پروین، اور دو بچوں کو لیے دھیرے دھیرے بلندیوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ راستے بھر شہزاد کے لبوں پر وہی پرانی ہنسی اور بچوں کے چہروں پر چمکتی مسکراہٹیں تھیں۔ پروین، خاموش سی، کھڑکی کے شیشے سے باہر دیکھتی رہی، جیسے ہر درخت، ہر گھاٹی سے اپنا ماضی تلاش رہی ہو۔

شہزاد (مسکرا کر):
"یاد ہے پروین، ہم نے کبھی سوچا تھا کہ بچوں کے ساتھ اس طرح پہاڑوں کی سیر کریں گے؟"

پروین (نرمی سے):
"یاد تو سب کچھ ہے شہزاد... بس کچھ خواب ادھورے رہ گئے تھے۔ شاید اب وہ مکمل ہونے کا وقت ہے۔"

شہزاد نے اس کی بات پر خاموشی اختیار کی، مگر دل میں ایک نرم سی جنبش ہوئی۔

جب وہ لوگ چھوٹے سے ریزورٹ پر پہنچے، شام کا سورج پہاڑوں کے پیچھے چھپ رہا تھا۔ وہاں قدرت کی خاموشی، وقت کے شور کو دبا دیتی تھی۔

بچوں نے کمرے میں دوڑ لگا دی، اور پروین نے بیگ سمیٹے۔ شہزاد نے باہر لان کی طرف قدم بڑھائے اور پروین کو بھی بلایا۔

شہزاد (ہنستے ہوئے):
" آؤ ذرا ہوا کھائیں، شہر کی گرد آج دل پر سے بھی ہٹانی ہے۔"

پروین خاموشی سے ساتھ ہو لی۔ لان میں دونوں ایک بنچ پر بیٹھے۔ درختوں کے درمیان ہلکی روشنی اور پہاڑوں کے سائے۔

شہزاد:
"پروین... تمہاری خاموشی بہت بولتی ہے آج کل۔"

پروین (نظر چراتے ہوئے):
" کبھی کبھی دل کی آواز لفظوں میں قید نہیں ہوتی... بس آنکھیں بیاں کرتی ہیں۔"

شہزاد (سنجیدہ ہو کر):
"تو کیا تم نے کبھی دل سے مجھے چھوڑا تھا؟"

پروین کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

پروین (کانپتی آواز میں):
"شہزاد... میں نے تمہیں کبھی نہیں چھوڑا تھا... بس خود کو تم سے دور کر لیا تھا۔ میں کمزور پڑ گئی تھی... اور تم مضبوط ہوتے گئے۔"

شہزاد:
"اور اس طاقت کا سہارا تم ہی تھیں۔ تمہارے بغیر میں صرف ایک چلتی پھرتی فرض شناسی تھا۔ جذبے، رنگ، خواب... سب تم سے تھے۔"

ایک لمحے کو وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ خامشی گواہ بن گئی کہ محبت اب بھی وہیں موجود ہے، تھوڑی سی راکھ تلے سلگتی ہوئی۔

پروین (نرمی سے):

"کیا ہم... کیا ہم دوبارہ...؟"

شہزاد:

"محبت میں دوبارہ نہیں ہوتا، پروین... وہاں تو صرف 'ہمیشہ' ہوتا ہے۔"

اور وہ لمحہ... جیسے وقت تھم گیا ہو... بچوں کی قہقہوں کی آواز فضا میں گونجی، جیسے کسی نے محبت کو پھر سے زندہ ہوتے دیکھا ہو۔

قسط نمبر:72

عنوان: راز کی واپسی

صبح کی خنک ہوا، پہاڑوں کے دامن میں اُترتی ہوئی دھوپ، اور پرندوں کی چہچہاہٹ ... یہ سب کچھ کتنا پرسکون لگ رہا تھا۔ شہزاد نے لان کی کرسی پر بیٹھے بیٹھے چائے کا کپ تھاما، جبکہ پروین نے بچوں کو ناشتہ کروانے کی تیاری میں ہاتھ بٹایا۔

مگر اچانک... دروازے پر ایک دستک ہوئی۔

شہزاد (آواز بلند کرتے ہوئے):
"کون ہے؟"

باہر سے ایک درمیانی عمر کا شخص، پوسٹ مین جیسا، ایک بند لفافہ لیے کھڑا تھا۔

"سر! یہ آپ کے لیے ریاستی تعلیمی بورڈ سے آیا ہے۔ بڑی اہم ڈاک ہے۔"

شہزاد نے لفافہ ہاتھ میں لیا۔ لفافہ بھاری تھا۔ کھولا تو اندر ایک خط، کچھ ڈاکیومنٹس، اور ایک پرانا فوٹو تھا... پروین، شہزاد، اور ایک اور مرد کا۔ شہزاد کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

شہزاد (آہستہ سے):

"یہ تصویر... کیسے؟ یہ تو"...

پروین نے دور سے تصویر دیکھی اور اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

پروین:
"یہ تصویر... تمہارے کمرے سے تو کبھی نہیں نکلی... کہاں سے آئی؟"

شہزاد خاموش رہا، مگر خط کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ خط کسی سابق مڈ ییٹر کا تھا، جواب ریٹائر ہو چکا تھا۔ اس نے ان دونوں کے تعلق، عدالت میں جمع کرائی گئی خفیہ رپورٹ، اور کچھ بھیدوں کا ذکر کیا تھا۔

خط کا ایک حصہ:

"محترم شہزاد،
میں اب زندگی کے آخری دور میں ہوں، ضمیر مجھے چین نہیں لینے دے رہا۔ وہ وقت جو ہم نے عدالت میں گزارا، وہ آپ دونوں کی محبت کی کہانی کا صرف ایک صفحہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ کیسے آپ نے عدالت کے باہر بھی پروین کی مدد جاری رکھی، مگر نظام جمعدار اور پروین کی ماں نے بار بار حالات بگاڑنے کی سازش کی۔ یہ تصویر دراصل پروین کی ماں نے میرے ہاتھ دی تھی، کہ عدالت میں شہزاد کو بلیک میل کیا جا سکے... مگر میں نے چھپالی۔ آج ضمیر کہتا ہے کہ یہ آپ کو واپس کر دوں۔ شاید سچ آپ کو اور قریب لے آئے۔"

پروین کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

پروین (مدھم لہجے میں):
"میں نے کبھی تم سے سچ نہیں چھپایا... بس ماں کے دباؤ میں آ گئی تھی۔ اگر تم نہ ہوتے... میں کب کی ٹوٹ چکی ہوتی۔"

شہزاد (گہری سانس لیتے ہوئے):
"یہ سچ بہت دیر سے آیا ہے... لیکن شاید ابھی بہت کچھ بچا ہے۔"

بچوں کی آواز ایک بار پھر فضا میں گونجی، جیسے وہ کہہ رہے ہوں—"ابا امی! آؤ، ناشتہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

شہزاد اور پروین نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ماضی کی الجھنیں سلجھنے لگی تھیں۔ اور محبت... محبت شاید پھر سے راستہ مانگ رہی تھی۔

قسط نمبر: 73

عنوان: فیصلہ کن موڑ

صبح کے سائے ابھی پوری طرح بکھرے نہ تھے کہ شہزاد کی موبائل پر کال آئی۔ اسکرین پر نام جگمگا رہا تھا: "عدالتِ عالیہ، میڈیئیشن سیکشن"

شہزاد نے فون اُٹھایا۔

آواز (سرکاری لہجے میں):
"جناب شہزاد، آپ کی فیملی میڈیئیشن سے متعلق آخری رپورٹ اور نئی درخواست کی سماعت اگلے ہفتے مقرر کی گئی ہے۔ عدالت چاہتی ہے کہ پروین اور آپ دونوں ذاتی طور پر حاضر ہوں۔"

شہزاد (سنجیدگی سے):
"ہم حاضر ہوں گے۔ شکریہ۔"

فون رکھتے ہی شہزاد نے لمحے بھر کو آنکھیں موندلیں۔ جو وقت گزر چکا تھا، وہ صرف وقت نہ تھا— وہ ایک پورا عہد تھا ... جدوجہد کا، محبت کا، اور تنہائی کا۔

پروین کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر اضطراب تھا، جیسے وہ شہزاد کی خاموشی کو بھانپ گئی ہو۔

پروین (نرمی سے):

" کوئی نئی بات ہے؟"

شہزاد (آہستہ مسکرا کر):
"نئی تاریخ ہے ... عدالت میں۔ شاید اب فیصلہ ہوگا، مکمل طور پر ... ہماری زندگی کا۔"

پروین خاموش ہوگئی۔ اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ کانپ گیا، جیسے دل کی دھڑکنیں چائے کی تھرتھراہٹ میں سمٹ گئی ہوں۔

پروین:
"شہزاد ... اگر میں اُس وقت تمہارے ساتھ کھڑی ہوتی، تو شاید آج کچھ اور ہوتا۔ مگر میری ماں، اس کی ضد، اس کی انا ... سب کچھ بکھیر گئی۔"

شہزاد (نرمی سے):
"پروین ... اب بھی وقت ہے۔ ہم مل کر بچوں کے لیے ایک نئی دنیا بنا سکتے ہیں۔ لیکن ... تمہیں ایک فیصلہ کرنا ہوگا — دل کی آواز سننے کا۔"

پروین کی آنکھوں میں نمی سی آ گئی۔ اس نے سر جھکایا۔ پھر ایک لمحہ جیسے ٹھہر گیا ... اور اس لمحے میں پروین نے سر اٹھایا۔

پروین (یقین کے ساتھ):
"میں تمہارے ساتھ عدالت چلوں گی۔ لیکن ... اب کی بار، بطور فریق نہیں — بطور ساتھی۔"

شہزاد نے پہلا بار محسوس کیا ... شاید وہ سچ میں تنہا نہ تھا۔

عدالت کا دن

عدالت میں موجودگی نے فضا کو سنجیدہ بنا دیا تھا۔ جج صاحبہ نے فریقین کو بلا کر پوچھا:

جج:
"کیا آپ دونوں اب بھی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہ سکتے؟"

شہزاد:
"محترمہ، ہم ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے، صرف حالات کے ہاتھوں الگ ہو گئے تھے۔"

پروین (آنسو ضبط کرتے ہوئے):
"اور اب ہم حالات کو شکست دینا چاہتے ہیں۔"

جج صاحبہ نے لمحہ بھر توقف کیا، پھر مسکرا کر بولیں:

"عدالتِ عالیہ کا فیصلہ — فریقین کے درمیان اختلاف ختم مانا جاتا ہے۔ عدالت دونوں کو مشورہ دیتی ہے کہ بچوں کی پرورش اور ازدواجی رشتے کو نئی بنیادوں پر استوار کریں۔ اور میڈیئیٹر کی خفیہ رپورٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے، عدالت مزید کسی قانونی چارہ جوئی کی ضرورت نہیں سمجھتی۔"

یہ فیصلہ صرف عدالت کا نہ تھا... یہ محبت کا فیصلہ تھا، ان لمحوں کا فیصلہ تھا جو دونوں نے وقت کی دیوار کے پیچھے قید کر رکھے تھے۔

آخری منظر:

گھر واپس آتے ہوئے شہزاد نے پروین سے کہا:

شہزاد:

"زندگی دوسری بار موقع دیتی ہے، تو اسے تھام لینا چاہیے... مضبوطی سے۔"

پروین (مسکرا کر):

"اور اگر ہاتھ تھامنے والا تم سا ہو، تو پھر راستہ کیسا بھی ہو، منزل خود چل کر آ جاتی ہے۔"

قسط نمبر: 74

عنوان: نئی صبح، پرانا راز

صبح کی نرم دھوپ کھڑکی سے چھن چھن کر شہزاد کے کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ موسم جیسے خاموشی سے گواہ بن گیا تھا اُس تبدیلی کا جو اُن کی زندگی میں آئی تھی۔ پروین چائے بنا رہی تھی، اور شہزاد بچوں کے بستے تیار کر رہا تھا۔

پروین (مسکراتے ہوئے):
"یاد ہے؟ کبھی تم صبح صبح چائے پینے سے منع کرتے تھے۔ کہتے تھے، صرف اخبار چاہیے۔"

شہزاد (ہنستے ہوئے):
"اور تم ہمیشہ چائے میں دو چمچ چینی ڈال کر کہتی تھیں، یہ محبت کی مٹھاس ہے!"

پروین:
"اب تو محبت پھر سے پیالی میں اترنے لگی ہے۔"

دونوں کے درمیان وہ پرانا نرم رشتہ پھر سے جاگنے لگا تھا۔ لیکن نئی صبح صرف خوشبو لیے نہیں آئی تھی، ساتھ میں ایک خط بھی تھا — رجسٹری سے بند، جس پر لکھا تھا:
"برائے مسٹر شہزاد احمد — خفیہ"

شہزاد نے پروین کی طرف دیکھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں وہی سوال تلاشا جو خط میں چھپا تھا۔

لفافہ کھولا گیا۔ اندر سفید کاغذ پر ٹائپ کیا ہوا ایک خط تھا:

>"محترم،
آپ کی عدالتی کامیابی پر مبارکباد۔ لیکن یاد رکھیے، کچھ فیصلے صرف عدالت نہیں، وقت کرتا ہے۔
آپ کے ماضی سے جُڑی ایک شخصیت بہت جلد آپ سے رابطہ کرے گی۔
یہ ملاقات آپ کی زندگی کا رخ بدل سکتی ہے۔
احتیاط برتیں۔

— خیراندیش
"

پروین نے چونک کر کہا:
"یہ کیا ہے؟ کوئی دھمکی ہے یا ... کوئی کھیل؟"

شہزاد (سنجیدگی سے):
"نہ دھمکی، نہ کھیل۔ یہ ماضی کا سایہ ہے۔ جو شاید ہمیں پھر آزمانے آ رہا ہے۔"

اسی روز دوپہر کو...

شہزاد کو اسکول کے آفس سے اطلاع دی گئی کہ ایک انجان شخص ان سے ملنا چاہتا ہے۔شہزاد جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا، سامنے ایک شخص بیٹھا تھا۔عمر چالیس کے قریب، سوٹ میں ملبوس، آنکھوں میں پہچان کی جھلک۔

نام: عمران فاروق
پیشہ: سابق ایجوکیشن افسر، جس کا تعلق شہزاد کے ابتدائی کیریئر کے دفتری حلقے سے رہا تھا۔

عمران:
"شہزاد صاحب، مبارک ہو۔آپ کی سچائی نے سسٹم کو جھنجھوڑا ہے۔لیکن مجھے افسوس ہے ... ایک راز آپ سے چھپایا گیا تھا۔"

شہزاد (پریشانی سے):
" کیسا راز؟"

عمران:
" آپ کی پروین سے جدائی کے پیچھے صرف نظام جمعدار یا اُس کی ماں نہیں تھے۔کچھ سازشیں افسرانِ بالا کی طرف سے بھی تھیں۔آپ کو ٹرانسفر کیا گیا، فائلیں دبائی گئیں ... کیونکہ آپ ایک غیر مصلحت پسند استاد تھے۔"

شہزاد نے کرسی کی پشت پر سر ٹکا دیا۔پرانی یادیں جیسے طوفان کی شکل میں لوٹ آئی تھیں۔

عمران (آہستہ):
"اب وقت ہے سچائی کو روشنی میں لانے کا۔لیکن یہ فیصلہ صرف آپ کا ہے۔"

رات ... شہزاد اور پروین کی گفتگو

پروین:

"اگر یہ سچ ہے، تو ہمیں یہ جنگ صرف اپنی ذات کے لیے نہیں، سسٹم کے لیے بھی لڑنی ہے۔"

شہزاد:

"لیکن کیا تم اس بار میرا ساتھ دو گی؟"

پروین (پورے یقین سے):

"ہاتھ تھام چکی ہوں، اب صرف قدم بڑھانے کی دیر ہے۔"

قسط نمبر:75

عنوان: کرن کا دل، خاموش تماشا

شہر کی خاموش راتیں اکثر وہ سچ بول دیتی ہیں جو دن کی روشنی میں چھپے رہتے ہیں۔ اور اس رات کرن کی آنکھوں سے نیند روٹھ گئی تھی۔ وہ اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھی، ایک ادھوری ڈائری میں اپنے دل کی آواز لکھ رہی تھی۔

کرن (ڈائری میں):
"شہزاد ... تمہارا نام لکھتے ہوئے بھی دل دھڑک اٹھتا ہے۔ تم میرے استاد ہو، محسن ہو ... اور شاید وہ شخص بھی، جسے دل نے چپکے سے اپنا مان لیا ہے۔
تم نے کبھی کوئی وعدہ نہیں کیا، کوئی امید نہیں دی۔ پھر بھی، تمہارے لیے دل نے وہ جذبات پالے جو شاید محبت کہلاتے ہیں۔
تم پروین کے تھے، ہو، اور شاید ہمیشہ رہو گے...
مگر میں ... تمہاری راہ دیکھتی رہوں گی، بنا کسی امید کے۔"

ڈائری بند ہوئی، اور کرن کی آنکھوں سے ایک آنسو گرا — نہ شکوہ، نہ شکایت، صرف خاموشی میں لپٹی ایک سچی چاہت۔

دوسری صبح — اسکول

شہزاد آج ذرا بدلے بدلے لگ رہے تھے۔ کل عمران فاروق کی باتوں نے اُس کے ذہن میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔ پرنسپل آفس کے سامنے کرن منتظر تھی۔

کرن (نرمی سے):
"سر، کل آپ کچھ پریشان لگ رہے تھے۔ خیریت ہے نا؟"

شہزاد (ہلکی سی مسکراہٹ):
"پریشانی نہیں، کرن۔ کچھ پرانے زخم تھے، جن پر وقت نے مرہم رکھ دیا تھا، وہ دوبارہ ہل چلے ہیں۔"

کرن (چپکے سے):
"زخم تو وہی محسوس کرتا ہے جس کے دل میں احساس ہو، اور آپ ... ایک حساس انسان ہیں۔"

شہزاد نے پہلی بار کرن کی آنکھوں میں ٹھہراؤ دیکھا۔ جیسے اُس کے اندر کچھ تھا جو کہہ نہیں پا رہی تھی۔

شہزاد:
"تمہاری باتیں کبھی کبھی میرے دل کے بند دروازے کھٹکھٹاتی ہیں، کرن۔ لیکن ... میرا راستہ ابھی بہت کٹھن ہے۔"

کرن (آہستہ):
"میں کسی راستے کا روگ نہیں، سر۔ بس ایک سایہ ہوں، جو کبھی ساتھ ہو تو روشنی کم نہیں ہوتی۔"

شہزاد کچھ پل کے لیے خاموش رہا۔ کرن کے الفاظ جیسے ایک نئی گرمی بن کر اُس کے اندر اُتر گئے تھے۔

اسی دوپہر — اسکول کی اسمبلی

شہزاد نے "ڈیجیٹل تعلیمی انقلاب" پر لیکچر دینا تھا۔ ریاست کے کئی پرنسپلز، اساتذہ اور افسران شریک تھے۔ شہزاد نے جیسے ہی مائیک سنبھالا، اس کی آنکھیں کرن کو ڈھونڈنے لگیں۔ وہ عقبی صف میں موجود تھی، خاموش، سنجیدہ، اور ایک خفیف مسکراہٹ لیے۔

شہزاد (مائک پر):
" تعلیم صرف کتابیں نہیں، انسانوں کی تربیت کا عمل ہے۔ اور اگر استاد خود بھی سیکھنا چھوڑ دے، تو وہ صرف سبق پڑھاتا ہے، شعور نہیں دیتا۔
آج اگر میں یہاں ہوں تو میری زندگی کے تمام سیکھنے والوں کا حصہ ہے — کچھ نے سوال کیے، کچھ نے خاموشی سے سنبھالا ... اور کچھ نے، بنا کچھ کہے، جینے کا سلیقہ سکھایا۔"

کرن کی آنکھوں میں آنسو تھے، لیکن وہ مسکرا رہی تھی۔
شہزاد نے نظریں ہٹائیں تو سامنے پروین بیٹھی تھی — بچوں کے ساتھ۔ شہزاد نے مائک پر نرمی سے کہا:

"اور کچھ لوگ ہوتے ہیں، جو خواہ کتنا بھی بچھڑ جائیں، اصل زندگی وہیں سے جُڑی رہتی ہے۔"

تالیاں بجیں، مگر کرن کا دل جیسے خاموشی سے بج گیا۔

رات — کرن کی ڈائری کا آخری صفحہ

>" تم نے کچھ نہیں کہا، مگر میں سب سمجھ گئی۔
تمہاری دنیا میں میری جگہ ایک لمحے کی ہو سکتی ہے،
مگر میرے دل میں تم ایک زندگی ہو۔
— کرن"

قسط نمبر:76

عنوان: روشنی کا مسافر

اسٹیج پر شہزاد — اسمارٹ بورڈ، پروجیکٹر اور عقل افروز الفاظ

ایجوکیشن آڈیٹوریم میں ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف ریاست بھر کے اسکول پرنسپل، ٹیچرز، ایجوکیشن آفیسرز اور ٹیکنالوجی ٹریننگ ٹیم موجود تھی۔ شہزاد اسٹیج پر، ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول، پیچھے پروجیکٹر پر سلائیڈز — اور لبوں پر وہی باوقار مسکراہٹ۔

شہزاد (جوش سے):
"تعلیم محض معلومات کی ترسیل نہیں ... شعور، احساس اور انسانی ارتقاء کا وسیلہ ہے۔
اور آج اگر ہم ٹیکنالوجی سے جڑ کر آگے نہیں بڑھے، تو آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گی۔"

اسکرین پر اینیمیشن سے بھرپور پریزنٹیشن، جدید ٹولز، آن لائن لرننگ، AI ایجوکیشن، اور کلاس روم گیمیفکیشن جیسے موضوعات پر دل کو چھو لینے والی وضاحتیں ... ہر سلائیڈ پر ہال سے واہ واہ کی سرگوشیاں۔

لیڈی ٹیچرز کی آنکھیں، شہزاد کی علم و وقار سے دمکتی شخصیت پر جمی ہوئی تھیں۔ کئی نے موبائل نکال لیے، کچھ نے سیلفی لی، کچھ گروپ فوٹوز لینے پر بضد ہو گئیں۔

لیڈی ٹیچر (آہستہ):

"کتنے منفرد اور پروفیشنل ہیں یہ سر۔کوئی فلمی ہیرو لگتے ہیں۔"

دوسری:

"ہماری ریاست کے ایجوکیشن سسٹم میں پہلی بار کوئی اتنی شان سے آیا ہے۔"

فوٹوسیشن میں شہزاد خوش دلی سے سب کے ساتھ کھڑا ہوتا، مگر حدادب اور سنجیدگی ہر لمحے اس کے چہرے سے جھلکتی۔

پریس کانفرنس — میڈیا کی توجہ

چینلز پر خبریں چل رہی تھیں:

"ریاستی ایجوکیشن سسٹم میں انقلاب، شہزاد خان کا ڈیجیٹل تعلیمی ماڈل"
"نوجوان استاد نے ٹیکنالوجی کو علم سے جوڑ کر نئی تاریخ رقم کی"

ایجوکیشن ڈائریکٹر نے شہزاد کی پشت تھپتھپائی:

"شہزاد صاحب، آپ جیسے لوگ نظامِ تعلیم کے لیے نعمت ہیں۔ہم جلد ہی آپ کو نیشنل لیول پر بھیجنا چاہتے ہیں۔تیار رہیے گا!"

رات کا منظر — شہزاد کی تنہائی

کمرے میں واپس آ کر شہزاد نے لیپ ٹاپ بند کیا، اور کھڑکی کے پاس آ بیٹھا۔ چاندنی میں ڈوبا شہر، کامیابی کی چمک، سب کچھ تھا ... مگر دل میں کہیں ایک خاموش خلا۔

شہزاد (دل ہی دل میں):
"یہ سب تو مل رہا ہے ... پر جو چاہیے تھا، وہ تو ابھی بھی دور ہے۔ پروین ... کیا تم جانتی ہو کہ میری ہر کامیابی کا ایک خالی گوشہ ہے؟"

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ کرن تھی، ہاتھ میں ایک فائل۔

کرن (سنجیدگی سے):
"سر، یہ کل کی ورکشاپ کی رپورٹ ہے۔ اور ... ایک گزارش بھی ہے۔"

شہزاد:
"جی کرن، کہو؟"

کرن:
"جب آپ اسٹیج پر ہوتے ہیں ... تو صرف آپ کے الفاظ نہیں، آپ کی موجودگی بھی سکھاتی ہے۔ آپ وہ استاد ہیں جن پر صرف فخر نہیں، عشق بھی ہو سکتا ہے۔"

شہزاد نے چونک کر دیکھا۔ کرن کی آنکھیں نم تھیں، مگر اُس کے لہجے میں مضبوطی تھی۔

شہزاد (نرمی سے):
"کرن، تم ایک باصلاحیت استاد ہو، اور جذبات کی شدت بھی رکھتی ہو۔ مگر میرا دل ... ابھی تک ایک آزمائش سے گزر رہا ہے۔"

کرن (مسکرا کر):

"میں کسی فیصلے کی آس میں نہیں آئی۔بس دل میں جو سچ تھا، وہ کہہ دیا۔آپ کا سفر جاری رکھیں، سر ... میں تو ویسے بھی خاموشی کا ہمنوا ہوں۔"

کرن چلی گئی، اور شہزاد کھڑکی سے باہر جھانکتا رہا— جیسے دور کہیں پروین کی پرچھائی، اُس کے وجود پر چھائی ہوئی تھی۔

قسط نمبر: 77

عنوان: سازشوں کی نئی بساط

---

(1)— پروین کی آنکھوں میں حیرت، دل میں ہلچل

پروین ٹی وی اسکرین کے سامنے خاموش بیٹھی تھی۔ نیوز چینل پر شہزاد کے لیکچر کی کلپ بار بار چل رہی تھی۔ شہزاد کی آواز، اُس کے الفاظ، اُس کی باوقار موجودگی— سب کچھ پروین کے دل کو چھو رہا تھا۔

نیوز کاسٹر:
"ریاستی تعلیمی نظام میں شہزاد خان نے ٹیکنالوجی سے جُڑی تربیت کا انقلاب برپا کر دیا ہے۔ لیڈی ٹیچرز میں ان کی بے پناہ مقبولیت بڑھتی جا رہی ہے۔"

پروین کے ہاتھ میں چائے کا کپ کانپنے لگا۔ اُس نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔

پروین (دل ہی دل میں):
"یہی شہزاد ہے ... جو کبھی میرے ساتھ رکشے میں بیٹھ کر خواب بنتا تھا۔ آج کتنی دور نکل گیا ... اور میں؟ میں وہیں، نظام جمعدار کے مکر و فریب میں الجھی رہ گئی۔"

---

(2)—نظام جمعدار کی نئی چال

نظام جمعدار کو بھی شہزاد کی بڑھتی شہرت کھٹکنے لگی تھی۔ وہ ایک نیم تاریک کمرے میں کسی وکیل نما شخص سے بات کر رہا تھا۔

نظام جمعدار (بدنیتی سے):
"یہ شہزاد اب ریاست کا ہیرو بنتا جا رہا ہے۔ اُس کی یہ بلندی میرے منصوبوں کے لیے خطرہ ہے۔ کچھ ایسا کرنا ہوگا کہ اس کا چہرہ داغدار ہو جائے۔"

وکیل:
"ہم کچھ پرانے مقدمات کو دوبارہ کھول سکتے ہیں۔ لوک عدالت کی عدم حاضری اور بچوں کی تحویل پر سوال اٹھا سکتے ہیں۔ کچھ میڈیا پر بھی مواد پھیلائیں تو عوامی رائے بدل سکتی ہے۔"

نظام:
"شاندار! اور پروین کو بھی جذباتی دلدل میں رکھا جائے ... تاکہ وہ کبھی شہزاد کے قریب نہ آ سکے۔"

---

(3)—شہزاد کو عدالتی نوٹس

اگلی صبح، شہزاد کی میز پر ایک رجسٹری ڈاک آئی۔ عدالتِ عالیہ سے نوٹس تھا—ایک نیا مقدمہ، لوک عدالت کے فیصلے پر عمل درآمد نہ ہونے کے الزام میں!

شہزاد (گہری سانس لیتے ہوئے):

"یہ نظام جمعدار کا کام ہو سکتا ہے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ جنگ ختم ہو چکی ہے، مگر شاید یہ صرف ایک وقفہ تھا۔"

کرن اُس وقت اندر آئی۔ شہزاد کی آنکھوں میں فکر دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

کرن:

"سر، سب خیر تو ہے؟"

شہزاد (پیشانی مسلتے ہوئے):

"عدالت نے ایک پرانے کیس کو پھر سے زندہ کر دیا ہے۔ شاید کچھ لوگ میری کامیابی برداشت نہیں کر پا رہے۔"

کرن (صاف لہجے میں):

"سر، اب آپ صرف استاد نہیں، پورے نظام کے لیے ایک امید ہیں۔ اگر چاہیں تو میں اس قانونی جنگ میں آپ کے ساتھ کھڑی ہوں۔"

---

(4)—ایک نئی ملاقات ... ایک پرانی محبت

عدالت کی سماعت سے پہلے، شہزاد نے مڈیئٹر سے دوبارہ ملاقات کی درخواست کی۔ اس بار مڈیئٹر نے پروین کو بھی بلایا۔

مڈیئٹر:

"آپ دونوں کے درمیان جذبات، محبت اور ذمہ داری کے کئی رنگ ہیں۔ مگر قانون صرف تحریری گواہی مانگتا ہے۔ کیا آپ دونوں اب بھی ایک دوسرے کا ساتھ چاہتے ہیں؟"

شہزاد نے پروین کی طرف دیکھا۔ پروین نظریں چرا رہی تھی۔

شہزاد (خاموشی سے):
"میرا دل اور کردار آج بھی وہیں کھڑا ہے، جہاں تم چھوڑ کر گئی تھیں۔"

پروین (نم آنکھوں سے):
"اور میرا دل ... وہیں لوٹنا چاہتا ہے، جہاں سے یہ بچھڑ گیا تھا۔"

---

(5)—عدالت کا احاطہ اور میڈیا کی ہلچل

عدالت کے احاطے میں رپورٹرز، کیمرے، عوام—سب موجود تھے۔ شہزاد جیسے ہی کمرہ عدالت میں داخل ہوا، فوٹو کلک کی آوازیں گونجنے لگیں۔

رپورٹر:
" کیا شہزاد خان اپنا رتبہ کھو دے گا؟ یا پھر نظام جمعدار کو بے نقاب کر دے گا؟"

قسط نمبر: 78

عنوان: محبت کے کٹہرے میں

---

(1)—عدالت کا کمرہ، ایک جنگ کا منظر

عدالت عالیہ میں اس دن جیسے جذبات کی آندھی چل رہی تھی۔ جج صاحبہ کے سامنے ایک طرف شہزاد کھڑا تھا— پراعتماد، مگر اندر سے گہرے طوفان میں الجھا ہوا۔ دوسری طرف نظام جمعدار کا نمائندہ وکیل، چالاکی سے ہر سوال کو گھما رہا تھا۔

وکیل (جج سے مخاطب):
"عزت مآب! یہ ثابت کرنا ہمارا مقصد ہے کہ شہزاد خان نے بچوں کی تحویل کا وعدہ پورا نہیں کیا، اور پروین بی بی کو معاشی دباؤ میں رکھا۔ مڈیٹر کی خفیہ رپورٹ بھی مشکوک ہے۔"

جج صاحبہ (سخت لہجے میں):
" مگر پروین بی بی خود عدالت میں موجود ہیں۔ کیوں نہ ان سے براہ راست پوچھا جائے؟"

پروین سہمے قدموں سے آگے بڑھی۔ لمحہ بھر کو اس نے شہزاد کی آنکھوں میں جھانکا۔ پھر جیسے برسوں کی تلخیاں خود بخود ڈھلنے لگیں۔

---

(2)—پروین کا اعتراف، عدالت میں سناٹا

پروین (کمزور مگر سچے لہجے میں):
"جی ہاں، میں خود نظام جمعدار کی وجہ سے عدالت میں کئی بار حاضر نہ ہو سکی۔ وہ میرے بچوں کو ڈراتا دھمکاتا تھا۔ اور... شہزاد نے نہ صرف مجھ سے نفرت نہیں کی بلکہ مڈ یٹر کے ذریعے ہر مہینے رقم بھجواتا رہا—بغیر کسی شرط کے۔"

کمرہ عدالت میں جیسے سانسیں رک گئیں۔

پروین (آنسو صاف کرتے ہوئے):
"شہزاد میرے بچوں کے باپ ہی نہیں، اُن کا سایہ ہے۔ اور میں... میں آج بھی اُن کی پروین ہوں، جو اُن کے لفظوں سے گندھی تھی، اور آج بھی ہے۔"

شہزاد کے لبوں پر ہلکی سی لرزتی مسکراہٹ آئی۔

---

(3)— کرن کی خاموشی، قربانی کا عروج

عدالت سے واپسی پر شہزاد نے کرن کو دیکھا، جو باہر کھڑی تھی، شاید آخری بار۔

شہزاد:
"تم نے میرا ساتھ دیا، کرن۔ تم نے میرا یقین بڑھایا۔ شکریہ کم ہے تمھارے لیے۔"

کرن (نرمی سے مسکراتے ہوئے):

"میں تمھارے ساتھ نہیں، تمھاری روشنی کے ساتھ تھی، سر۔ اور اب وقت ہے کہ یہ روشنی اُن راستوں کو چمکائے جہاں تمہارا دل ہمیشہ سے تھا۔"

شہزاد کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کرن کی نم آنکھیں اور مسکراہٹ اُس کے لب سی گئی۔

کرن (دل میں):
"محبت کا مطلب ہمیشہ پانا نہیں ہوتا، کبھی کبھار صرف دعا میں رہنا کافی ہوتا ہے۔"

---

(4)—فیصلہ: سچائی کی جیت

عدالت نے پروین کے بیان اور مڈیٹر کی رپورٹ کو تسلیم کرتے ہوئے فیصلہ سنایا:

جج صاحبہ:
"عدالت یہ محسوس کرتی ہے کہ فریقین میں نہ صرف محبت قائم ہے بلکہ بچے بہتر مستقبل کے مستحق ہیں۔ لہٰذا بچوں کی تعلیمی و جذباتی پرورش شہزاد کے زیرِ نگرانی ہوگی، اور پروین باقاعدہ ملاقات کا حق رکھتی ہیں۔ نظام جمعدار کی حرکات کا علیحدہ نوٹس لیا جائے گا۔"

عدالت کے باہر میڈیا کا ہجوم تھا، مگر اس بار شہزاد اور پروین خاموشی سے نکل گئے— ساتھ ساتھ۔

---

(5)—ایک نیا آغاز

راستے میں چلتے ہوئے، پروین نے آہستہ سے شہزاد کا ہاتھ تھاما۔

پروین:

" کیا ہم... دوبارہ...؟"

شہزاد (نرمی سے):

"ہم نے کبھی ختم ہی کب کیا تھا، پروین؟"

اور یوں، برسوں کی دوری، غلط فہمیاں، اور تلخیوں کے بعد ... محبت نے پھر سے جنم لیا۔

قسط نمبر: 79

عنوان: آخری چال

---

(1)—نظام جمعدار کی مکاری

عدالت میں شکست کے بعد نظام جمعدار تپتی دوپہر میں خالی کمرہ میں بیٹھا ماتھے پر بل ڈالے سوچ رہا تھا۔

نظام (خود کلامی میں):
"یہ مقدمہ میں ہار چکا ہوں، مگر جنگ ابھی باقی ہے... شہزاد کو سماج کے سامنے ہیرو بننے نہیں دوں گا۔"

اگلے ہی دن اس نے جعلی شکایت کے ساتھ ایک نئی عرضی دائر کر دی۔ الزام یہ کہ شہزاد اسکول کے بچوں کو "ذہنی دباؤ" میں رکھتا ہے، اور "غیر اخلاقی ڈیجیٹل مواد" کلاس میں دکھاتا ہے۔

---

(2)—شکایت کا طوفان، شہزاد حیران

اسکول میں ایک خط آیا۔
ریاستی محکمہ تعلیم نے فوری طور پر شہزاد کو طلب کیا۔ الزامات کی فہرست تھی— جھوٹے، مگر سنگین۔

شہزاد (خط پڑھتے ہوئے):
"یہ ... یہ کیا مزاق ہے؟ میں نے ہمیشہ تعلیم کو عبادت سمجھا ہے!"

مگر وہ جانتا تھا، یہ نظام کی آخری اور خطرناک چال ہے۔

---

(3)— کرن کی واپسی، خاموش سپورٹ

اسی شام، کرن شہزاد کے گھر آئی۔ خاموشی سے اس نے خط دیکھا، اور شہزاد کی آنکھوں میں الجھن۔

کرن:
"جب چراغ روشن ہوتا ہے، اندھیرے اُس پر حملہ کرتے ہیں۔ لیکن ایک بات یاد رکھو... تمہاری روشنی اب صرف تمھاری نہیں رہی، پورے نظام کے لیے امید ہے۔"

شہزاد کا دل کچھ لمحوں کے لیے پگھلنے کو تھا، مگر پھر پروین کا چہرہ ذہن میں آیا... بچوں کی مسکراہٹ... اور اُس کا عزم پھر سے لوٹ آیا۔

---

(4)— ریاستی انکوائری کمیٹی کے سامنے شہزاد

بڑے ہال میں ریاستی محکمہ تعلیم کی انکوائری کمیٹی بیٹھی تھی۔ شہزاد کے خلاف جھوٹے گواہوں کا سلسلہ چل رہا تھا، مگر اچانک ایک ٹیچر کھڑی ہوگئی

—وہ جو شہزاد کے لیکچرز سے متاثر تھی۔

ٹیچر (صاف لہجے میں):
"سر شہزاد نے ہمیں تعلیم کے نئے دروازے دکھائے ہیں۔ پروجیکٹر، ڈیجیٹل وائٹ بورڈ، ای لرننگ ... یہ سب اُن کی مرہونِ منت ہے۔ الزام لگانے والے شاید اُن کی روشنی سے جل گئے ہیں!"

اس کے بعد ایک کے بعد ایک ٹیچرز، لیڈی پرنسپلز، اور اسٹوڈنٹس نے شہزاد کے حق میں بیانات دیے۔

---

(5)— شہزاد کی تقریر: جو تاریخ بن گئی

آخر میں شہزاد نے کھڑے ہو کر کہا:

شہزاد:
"تعلیم کو جرم بنا دیا گیا ہے۔ اگر جدید طریقے، محبت سے پڑھانا، بچوں کو خواب دینا جرم ہے، تو میں ہر بار یہ جرم کروں گا۔"

پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

کمیٹی نے فیصلہ محفوظ رکھا۔

---

(6)—پروین کی غیر متوقع انٹری

جب شہزاد گھر لوٹا، دروازے پر پروین کھڑی تھی۔ بچوں کے ساتھ۔
خاموش، مگر چہرے پر فخر۔

پروین (نرمی سے):
"تم نے وہ کر دکھایا، جو صرف خوابوں میں ہوتا ہے، شہزاد... تم اب صرف میرے نہیں، قوم کے ہو چکے ہو۔"

شہزاد نے بچوں کو بانہوں میں لیا، اور آسمان کی طرف دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔

قسط نمبر:80

عنوان: عظمت کے سنگھاسن پر

---

(1)—انکوائری کمیٹی کا فیصلہ

ریاستی تعلیمی بورڈ کا کانفرنس ہال طلبا، اساتذہ، اور افسران سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سب کی نظریں چیئر پرسن پر مرکوز تھیں جو چند لمحوں بعد فیصلہ سنانے والی تھیں۔

چیئر پرسن نے کاغذ پر نظر ڈالی، پھر شہزاد کی طرف دیکھ کر مسکرا کر بولیں:

چیئر پرسن:
"جناب شہزاد احمد... آپ پر عائد تمام الزامات کو کمیٹی نے متفقہ طور پر بے بنیاد قرار دیا ہے۔ بلکہ... ریاست آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کو 'معلمِ انقلاب' کے خطاب اور ریاستی تعلیمی ایوارڈ سے نوازتی ہے!"

تالیاں، سیٹیاں، آنکھوں میں آنسو، اور لبوں پر دعائیں... شہزاد کے لیے یہ لمحہ خواب سا تھا۔

---

(2)—ایوارڈ کی تقریب: روشنیوں کا سفر

ریاستی ثقافتی مرکز میں منعقد ایوارڈ تقریب میں شہزاد کا نام جب پکارا گیا، تو وہ سرخ رنگ کی شاہین بائیک سے سجے اسٹیج کی طرف بڑھا— سینے پر وقار، قدموں میں عزم۔

میزبان:
"یہ وہ استاد ہے جس نے کلاس روم کو محض کمرا نہیں، ایک وژن میں بدل دیا۔"

شہزاد نے ایوارڈ لیا، اور مختصر مگر پراثر خطاب کیا:

شہزاد:
"مجھے تعلیم ملی، میں نے اسے خدمت بنایا۔ مجھے محبت ملی، میں نے اسے جذبہ بنایا۔ اور اب جب یہ دونوں میری منزل بن چکے ہیں، تو میں کہتا ہوں... خواب مت بیچو، خواب بکھیر دو۔"

---

(3)— کرن کی خاموش فخر بھری آنکھیں

اسٹیج کے قریب، خواتین پرنسپلز کی قطار میں کرن کھڑی تھی۔ وہ تالی بجاتی رہی، مگر اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو کسی بے زبان محبت کی گواہی دے رہی تھی۔

کرن (دل ہی دل میں):
"شہزاد... تم وہ خواب ہو جسے میں چھونا نہیں چاہتی، صرف جینا چاہتی ہوں... دور سے... خاموشی سے"...

---

(4)—پروین کا حیران کن قدم

تقریب کے بعد، پروین بچوں کے ساتھ شہزاد کے قریب آئی۔ چہرے پر نرمی، آنکھوں میں تحسین۔

پروین:
"شہزاد... تم نے صرف استاد نہیں، انسانیت کا معیار قائم کیا ہے۔اور... اگر میری غلط فہمیاں تم سے دور لے گئیں،تو آج سچائی نے تمھیں پھر جیت لیا ہے۔"

شہزاد نے خاموشی سے بچوں کو سینے سے لگایا اور پروین کی طرف ایک خاموش شکریہ کا اشارہ کیا۔

---

(5)—نیا آغاز... نیا سفر

شہزاد کی بائیک شام کے سورج میں چمک رہی تھی۔اس بار پیچھے بچے بیٹھے تھے،اوراسکول بیگ سے زیادہ ان کے چہروں پر خوابوں کا بوجھ تھا۔راستے کے درخت جھومتے جا رہے تھے جیسے شہزاد کی جیت پر جھوم رہے ہوں۔

قسط نمبر: 81

عنوان: سچائی کے سائے میں

---

(1)—نظام جمعدار کی آخری چال

عدالتِ عالیہ کے سامنے نظام جمعدار کا چہرہ پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ اس کے وکیل نے آخری دلیل کے طور پر ایک فرضی ویڈیو عدالت کے روبرو رکھی۔ مگر جج صاحبہ نے سخت لہجے میں کہا:

جج صاحبہ:
"نظام الدین! تمہاری ہر چال عدالت کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔ شہزادا احمد کی کردار کشی کی تمام کوششیں اب بے نقاب ہو چکی ہیں۔ تمھارے خلاف توہینِ عدالت، جھوٹی شہادت، اور سازش کا مقدمہ درج کیا جا رہا ہے!"

نظام جمعدار کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔ اس نے گردن جھکا لی... جیسے برسوں کا غرور زمین پر گر چکا ہو۔

---

(2)—پروین کا فیصلہ

اس رات پروین نے بچوں کو سُلا کر ایک خاموش کمرے میں بیٹھے بیٹھے فون اٹھایا اور ایک میسج ٹائپ کیا:

''شہزاد... اگر تم نے اب بھی دل میں تھوڑی سی جگہ میرے لیے چھوڑی ہے، تو میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر پھر تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔''

مگر پھر اس نے وہ میسج ڈیلیٹ کر دیا۔

پروین (خود سے):
"شاید اب دیر ہو چکی ہے... یا شاید... میری جگہ کوئی اور لے چکی ہے؟"

---

(3)— کرن اور شہزاد: جذباتی مکالمہ

ریاستی ایوارڈ کے بعد شہزاد کو مختلف سیمینارز میں مدعو کیا جا رہا تھا۔ ایک دن جب وہ اپنی کار میں بیٹھنے والا تھا، کرن نے قریب آ کر آہستہ آواز میں کہا:

کرن:
"ایک بات پوچھوں شہزاد؟"

شہزاد (مسکرا کر):
"پوچھو کرن، تم سے کبھی انکار نہیں ہوا۔"

کرن (گہری سانس کے بعد):

"اگر پروین نہ آتی... اگر حالات کچھ اور ہوتے... کیا تب... میرے ساتھ چلنا پسند کرتے؟"

شہزاد کی آنکھوں میں حیرانی، خامشی، اور کچھ ایسا تھا جو الفاظ کے بغیر بہت کچھ کہہ گیا۔

شہزاد:
"تم میرے دل کے ایک حصے میں ہو کرن... جہاں روشنی بہت ہے، مگر دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے۔"

کرن خاموشی سے مسکرا دی، مگر آنکھیں نم تھیں۔ وہ مڑی اور چل دی، جیسے ایک عمر کا خواب دل کے اندر دفن کر گئی ہو۔

---

(4)—نیا امتحان... نیا آغاز

تعلیم کے میدان میں شہزاد اب ایک علامت بن چکا تھا۔ ریاست کے ہر پرنسپل، ہر استاد اس کی بات کو تقلید کی روشنی سمجھتا تھا۔ مگر ایک شام اچانک فون آیا...

نامعلوم کالر:
"شہزاد صاحب، ایک بین الاقوامی تعلیمی فورم دبئی میں ہونے جا رہا ہے، ہم چاہتے ہیں آپ ہندوستان کی نمائندگی کریں۔"

شہزاد نے کچھ لمحے سوچا، آسمان کی طرف دیکھا... اور بولا:

شہزاد:
"میں حاضر ہوں۔ علم کی سرحدیں نہیں ہوتیں۔"

قسط نمبر:82

عنوان:علم کے پار... دل کے اُس پار

---

(1) دبئ روانگی سے قبل پروین کی کال

دبئ کے تعلیمی سیمینار میں شرکت کے لیے شہزاد کی روانگی طے ہو چکی تھی۔جانے سے دو روز قبل ایک خاموش رات میں اس کا فون بجا۔

فون اسکرین پر نام چمک رہا تھا:پروین

شہزاد نے لمحہ بھر سوچا، پھر کال ریسیو کی۔

پروین(کانپتی آواز میں):
"شہزاد... بس یہ جاننا تھا... تم جا رہے ہو... بہت دور۔کیا تم اب بھی لوٹو گے؟"

شہزاد:
"پروین... دوریاں فاصلوں سے نہیں نیتوں سے بنتی ہیں۔میں لوٹوں گا... اگر تم دل سے چاہو۔"

دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔شاید آنکھوں میں آنسو اور لبوں پہ معافی کا ارتعاش تھا، جو صرف خاموشی میں بولا جا سکتا تھا۔

---

(2) کرن کی خاموشی

کرن نے شہزاد کی روانگی کی خبر سنی تو دل جیسے رُک سا گیا۔ وہ اس شام اسکول کے میدان میں اکیلے بیٹھی تھی، اور وہ بادلوں کو گھورے جا رہی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں وہ گلابی لفافہ تھا جس میں کبھی اس نے شہزاد کے لیے خط لکھا تھا۔

کرن (دل ہی دل میں):
"جانے والے سے کچھ نہیں کہتے... بس دعا دیتے ہیں۔"

اس نے خط کو آہستہ سے زمین میں دفن کیا۔ شاید محبت کو بھی کبھی دفنانا پڑتا ہے... احترام کے ساتھ۔

---

(3) دبئ کا استقبالیہ اور شہزاد کا خطاب

دبئ کے ہوائی اڈے پر ہندوستانی وفد کا شاندار استقبال ہوا۔ شہزاد کو خاص طور پر سرخ قالین پر خوش آمدید کہا گیا۔ دوسرے روز اُس کا خطاب تھا۔

اسٹیج پر آ کر اُس نے بڑے سکون اور وقار سے بولنا شروع کیا:

شہزاد:
"تعلیم صرف کتابیں نہیں، جذبے ہیں۔ ہم جب لفظوں میں جذبات شامل کرتے ہیں، تو علم روح میں اترتا ہے۔
ہمیں ٹیکنالوجی سے ڈرنے کی نہیں، اسے اپنانے کی ضرورت ہے۔ ہر استاد ایک چراغ ہے... جو صرف جل کر دوسروں کو روشنی دے سکتا

ہے۔"

تالیاں گونجتی چلی گئیں... شہزاد کا چہرہ جگمگا رہا تھا... جیسے ایک خواب تعبیر بن گیا ہو۔

---

(4) پروین کی عدالت میں واپسی

اسی وقت ہندوستان میں عدالتِ عالیہ میں پروین پیش ہو چکی تھی۔ اس نے پہلی بار جج صاحبہ کے سامنے خاموشی توڑی:

پروین:
"میری خامشی کو میری رضا سمجھا گیا۔
مگر سچ یہ ہے کہ میں ڈری ہوئی تھی...
آج میں عدالت سے نہیں، خود سے بھی انصاف مانگنے آئی ہوں۔
شہزاد نے مجھے عزت دی، تحفظ دیا... اور آج میں اپنا سب کچھ اُسی کے نام کرتی ہوں۔"

جج صاحبہ نے حیرت اور خوشی سے سر ہلایا۔
عدالت نے فیصلہ محفوظ کر لیا۔

---

(5) دبئی سے واپسی پر نئی صبح

شہزاد وطن واپس پہنچا تو ایئرپورٹ پر ایک سادہ سا بورڈ لیے ایک لڑکا کھڑا تھا، جس پر لکھا تھا:

''استادِ محترم شہزاد احمد — قوم آپ پر ناز کرتی ہے''

اس لمحے شہزاد کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

وہ جان گیا تھا... محنت رنگ لائی، محبت صبر مانگتی ہے، اور وقت سب کچھ سنوارتا ہے۔

قسط نمبر:83

عنوان: دل کے فیصلے... قلم کی گواہی

---

(1) عدالت کا فیصلہ:

عدالت میں سناٹا تھا۔ جج صاحبہ نے اپنی کرسی پر بیٹھ کر نرمی سے فائل کھولی، اور نظریں پروین پر ٹکا دیں، جو آج مکمل حجاب میں، پرسکون چہرے کے ساتھ عدالت میں موجود تھی۔

جج صاحبہ (صاف لہجے میں):
"عدالت کے سامنے پیش تمام گواہیوں، مڈیٹر کی رپورٹ، اور دونوں فریقین کے رویے کو مدنظر رکھتے ہوئے، عدالت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ شہزاد احمد نے نہ صرف بطور شوہر بلکہ بطور والد بھی اپنی ذمہ داریاں پوری دیانتداری سے نبھائی ہیں۔"

پروین کی پلکیں بھیگ گئیں۔

جج صاحبہ (مزید کہتی ہیں):
"عدالت پروین بی بی کو موقع دیتی ہے کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں۔ اگر وہ چاہیں تو قانونی طور پر رشتہ پھر سے بحال کیا جا سکتا ہے۔"

پروین نے سر جھکا لیا... اور آہستہ سے سر ہلا دیا۔

کمرہ؟ عدالت میں سناٹا ٹوٹا... ایک خاموش خوشی نے شہزاد کے چہرے پر روشنی بھر دی۔

---

(2) کرن کی آخری نظم:

دوسری طرف، کرن نے اپنی ڈائری میں آخری بار کچھ لکھا—اور لکھنے کے بعد وہ صفحہ پھاڑ کر اپنی میز کے دراز میں رکھ دیا:

"میں نے تمہیں چاہا تھا... خاموشی سے...
اور تم نے چاہا... اُسے... جس نے کبھی تمہیں سمجھا بھی نہیں...
مگر محبت شرطوں پر نہیں چلتی۔
تم خوش رہو... یہی میری دعا ہے۔"

اس نظم کے بعد کرن نے درخواست دی—تبادلہ، دور کسی ایسے مقام پر جہاں صرف تعلیمی روشنی ہو، اور دل کے اندھیرے مٹ جائیں۔

---

(3) شہزاد کی اسکول واپسی اور بچوں کا استقبال:

اگلے دن اسکول میں شہزاد کی واپسی ہوئی۔ بچے ہاتھوں میں بینر لیے کھڑے تھے:

"ویلکم بیک سر... ہمیں آپ پر فخر ہے!"

شہزاد نے سب بچوں کو باری باری گلے لگایا۔
اسٹیج پر ایک بچی نے نظم پڑھی:

"سر کی باتیں، جیسے ماں کی دعائیں
ٹیکنالوجی کی روشنی، علم کی پرچھائیاں
سر شہزاد ہمارے ہیرو ہیں
جو دل سے پڑھاتے ہیں، بغیر کسی بھید بھاؤ کے"

شہزاد کے چہرے پر ایک ممتا بھری مسکراہٹ تھی۔

---

(4) پروین کا پیام:

شام کو شہزاد اسکول کے دفتر میں بیٹھا فائلیں دیکھ رہا تھا، کہ اچانک کلرک نے آکر لفافہ بڑھایا۔

شہزاد نے کھولا... ایک مختصر خط تھا:

"اگر تمہیں منظور ہو،
تو میں اپنے گناہوں کی معافی لے کر
تمہارے آنگن کی دیوار پر پھر سے نام لکھوانا چاہتی ہوں...
بس ایک موقع اور"...

خط کے نیچے پروین کا نام نہیں تھا... صرف ایک لال گلاب چپکا ہوا تھا۔

شہزادنے وہ گلاب اٹھایا، آنکھوں سے لگایا... اور کھڑکی سے آسمان کی طرف دیکھ کر بس اتنا کہا:

"شکریہ خدا... تُو نے میرے صبر کو صلہ دیا۔"

قسط نمبر: 84

عنوان: دبئی کی روشنیوں میں

---

(1) آسمان سے زمیں تک: دبئی کا پہلا منظر

شہزاد دبئی انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر اُترا تو ہوا میں عجیب سی خوشبو تھی — ریت، سمندر اور عطر کی ملی جلی تاثیر۔ شام کے وقت دبئی کی فلک بوس عمارتیں، سنہری روشنیوں میں نہا رہی تھیں۔ وہ حیرت سے برج خلیفہ کو دیکھتا رہا، جو آسمان سے باتیں کرتا محسوس ہو رہا تھا۔

شہزاد (مسکرا کر):
" کتنی بلندیاں دیکھ لیں... مگر سکون وہیں ہے جہاں دل ہو۔"

---

(2) کانفرنس اور عالمی درسگاہ کی نمائندگی

شہزاد ایک بین الاقوامی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے لیے دبئی آیا تھا۔
ریاستی سطح پر اس کی تربیتی خدمات کو دیکھتے ہوئے اسے بطور مہمان مقرر مدعو کیا گیا تھا۔

کانفرنس ہال، دبئی ورلڈ ٹریڈ سینٹر:

اعلیٰ تعلیم کے ماہرین، مختلف ممالک کے اساتذہ، اور بین الاقوامی اداروں کے نمائندے موجود تھے۔
شہزاد نے جیسے ہی اپنا لیکچر شروع کیا، ہال میں خاموشی چھا گئی۔

شہزاد (اپنے انداز میں):
"جب تک استاد کا دل سچا نہیں ہوتا، ٹیکنالوجی صرف بجلی خرچ کرتی ہے... روشنی نہیں دیتی۔"

اس کی گفتگو میں تعلیم کی روح تھی، اور انداز میں خاکساری۔

---

(3) دبئی کی رات اور تنہائی کی چمک

لیکچر کے بعد شہزاد دبئی مرینا کے کنارے بیٹھا۔ سامنے خلیج کی لہریں تھیں، اور دور برج العرب اپنی پوری شان میں جگمگا رہا تھا۔
اس کے ہاتھ میں قہوہ تھا، اور دل میں پروین کی یاد۔

شہزاد (دل ہی دل میں):
"کاش تم یہ منظر دیکھتیں، پروین...
یہ روشنی، یہ چمک... مگر تمہارے آنچل کی سادگی جیسی کوئی چیز یہاں نہیں۔"

---

(4) کرن کا پیغام

دبئی میں تیسرے دن، شہزاد کو ایک ای میل موصول ہوئی— کرن کی طرف سے۔

>"سر، میں جانتی ہوں کہ آپ جہاں بھی جائیں، وہاں علم کی روشنی پھیلاتے ہیں۔
پر ایک بات دل میں رہ گئی تھی...
کیا سچ میں ہم جیسے لوگ آپ کی زندگی میں کبھی صرف ساتھی بن سکتے ہیں؟
یا آپ کی دنیا میں صرف وہی لوگ رہتے ہیں جو آپ کی پرانی یادوں سے جُڑے ہیں؟
خیر... دبئی کی روشنیوں کو میرا اسلام کہیے گا!"

شہزاد نے ای میل بند کی... اور آسمان کی طرف دیکھا— وہاں چاند پورا تھا، بالکل ویسا جیسا پروین کو پسند تھا۔

---

(5) واپسی کا منظر

ایئرپورٹ پر واپسی کے وقت دبئی کی رنگینیاں پیچھے چھوٹ رہی تھیں... مگر شہزاد کے دل میں ایک نئی روشنی جاگ چکی تھی۔ علم، رشتے اور احساس... سب نے اس سفر میں ایک نیا رنگ بھر دیا تھا۔

شہزاد (اپنے آپ سے):
"یہ سفر صرف دبئی کا نہیں تھا...
یہ دل کی گہرائی سے اُٹھنے والے جذبوں کا تھا...
جو صرف پروین تک جا پہنچتے ہیں۔"

قسط نمبر:85

عنوان: دل کی روشنی... چہرے کی چمک

---

(1) واپسی کی پرواز اور سوچوں کا طوفان

شہزاد کی نظریں ہوائی جہاز کی کھڑکی سے باہر خلا میں گم تھیں۔ نیچے بادلوں کا سمندر تھا، مگر اس کے اندر خیالات کا طوفان۔

کرن کی ای میل نے دل کے کسی کونے کو چُھوا تھا۔
پروین کی خاموشی اور زندگی کی ایک نئی فصل کا انتظار،
ان سب کے بیچ وہ شخص جو صرف سچائی سے محبت کرتا تھا۔

شہزاد (دل ہی دل میں):
" کیا زندگی صرف ماضی کے سہارے گزر سکتی ہے؟
یا اب وقت ہے ایک نیا در کھٹکھٹانے کا؟"

---

(2) پروین کی تنہائی... اور ماں کا غصہ

پروین اپنے گھر کی بالکونی میں چائے کا کپ لیے خاموش بیٹھی تھی۔ اس کے بچے کمرے میں ہوم ورک کر رہے تھے، اور اماں حسبِ عادت بڑبڑا رہی تھیں۔

پروین کی ماں:
"ایک فون نہیں کرتی شہزاد، اور تُو تو چپ چاپ تکیے میں منہ چھپائے پڑی رہتی ہے۔
کب تک بن کے بیٹھی رہے گی رانی؟ کچھ تو فیصلہ کر!"

پروین خاموشی سے چائے میں چمچ ہلاتی رہی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دُکھی مسکراہٹ تھی۔

پروین (آہستہ):
"کبھی کبھی... فیصلے وقت کرتے ہیں، ہم نہیں۔"

---

(3) کرن کی بےقراری

دوسری طرف، کرن بھی ایک نئی کیفیت سے گزر رہی تھی۔ شہزاد کی دبئی سے واپسی کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس نے خود کو سنبھالا، مگر دل کو کہاں روک پائی؟

کرن (آئینے میں دیکھتے ہوئے):
"کیا میں اتنی معمولی ہوں کہ میرا جذبہ بھی قابلِ ذکر نہیں؟
یا وہ اتنا اعلیٰ ہے کہ میری طرف دیکھنا بھی گناہ ہے؟"

اس نے آج پہلی بار ہلکا سا میک اپ کیا تھا— صرف خود کے لیے۔

---

(4) شہزاد کی واپسی... اسکول کی چمک

جب شہزاد اسکول لوٹا، پورا عملہ اسے دبئی کانفرنس کی کامیابی پر مبارکباد دے رہا تھا۔ اسکول کی دیواروں پر اس کے دبئی لیکچر کی تصویریں چسپاں تھیں۔

لیڈی ٹیچرز، اسٹاف، طلبہ... سب کی نگاہوں میں ایک چمک تھی۔
شہزاد نے سب کے بیچ صرف ایک نظر کرن کی طرف ڈالی— وہ دور کھڑی تھی، آنکھوں میں بیشمار باتیں لیے۔

شہزاد (دل میں سوچتے ہوئے):
" کیوں لگتا ہے... اس ہجوم میں صرف ایک چہرہ سچ بولتا ہے؟"

---

(5) پروین کی کال

شام کو شہزاد کے فون کی اسکرین پر وہی نمبر جگمگایا، جس کی گھنٹی دل کو ہلا دیتی تھی۔

پروین:
"سلام... سنو، بچے تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

شہزاد (خاموشی کے بعد):

"اور تم؟"

کچھ لمحے خاموشی رہی، پھر پروین نے آہستگی سے کہا:

پروین:

"میں بھی"...

قسط نمبر:86

عنوان: جذبوں کی عدالت

---

(1) شہزاد کی تیاری... ایک ملاقات کے لیے

صبح کے سورج نے کھڑکی پر دستک دی تو شہزاد نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔ کمرے میں دبئی کے گفٹ بیگز، کرن کی لکھی ہوئی نوٹ بک، اور پروین کی بھیجی ہوئی بچوں کی تصویریں ایک ساتھ رکھی تھیں۔

اس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود سے سوال کیا:

شہزاد (آہستہ):
"آج کا دن کس کے نام؟ کرن کی خاموش چاہت؟ یا پروین کی ٹوٹی ہوئی آواز؟"

اس نے ہلکا نیلا کرتا پہنا، بال سنوارے اور بچوں کے پسندیدہ چاکلیٹس اور گفٹ بیگ میں رکھ لیے۔

---

(2) پروین کا کمرہ... مہک اور مہربانی

پروین نے برسوں بعد آج بچوں کے ساتھ شہزاد کی ملاقات کے لیے گھر کو سجا دیا تھا۔
دیوار پر بچوں کی ڈرائنگز تھیں، اور صوفے کے کونے پر وہ پرانی قمیض رکھی تھی جو شہزاد کو بہت پسند تھی۔

پروین (دل میں):
"آج کچھ نہ کہنا... بس آنکھوں سے سننا۔ وہی کافی ہوگا"...

بچوں نے جب دروازے پر شہزاد کو دیکھا، تو پورے کمرے میں قہقہے گونج اٹھے۔

بیٹی:
"بابا! دبئی سے میرے لیے کیا لائے؟"

بیٹا:
"اور میرے لیے وہ اونچی عمارت کی تصویر لائے؟"

شہزاد نے دونوں کو گود میں لے لیا۔

شہزاد (نم آنکھوں سے):
"دبئی سے زیادہ تم دونوں کی مسکراہٹ قیمتی ہے"...

---

(3) پروین اور شہزاد کا سامنا

بچوں کے شور میں، ایک لمحہ ایسا آیا جب کمرہ خالی تھا۔
بس پروین اور شہزاد ایک دوسرے کے سامنے تھے۔

پروین:
"شہزاد... تم ویسے ہی رہے... وقت کے ساتھ اور سنور گئے ہو۔"

شہزاد:
"اور تم... جیسے وقت تمہیں چھو کر بھی نرمی سیکھ گیا ہو۔"

پروین (دھیمی آواز میں):
"میں چاہتی ہوں... بچے تم سے جُڑے رہیں... اور شاید میں بھی"...

شہزاد (چہرہ جھکا کر):
"رشتے اگر صرف قانون سے نہیں، دل سے بھی جُڑیں... تو وہ دائمی ہوتے ہیں۔"

خاموشی۔
محبت کی عدالت میں، آج دلوں نے ایک دوسرے کو معاف کر دیا۔

---

(4) کرن... وہ لمحہ جب دل ٹوٹتا ہے خاموشی سے

کرن نے آج جب شہزاد کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں ایک نئی چمک تھی، مگر شہزاد کا دھیان کہیں اور تھا۔ وہ تصویر جو شہزاد نے بچوں کے ساتھ لی، اس نے کرن کو سمجھا دیا کہ وہ دوسرا مقام صرف اس کی قسمت میں نہیں۔

کرن (دل میں):
" کچھ محبتیں دعاؤں میں دفن ہوتی ہیں...
اور کچھ دعائیں، صرف خاموشی میں قبول ہوتی ہیں۔"

---

(5) اختتام کی ایک نئی شروعات

اس رات شہزاد نے آسمان کی طرف دیکھ کر فقط اتنا کہا:

شہزاد:
"زندگی نے سب کچھ لوٹا دیا...
شاید تھوڑا سا وقت... اور مانگنا چاہیے تھا۔"

قسط نمبر: 87

عنوان: آخری فیصلہ

---

(1) عدالت میں ایک بار پھر...

عدالت عالیہ کی سنگین دیواروں کے درمیان، ایک بار پھر وہی نام پکارا گیا:

عدالتی اہلکار:
"شہزاد بن عبدالرحمٰن... پروین بنت خلیل احمد... حاضر ہوں!"

شہزاد نے آہستہ سے گردن اٹھائی۔ سامنے پروین تھی، بچوں کے ساتھ۔ آج وہ پریشان نہیں، مطمئن نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کوئی اضطراب نہیں، جیسے وہ دل سے کچھ طے کر چکی ہو۔

جج صاحبہ کی نظر ان دونوں پر جمی ہوئی تھی۔ سامنے ایک موٹی سی فائل، جس میں ماضی کے سارے واقعات درج تھے۔

جج صاحبہ (سنجیدگی سے):
"ماضی میں لوگ عدالت، مڈ بیٹر، اور خاندان کے افراد سب نے کوشش کی۔ مگر... دلوں کا فیصلہ دل ہی کر سکتا ہے۔"

---

(2) پروین کا بیان... سناٹا اور سپنا

جج صاحبہ نے پروین سے سوال کیا:

جج صاحبہ:
"محترمہ پروین، کیا آپ شہزاد کے ساتھ رشتہ بحال کرنا چاہتی ہیں؟"

کمرہ عدالت میں سناٹا چھا گیا۔ پروین نے بچوں کی طرف دیکھا۔ پھر شہزاد کی طرف۔ اور پھر خود کے اندر کہیں جھانکا۔

پروین (صاف لہجے میں):
"میں... اپنی زندگی میں سکون چاہتی ہوں۔ اور سکون... ان ہی کے ساتھ ممکن ہے۔
شہزاد خاموشی سے میری تھکن سمجھ لیتے ہیں...
اور میں ان کے لفظوں سے پہلے ان کا درد محسوس کر لیتی ہوں۔"

جج صاحبہ کی نظروں میں حیرت کا ایک دھندلا سا عکس ابھرا۔

---

(3) شہزاد کا جواب... خاموشی سے بلند

جج صاحبہ:

"شہزاد، کیا آپ اس فیصلے سے متفق ہیں؟"

شہزاد نے ایک گہری سانس لی، پھر پروین کی طرف دیکھا۔ آج وہ سچ مچ بدل چکی تھی۔ وہ پروین جو عدالت کے کٹہرے میں دفاع کرتی تھی، آج دل کے کٹہرے میں اقرار کر رہی تھی۔

شہزاد (نرمی سے):
"محترمہ، میں پہلے بھی اقرار میں تھا...
اور آج بھی صرف انکار سے دور ہوں۔
میری محبت کسی کاغذ پر دستخط کی محتاج نہیں...
مگر اگر یہ دستخط انہیں تحفظ دے، تو میں حاضر ہوں۔"

---

(4) عدالت کا فیصلہ... نئی زندگی کا اعلان

جج صاحبہ (ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ):
"عدالت دونوں فریقین کی رضامندی کے بعد، رشتہ بحال کرنے کی منظوری دیتی ہے...
بچوں کی کفالت مشترکہ طور پر ہوگی...
اور آئندہ کسی فریق کو قانونی مشورے سے پہلے زبان چلانے کی اجازت نہیں ہوگی!"

کمرہ عدالت میں جیسے ہلکی سی روشنی پھیل گئی ہو۔

---

(5) باہر نکلتے لمحے... ایک وعدہ خاموش سا

باہر نکلتے وقت پروین آہستہ سے شہزاد کے قریب آئی۔

پروین:
"ہم پھر سے شروع کر سکتے ہیں؟"

شہزاد (مسکرا کر):
"نہیں...
ہم وہیں سے جوڑیں گے... جہاں سے رشتہ ٹوٹا تھا۔
ادھورا نہیں چھوڑیں گے... اب کی بار مکمل سفر ہو گا۔"

قسط نمبر:88

عنوان: رومانٹک موسم کا پیغام

---

(1) بارش کی پہلی بوند...

شہزاد جیسے ہی اسکول سے نکلا، آسمان پر کالے بادل اُمڈ آئے۔ سرد ہوا کے جھونکوں نے اس کی قمیص کو تھپتھپایا اور ایک چھوٹی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ گئی۔

شہزاد (زیرلب):
"محبت کا موسم پھر لوٹ آیا ہے... جیسے رب نے ہماری داستان سن لی ہو"...

بارش کی پہلی بونداس کے ہاتھ پر گری... جیسے پروین کی خاموش معافی ہو۔

---

(2) پروین کا فون کال...

فون کی گھنٹی بجی۔ اسکرین پر "پروین" کا نام چمک رہا تھا۔

پروین (دھیمی آواز میں):
"کیا تم بارش کو دیکھ رہے ہو؟"

شہزاد:
"نہیں... میں تو تمہاری آواز میں بھیگی ہوئی شام کو سن رہا ہوں"...

دونوں جانب خاموشی چھا گئی... وہ خاموشی جو سب کچھ کہہ جاتی ہے۔

---

(3) پرانی یادیں، نیا منظر...

شہزاد کی بائیک بارش میں بھیگتی سڑک پر رواں تھی۔ ذہن میں پروین کی ہنسی گونج رہی تھی، اور پچھلے پہیے سے چھینٹے اُڑتے ہوئے جیسے ماضی کی یادوں کو دھو رہے تھے۔

راستے میں ایک چائے والا تھا جہاں دونوں کبھی بارش میں چھپتے ہوئے چائے پیا کرتے تھے۔ شہزاد رک گیا۔

چائے والا (پہچان کر):
"صاحب، آج تو پھر وہی خوشبو ہے... جو برسوں پہلے آئی تھی۔"

شہزاد نے چائے لی اور آسمان کی طرف دیکھا۔

شہزاد (زیرِ لب):
"محبت اگر سچی ہو... تو وہ بارش کی طرح لوٹ آتی ہے۔"

---

(4) پروین کی چھت پر...

دوسری جانب پروین بچوں کے ساتھ چھت پر تھی۔ بارش کی بوندیں اس کی پلکوں کو چھو رہی تھیں، اور وہ چپ چاپ آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔

پروین (خود سے):
"میری محبت نہ طوفان سے ڈری، نہ وقت سے...
بس اب دعا ہے... یہ موسم ٹھہر جائے... کچھ پل، ہمیشہ کے لیے"...

---

(5) محبت کی مکمل تصویر...

شام ہوتے ہی شہزاد پروین کے گھر کے قریب پہنچا۔ پروین دروازے پر کھڑی تھی۔ بارش تھم چکی تھی مگر دونوں کی آنکھیں نم تھیں۔

شہزاد نے آہستہ سے کہا:

شہزاد:
"چلو... اس بار بارش کے بعد کا سفر ہم ساتھ طے کریں گے۔"

پروین (مسکراتے ہوئے):

"اور چھتری نہیں لائیں گے... تا کہ محبت بھیگتی رہے"...

وہ دونوں قدم بہ قدم ایک ساتھ چل پڑے... خاموش بارش کے گواہ بن کر۔

قسط نمبر: 89

عنوان: دل، دماغ اور ذمہ داری

---

(1) ریاستی ٹریننگ کا دوسرا دن

شہزاد ایک بار پھر اپنے سفید کرتا پاجامے اور کالے واسکٹ میں کانفرنس ہال میں داخل ہوا۔ اس بار اس کی باڈی لینگویج میں کچھ الگ بات تھی۔ نظریں خود اعتمادی سے لبریز، آواز میں ٹھہراؤ، اور انداز میں قیادت۔

ایک پرنسپل (مسکراتے ہوئے):
"سر، آپ صرف پڑھاتے نہیں، خواب جگاتے ہیں"...

شہزاد:
"اور خواب صرف تب حقیقت بنتے ہیں جب ہم انہیں سچ کرنے کی ہمت رکھتے ہوں"...

ڈیجیٹل پروجیکٹر پر شہزاد نے "ایجوکیشن 2040" کا خاکہ پیش کیا۔ لیڈی پرنسپلز کے چہرے روشن ہو گئے۔ علم اور جذبات کا سنگم ہر لمحے گہرا ہو رہا تھا۔

---

(2) کرن کی سوچوں کی لہر

کرن، جو پروگرام کوآرڈینیٹر کے طور پر شہزاد کے ساتھ کام کر رہی تھی، چپ چاپ اس کے لیکچر کے نوٹس بنا رہی تھی۔ مگر اس کے قلم سے زیادہ اس کی آنکھیں بول رہی تھیں۔

کرن (دل ہی دل میں):
" کتنی عجیب بات ہے...
میں روز اسے دیکھتی ہوں... سنتی ہوں...
مگر وہ اب تک کسی اور کے خواب میں زندہ ہے"...

اچانک اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ وہ چپ چاپ اٹھ کر ہال سے نکل گئی۔ شہزاد نے اسے جاتے دیکھا... مگر کچھ نہ کہا۔

---

(3) کرن کا خود کلامی

کرن لان میں آئی، جہاں بارش کے بعد کی ہوا شفاف تھی۔

کرن (خود سے):
" کیا میری چاہت، میری محبت کمزور ہے؟
نہیں...
محبت مانگتی نہیں، دیتی ہے...
بس دعا ہے... وہ کبھی ٹوٹے نہیں... چاہے میرے بغیر جیئے"...

---

(4) پروین کا خط

اسی شام، شہزاد کو ایک لفافہ ملا۔ پروین کا خط تھا۔ ہاتھ سے لکھا، دل سے نکلا۔

>"شہزاد...
تم نے جو عزت، پیار، تحفظ دیا...
وہ لفظوں سے پرے ہے۔
مگر کیا تم نے کبھی سوچا ہے...
محبت اگر برابری نہ ہو تو وہ احسان بن جاتی ہے...
اور احسان محبت کو چھوٹا کر دیتا ہے۔

میں چاہتی ہوں ہم برابر کھڑے ہوں،
نہ تم اونچے، نہ میں جھکی ہوئی۔

— تمہاری پروین"

---

(5)قسط کا اختتام

شہزاد، کرن اور پروین — تینوں مختلف مقام پر، مختلف وقت پر، ایک ہی موسم کی گواہی دے رہے تھے:
محبت، عقل اور جذبے کی جنگ۔

لیکن... آگے ایک طوفان منتظر تھا... ایک ایسا فیصلہ جو تینوں کی تقدیر بدل دے گا۔

قسط نمبر: 90

عنوان: خاموشیوں کی عدالت

---

(1) عدالت کی دوبارہ گونج

صبح کے اخبارات میں ایک چھوٹا سا مگر اہم اشتہار شائع ہوا:
"ریاستی خاندانی عدالت میں سابق زوجین، پروین اور شہزاد، کو آخری سماعت کے لیے پیش ہونے کا نوٹس۔"

شہزاد نے اخبار کے کونے میں چھپے اس اشتہار کو دیکھا، گہری سانس لی... جیسے کوئی پرانا زخم پھر سے ہرا ہو گیا ہو۔

شہزاد (دل میں):
"تو لوٹ کر وہی موڑ آیا ہے... مگر اس بار، میں کمزور نہیں ہوں"...

---

(2) کرن کی تڑپ

کرن نے وہی اشتہار اپنے موبائل پر دیکھا۔ وہ ساری رات سو نہ سکی۔ وہ جانتی تھی، شہزاد کے دل میں محبت ابھی بھی پروین کے لیے زندہ

ہے، دبی سہی... مگر سانس لیتی ہوئی۔

کرن (آئینے کے سامنے کھڑی):

"کاش... میں اس کے آنسو پوچھ سکتی...

کاش... میں اس کے دل کو سمجھا سکتی...

کاش... وہ صرف ایک بار پلٹ کر دیکھے...

کہ اس کی تنہائی میں، میں ہمیشہ سے ساتھ تھی"...

---

(3) عدالت کا دن

عدالت میں ماحول خاموش مگر پر جوش تھا۔ میڈیا کی نظریں، سماج کی سرگوشیاں، اور قانون کی کرسی— سبھی گویا منتظر تھے ایک انجام کے۔

شہزاد نے سفید کرتا اور نیلا کوٹ پہن رکھا تھا۔ بال سنوارے، نظریں پُرسکون، مگر دل میں ہلچل۔

پروین ہلکے سبز رنگ کے شلوار قمیض میں آئی۔ ساتھ میں بچے نہیں تھے۔ صرف خاموشی تھی۔ اس کی خاموشی، شہزاد کے دل کو نوچ گئی۔

---

(4) مکالمہ—عدالت کے باہر

مڈیئیٹر، جو پرانے وقتوں سے ہی ثالث رہا تھا، دونوں کو عدالت سے پہلے باہر بات کرنے کا موقع دیتا ہے۔

مڈییٹر:
"بس آخری کوشش کر لیتے ہیں... پھر عدالتی فیصلہ ہی مقدر ہوگا۔"

شہزاد:
"میں نے محبت چھپائی، ختم نہیں کی... میں آج بھی پروین کی عزت کرتا ہوں۔"

پروین (نظریں جھکائے):
"تم نے کبھی میری عزت کم نہ کی... پر میں نے خود کو تمہارے برابر کھڑا نہ کیا۔شاید اسی لیے بچھڑ گئے۔"

شہزاد:
"تو کیا اب بھی... کچھ ممکن ہے؟"

پروین (آنسو چھپاتے ہوئے):
"محبتیں ممکن ہیں... ساتھ شاید نہیں"...

---

(5) کرن کی آمد

اچانک کرن وہاں پہنچ گئی۔وہ جانتی تھی کہ یہ لمحہ، یہ فیصلہ، شاید سب کچھ بدل دے۔مگر اس نے ہمت کی۔

کرن (شہزاد سے):
"اگر محبت بند ہو جائے، تو بندگی بھی بیکار ہو جاتی ہے...

لیکن اگر محبت زندہ ہو، تو ہر بچھڑنا نیا جنم ہوتا ہے...
میں تمہیں اپنی دعاؤں میں چاہتی ہوں، تمہاری مرضی کے ساتھ... نہ کہ تمہارے ماضی کے ملبے پر۔"

شہزاد حیران، خاموش... اور کرن کی سچائی سے لرز گیا۔

---

(6) قسط کا اختتام

عدالت کی گھنٹی بجی۔ فیصلہ ہونا باقی تھا۔
مگر دلوں میں جو فیصلے ہو چکے تھے...
وہی اصل گواہی تھے، اصل سزا بھی... اور شاید اصل نجات بھی۔

قسط نمبر: 91

عنوان: فیصلے کے سائے میں

---

(1) عدالت کے ہال میں

عدالت کے ہال میں ایک گہرا سکوت تھا۔ جج صاحبہ کی آمد کے ساتھ ہی سب کھڑے ہوئے، اور وقت جیسے ایک پل کے لیے تھم سا گیا۔ فائلیں کھلیں، کاغذوں کی سرسراہٹ، اور نگاہوں کی بےچینی ہر طرف محسوس کی جا سکتی تھی۔

جج صاحبہ (ٹھہرے لہجے میں):
"پروین بی بی اور شہزاد صاحب... عدالت نے آپ دونوں کے درمیان صلح کی ہر کوشش کو سنجیدگی سے جانچا۔ ثالثی رپورٹ، مڈییٹر کی گواہیاں، اور آپ دونوں کے موجودہ بیانات... سب ہمارے سامنے ہیں۔"

(2) پروین کا چہرہ

پروین نے ایک لمحے کے لیے شہزاد کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں درد تھا، مگر تلخی نہیں۔ جیسے وہ خود کو سزا دے چکی ہو، اور اب رہائی کی منتظر ہو۔

جج صاحبہ:

"ثابت ہوا کہ فریقین کے درمیان محبت کا جذبہ اب بھی موجود ہے... مگر ساتھ نبھانے کی قوت، وقت اور سماجی حالات کی آزمائش میں کمزور پڑ چکی ہے۔"

---

(3) کرن کی دعائیں

عدالت کے باہر کرن دونوں ہاتھوں کو چہرے پر رکھے، دھیرے دھیرے آنسو پونچھ رہی تھی۔ وہ دعا گو تھی...
نہ شہزاد کے حق میں،
نہ پروین کے خلاف...
بلکہ صرف انصاف کے لیے۔ دل کے انصاف کے لیے۔

---

(4) فیصلہ

جج صاحبہ (صاف اور واضح انداز میں):
"عدالت دونوں فریقین کو قانونی طور پر علیحدہ قرار دیتی ہے... لیکن بچے ماں کے پاس رہیں گے، اور والد کی طرف سے ماہانہ خرچ باقاعدہ طور پر دیا جائے گا۔"

عدالت نے یہ بھی لکھوایا کہ شہزاد کے ماضی کی ایمانداری، تعاون اور پُرخلوص رویے کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ پروین کے نرمی بھرے بیان کو بھی عزت دی گئی۔

---

(5) عدالت کے بعد

عدالت سے باہر نکلتے ہوئے پروین رُک گئی۔ شہزاد کو پاس بلایا۔
ہوا میں ہلکی خنکی تھی۔
بند دروازوں کے پیچھے فیصلے ہو چکے تھے،
مگر دلوں کے دروازے ابھی پوری طرح بند نہ تھے۔

پروین:
"شہزاد... میں نے تمہیں کبھی معاف نہیں کیا تھا... کیونکہ میں نے خود کو معاف نہیں کیا تھا۔
آج پہلی بار، میں خود سے صلح کر رہی ہوں... اور تم سے بھی۔"

شہزاد (دھیرے سے):
"محبت ختم نہیں ہوئی...
بس اب وہ خاموش ہو گئی ہے۔"

---

(6) کرن کا پیام

شہزاد عدالت کے باہر پہنچا تو کرن ایک بینچ پر بیٹھی، آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

کرن (بغیر دیکھے بولی):
"تم آزاد ہو گئے شہزاد...
پر کیا تم اب کسی کی قید میں آؤ گے؟"

شہزاد (نرمی سے):
"اگر قید ایسی ہو، جہاں دل دھڑکے، خواب مہکیں،
تو شاید میں خود سے کہوں... کہ ہاں... مجھے قید کر لو کرن۔"

کرن کی آنکھوں میں چمک آئی... وہ چمک جو امید سے زیادہ... اعتبار کی ہوتی ہے۔

---

(7) اختتامیہ لمحہ

دور فضا میں سورج ڈھلنے لگا تھا۔
پچھلے صفحات کی دھول چھٹنے لگی تھی...
اور ایک نیا باب، ایک نئی صبح کی مہک لیے، خاموشی سے آنے لگا تھا۔

قسط نمبر:92

عنوان: نیا راستہ، نیا ہمسفر

---

(1) ایک نیا آغاز

عدالت کے فیصلے کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ شہزاد اب کسی قانونی پیچیدگی میں قید نہ تھا، نہ ہی دل میں کوئی گلہ، نہ الزام۔ وہ اپنی "سرخ شاہین بائیک" پر بیٹھا، خنک ہوا میں کچھ دیر خاموشی سے منزل کی سمت بڑھ رہا تھا۔

ہوا میں ہلکی سی خوشبو تھی... جیسے قدرت نے نئے سفر کو آشیرواد دیا ہو۔

شہزاد (دل میں):
"نہ اب کوئی سزا باقی،
نہ کسی کے دل میں مجھ پر شک۔
وقت نے سکھا دیا ہے،
کہ سچائی ہمیشہ واپس لوٹ کر آتی ہے... کبھی آنکھوں میں، کبھی دل کی دھڑکن میں۔"

---

(2) کرن کی قربت

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔
شہزاد ریاستی ہیڈکوارٹر پہنچا، جہاں کرن پہلے سے موجود تھی۔ اس نے ہاتھ میں شہزاد کے لیے ایک چھوٹا سا باکس تھام رکھا تھا— اندر گھڑی تھی، جس پر کرن نے خود لکھوایا تھا:

"وقت کے ساتھ جو چلا، وہی کامیاب ہوا... اور جو سچ کے ساتھ رہا، وہی معتبر ہوا۔"

کرن (مسکرا کر):
"یہ تحفہ اُس انسان کے لیے، جس نے میری خاموشی کو سنا... اور اپنے درد کو طاقت بنایا۔"

شہزاد (نرمی سے):
"اور یہ دل اُس کے لیے... جس نے میرے اندر کے زخموں پر لفظوں کی مرہم رکھی۔"

---

(3) ڈیجیٹل تربیت کا کمرہ

اگلے دن شہزاد نے ریاست کے سینئر پرنسپل اور اساتذہ کو لیکچر دینے کا آغاز کیا۔
جدید پروجیکٹر، لیزر پوائنٹر، اور وائی فائی ڈیوائسز کی مدد سے وہ ایک مکمل ڈیجیٹل سیشن چلا رہا تھا۔
اُس کا انداز، الفاظ، اور پیش کش... سب کچھ جادو بن چکا تھا۔

ایک لیڈی ٹیچر (ساتھی سے):

"یہ شخص صرف پڑھاتا نہیں... دل چھوتا ہے۔"

ایک نوجوان پرنسپل:
"اِسے دیکھ کر لگتا ہے، استاد صرف پیشہ نہیں... عبادت ہے۔"

---

(4) کرن اور شہزاد کا لمحہ

لیکچر کے بعد شہزاد اور کرن ادارے کے چھوٹے باغیچے میں بیٹھے تھے۔
موسم ہلکا سا نم آلود، اور فضا میں پھولوں کی مہک تھی۔

کرن:
"پروین نے اگر کبھی لوٹنے کی خواہش کی تو؟"

شہزاد (سوچ کر):
"محبت دروازہ نہیں جو ایک بار بند ہو گیا تو پھر کھلے۔
یہ تو ایک روشنی ہے جو کبھی یہاں، کبھی وہاں جگمگاتی ہے...
لیکن اب جو روشنی میرے دل میں ہے... وہ تم ہو، کرن۔"

کرن کی آنکھوں میں نمی تھی، مگر وہ خوشی کی تھی۔

---

(5) آخری منظر

شہزاد نے سرخ شاہین بائیک پر کرن کو پہلی بار سیر کے لیے ساتھ بٹھایا۔

راستہ، درختوں سے گھرا ہوا،

بادل جھکے جھکے،

بارش کی ہلکی بوندیں،

اور بائیک پر دو دل...

ایک نیا آغاز،

نئے وعدے،

اور نئی منزل۔

قسط نمبر:93

عنوان: دل کے دریچے سے

---

(1) پروین کا کمرہ... ایک تنہائی

پروین کھڑکی کے پاس بیٹھی تھی۔ باہر دھند تھی، اور اندر یادیں۔ دیوار پر بچوں کی تصویر آویزاں تھی، نیچے ایک ڈائری کھلی ہوئی — جس پر شہزاد کے ہاتھوں لکھے گئے لفظ اب بھی چمک رہے تھے:

"محبت کبھی زبردستی نہیں ہوتی، وہ تو آہستہ سے دل کے دروازے پر دستک دیتی ہے... اور اگر وہاں کوئی جواب نہ ہو، تو واپس لوٹ جاتی ہے، خاموشی سے!"

پروین نے آہستہ سے ڈائری بند کی اور گہری سانس لی۔

پروین (دل میں):
"کاش اُس وقت میں سمجھ جاتی...
کاش میں ماں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بیوی کی ایمانداری بھی نبھا جاتی...
کیا اب دیر ہو گئی ہے؟"

---

(2) شہزاد کا دن، کرن کا خواب

شہزاد کا معمول اب مصروف ہو چکا تھا۔ وہ ایک کے بعد ایک ضلع میں تربیت دے رہا تھا۔
ڈیجیٹل تعلیمی انقلاب اُس کے دم سے زندہ ہو گیا تھا۔
ہر لیکچر کے بعد ایک نیا جوش، نئی امید، اور سامعین کے چہروں پر فخر کی چمک ہوتی۔

کرن اکثر چپکے سے سیشن کے آخری قطار میں بیٹھ کر شہزاد کو دیکھتی... اُس کی آواز، اس کا جذبہ، سب اُس کے دل پر نقش ہو رہا تھا۔

کرن (اپنے آپ سے):
" کیا کبھی ایک استاد، ایک رہبر... صرف کسی کا ہمسفر بھی بن سکتا ہے؟
کیا میرا خواب... صرف خواب ہی رہے گا؟"

---

(3) بچوں کا خط... پروین کو چونکاتا ہے

اُسی شام پروین کے دروازے پر ایک ڈاکیہ آیا۔
لفافہ شہزاد کے اسکول کے لیٹر ہیڈ پر تھا، مگر تحریر بچوں کی تھی:

"ماما! پاپا اب بہت مسکرا رہے ہیں۔ کرن مس بھی ہمیں کہانیاں سناتی ہیں، مگر اُن میں آپ کا تذکرہ ہمیشہ موجود ہوتا ہے۔ کیا آپ ہمیں دیکھنے نہیں آؤ گی؟ ہمیں آپ کی یاد آتی ہے۔"

پروین کی آنکھوں سے خاموش آنسو بہنے لگے۔
اُس نے پہلی بار خود کو آئینے میں دیکھا— تنہا، اُلجھی ہوئی، اور خالی۔
کیا اب بھی کچھ باقی تھا؟

---

(4) اگلی صبح: شہزاد اور کرن کی مسکراہٹیں

شہزاد نے اُس دن کرن کو سرپرائز دیا— اُس نے کرن کے لیے ایک پراجیکٹ تیار کیا تھا:
" گرلز ڈیجیٹل لرننگ سنٹر "

کرن کی آنکھیں حیرت سے چمک اُٹھیں۔

شہزاد:
" یہ تمہاری محنت، تمہاری لگن... اور میرے دل کی خواہش ہے۔
تم صرف میری ساتھی نہیں... میری ہم قدم ہو، کرن!"

کرن نے خاموشی سے شہزاد کا ہاتھ تھاما۔
بارش کی ہلکی بوندیں، دھوپ کی لکیر، اور فضا میں محبت کی خوشبو...
ایک نیا احساس، ایک نیا یقین۔

---

(5) آخری منظر... پروین کا فیصلہ

پروین نے اپنے تمام زیور بیگ میں رکھے، بچوں کے لیے کپڑے سمیٹے، اور عدالت کا پرانا فیصلہ ہاتھ میں لیا۔
اُس کی آنکھوں میں ایک ہی فیصلہ تھا—
"میں صرف ماں بن کر رہنا چاہتی ہوں... اب میں اپنی سچائی بچوں کے آنسوؤں سے تولوں گی... شہزاد کی ناراضگی سے نہیں۔"

قسط نمبر: 94

عنوان: واپسی کی دستک

---

(1) اسٹیشن کی بھیگی فضا... اور پروین کی آمد

گاڑی کی سیٹی نے دھند میں ایک ہلکی سی لرزش پیدا کی۔ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر جب پروین اُتری، اُس کے چہرے پر تھکن اور عزم دونوں ایک ساتھ تھے۔ ہاتھ میں وہی بیگ جس میں بچوں کے کپڑے اور کچھ پرانی یادیں تھیں۔ آنکھوں میں نمی تھی، مگر اب وہ ندامت نہیں، احساس کی بیداری تھی۔

پروین (دل میں):
"پتہ نہیں کیا ہوگا... لیکن اب میں بچوں سے دور نہیں رہ سکتی... نہ ہی اُس انسان سے جو میرے ہر غلط فیصلے کے باوجود مجھے عزت دیتا رہا۔"

---

(2) کرن کی بےچینی... اور خاموشی کا طوفان

کرن اسکول کے آفس میں بیٹھی، اگلے پروجیکٹ کی تیاری کر رہی تھی۔

اچانک اُس کے موبائل پر ایک واٹس ایپ میسج آیا— اسکول کے چوکیدار کی طرف سے:

"آج ایک لیڈی آئی ہیں... شہزاد سر سے ملنے کے لیے۔ نام پروین ہے۔ بچوں کے ساتھ رہنے کا مطالبہ کر رہی ہیں۔"

کرن کا دل دھک سے رہ گیا۔
وہ خاموش ہو گئی۔ اُس کے ذہن میں شہزاد کی مسکراہٹ، بچوں کی ہنسی اور اپنا خواب... سب ایک فلم کی طرح چلنے لگا۔

---

(3) شہزاد کی نظر میں پہلا لمحہ

جب شہزاد نے پروین کو دیکھا، اُس کے قدم ایک پل کو رُک گئے۔
بچوں کی تصویر جیسی ماں، ایک مکمل عورت، مگر آنکھوں میں شرمندگی لیے... سامنے کھڑی تھی۔

پروین (مدھم لہجے میں):
"شہزاد... کیا بچوں کو صرف دیکھنے کی اجازت مل سکتی ہے؟"

شہزاد نے خاموشی سے سر ہلایا۔
بچے پروین کی بانہوں میں جھول گئے۔
چند لمحے جیسے رُک گئے، آنکھیں بھیگ گئیں، اور دلوں کے بند دروازے ہلکے ہلکے کھلنے لگے۔

---

(4) رات کا لمحہ... شہزاد، پروین، اور ایک مکالمہ

شہزاد:

"پروین... تمہارا آنا غیر متوقع تھا، لیکن شاید ضروری بھی۔"

پروین:

"میں غلطیاں ماننے آئی ہوں، بچوں کی خوشی کی خاطر... اور شاید... اگر تم اجازت دو، تو... اپنی اصلاح کی نیت سے۔"

شہزاد (گہری سانس لیتے ہوئے):

"اصلاح کا پہلا قدم سچائی ہوتی ہے...
کیا تم سچائی سے نہ صرف بچوں بلکہ خود سے بھی ملنے آئی ہو؟"

پروین خاموش رہی، مگر اُس کی آنکھوں میں ہاں چمک رہی تھی۔

---

(5) کرن کا فیصلہ... خودداری کا آئینہ

کرن نے یہ سب دور سے دیکھا۔
اُس نے شہزاد کو ایک سادہ سا خط دیا، اور خاموشی سے اپنی رہائش واپس چلی گئی۔

"شہزاد سر...
آپ ایک عظیم استاد، ایک عظیم باپ اور شاید ایک عظیم انسان بھی ہیں۔
میری جگہ شاید تاریخ میں نہیں، آپ کی زندگی میں صرف ایک موڑ تھی...

میں اُس موڑ سے آگے نہیں جاؤں گی۔
یہ میرا فیصلہ ہے... اور میری خودداری۔
— کرن"

---

(6) اختتامیہ لمحہ... پروین کے نئے سفر کی شروعات

پروین نے بچوں کو سنبھال لیا، مگر اب وہ بدل چکی تھی۔
اپنے چھوٹے چھوٹے قدموں سے اُس نے شہزاد کے تعلیمی مشن میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔
اب وہ شہزاد کے لیکچرز کی تیاری میں مدد کرتی، اسکول کی فائلوں کو ترتیب دیتی، اور خاموشی سے اُس کی محنت کا حصہ بنتی جا رہی تھی۔

شہزاد کے دل کا دریچہ دوبارہ کھلنے لگا تھا... مگر آہستہ آہستہ... احتیاط سے... محبت کے نئے موسم کا انتظار کرتے ہوئے۔

قسط نمبر:95

عنوان: بارش کی بوندوں میں چھپا ہوا اعتراف

---

(1) بارش کی نرم دستک... اور پروین کی آنکھوں میں چمکتا خواب

شہزاد اور پروین، اسکول کے پرانے کواٹر میں بیٹھے تھے۔ باہر ہلکی ہلکی بارش برس رہی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشوں پر بوندیں جیسے کوئی گمشدہ نغمہ چھیڑ رہی ہوں۔ ہوا میں خنکی تھی، مگر دونوں کے درمیان ایک عجیب سی حرارت پھیل چکی تھی... ماضی کی ٹوٹی کڑیوں کو جوڑنے والی۔

پروین (نرمی سے):
"بارش ہمیشہ سے مجھے تمہاری یاد دلاتی ہے... شہزاد...
یاد ہے؟ تم ایک بار گرمیوں میں بھی چھتری لے آئے تھے، صرف مجھے بارش سے بچانے کے لیے"...

شہزاد (مسکراتے ہوئے):
"تمھیں نہیں بچایا تھا، خود کو بچایا تھا... کہیں تم بیمار نہ ہو جاؤ، اور میرا دل بے چین نہ ہو جائے"...

پروین نے نگاہیں جھکا لیں... مگر اُس کے ہونٹوں پر شرمیلی مسکراہٹ تیرنے لگی۔

---

(2) بچپن کی یادیں... اور خاموش محبت کا بیان

شہزاد چائے کے دو کپ لے کر آیا۔ میز پر رکھتے ہوئے وہ رُک گیا۔

شہزاد:
"یاد ہے... جب تم پہلی بار میری زندگی میں آئیں... تب میں صرف ایک کتابی انسان تھا۔ تم نے پہلی بار میرے بٹن بند کرتے ہوئے کہا تھا—
،علم سے محبت جتنی ہو، انسان سے بھی کبھی کر لینا۔ٗ
شاید میں نے تب نہیں سمجھا"...

پروین (ہلکی آواز میں):
"لیکن اب تم جان چکے ہو... اور میں بھی۔
محبت فقط لینا نہیں، سیکھنا بھی ہوتا ہے... اور تم نے مجھے محبت کا صحیح مطلب سکھا دیا۔"

بارش کی بوندیں جیسے ان کے دلوں کے راز دھیرے دھیرے کھولنے لگیں۔

---

(3) پروین کا اعتراف... اور شہزاد کا سکوت

پروین:
"شہزاد...
اگر وقت مجھے ایک اور موقع دے،

تو میں تمھاری زندگی میں فقط بیوی نہیں، تمھارے خوابوں کی ہمسفر بننا چاہوں گی...
وہ پروین جو تمھارے لفظوں کو سمجھے، تمھاری خاموشی کو سنے...
کیا... تم مجھے پھر سے... قبول کر سکتے ہو؟"

شہزاد خاموش رہا... اُس کی آنکھوں میں نمی تھی۔
چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی، مگر لمحہ گرم تھا— جذبات سے۔

شہزاد (آہستہ سے):
"محبت اگر سچی ہو... تو کبھی ختم نہیں ہوتی۔
بس وقت اُسے چھپا لیتا ہے...
اور تم جانتی ہو، پروین...
میرے دل میں وہ جگہ اب بھی تمھارے لیے محفوظ ہے—
صرف تمھارے لیے"...

---

(4) روشندان سے آتی بارش کی خوشبو... اور قریب آتے لمحے

پروین نے آہستہ سے شہزاد کا ہاتھ تھام لیا۔

پروین:
"میں تمھیں دوبارہ کھونا نہیں چاہتی۔
نہ تمھاری خوشبو، نہ تمھاری باتیں...
کیا ہم پھر سے... ایک نئے سفر کا آغاز کر سکتے ہیں؟"

شہزاد نے پروین کی طرف دیکھا...
پہلی بار بغیر کوئی لفظ کہے، اُس کی نظروں نے ہاں کہی۔
محبت کبھی کبھار صرف ایک لمس میں چھپی ہوتی ہے،
اور وہ لمحہ... لمس سے وفا بن گیا۔

---

(5) اختتامیہ لمحہ... پروین کی پلکوں پر بارش، شہزاد کے دل میں سکون

دونوں خاموشی سے بیٹھے رہے...
بارش اب تیز ہو چکی تھی...
لیکن کمرے میں ایک گہرا سکون، ایک نرم سا رومان، اور دو دلوں کا میل بانہوں میں بانہیں ڈالے بیٹھا تھا۔

قسط نمبر: 96

عنوان: وعدوں کی وہ شام... اور دبے لفظوں کی سحر

---

(1) شام کا جھٹپٹا... اور قُربت کا جادو

بارش کے بعد کا منظر کتنا شفاف ہوتا ہے — جیسے دل کا آئینہ دھل گیا ہو۔
آسمان پر سرمئی بادلوں کے درمیان سورج کی نرم کرنیں چھن چھن کر زمین پر بکھر رہی تھیں۔ شہزاد نے کھڑکی سے باہر جھانکا، پروین اس کے قریب ہی بیٹھی چائے میں بسکٹ ڈبو رہی تھی، جیسے برسوں بعد دل کو کوئی میٹھا لمحہ ملا ہو۔

شہزاد (ہلکی مسکراہٹ سے):
"آج کی بارش نے کچھ پرانا دُھل دیا، نا...؟"

پروین (نگاہ جھکا کر):
"ہاں... شاید وہ ضد، وہ غلط فہمیاں، اور وہ خاموش سزا"...

خاموشی چھا گئی، مگر وہ خاموشی بھی جیسے بولنے لگی ہو۔

---

(2)وعدوں کی نئی کتاب... اور محبت کا پہلا صفحہ

پروین:
"شہزاد...
اگر میں کہوں کہ اب باقی زندگی...
تمھارے ساتھ چلنا چاہتی ہوں،
تو کیا تم... میری انگلی تھامو گے؟"

شہزاد نے آہستہ سے پروین کا ہاتھ تھاما...
کوئی لفظ نہیں کہا، صرف اس کی ہتھیلی کو اپنی انگلیوں میں قید کر لیا—
ایسا لمس جو زبان سے زیادہ پُر اثر تھا۔

شہزاد:
"ہاتھ پکڑنا آسان ہوتا ہے، چھوڑنا مشکل۔
میں نے تمھارا ہاتھ پہلی بار جب تھاما تھا، تب سے آج تک نہیں چھوڑا۔
بس وقت نے بیچ میں پردہ ڈال دیا تھا۔"

پروین:
"اور اب...؟"

شہزاد:
"اب وقت ہمارا ہے... اور ہم وقت کے۔"

---

(3) پرانی یادیں، نئی تعبیر

کھڑکی کے پار دُور دُور تک بھیگی زمین پھیلی تھی۔
شہزاد نے موبائل کھولا، کچھ تصاویر دکھائیں۔ اسکول کے سیمینار، اسٹیج پر دیے گئے لیکچر، خوش گوار لمحے —
پروین خاموشی سے دیکھتی رہی۔ پھر ایک تصویر پر رک گئی — جہاں شہزاد کے پیچھے ایک خاتون ٹیچر کے چہرے پر تعریفوں بھری چمک تھی۔

پروین (تھوڑا اشرارتی لہجے میں):
"یہ کون ہے؟ بڑی خوش لگ رہی ہیں... شاید دل میں کچھ؟"

شہزاد ہنس دیا۔

شہزاد:
"تمھیں دیکھنے کے بعد کسی اور کو دل میں جگہ دینا... ممکن ہے کیا؟
دل کے سب کمرے تو تمھارے نام رجسٹرڈ ہیں، پروین۔"

پروین نے پہلو بدلا، نظریں چرائیں... مگر چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔

---

(4) شام ڈھلے... ایک وعدے کی مہر

چائے ختم ہو چکی تھی، موسم بھی صاف ہونے لگا تھا۔

پروین نے اپنا دوپٹہ درست کیا، جیسے کوئی نئی زندگی میں قدم رکھنے جا رہی ہو۔

پروین:
"تو پھر؟ اب ہم... کیا کہلائیں گے؟"

شہزاد (مسکرا کر):
"وہی جو تھے...
تم میری چاہت...
اور میں تمھارا شہزاد"...

پروین (نرمی سے):
"اور ہمارا کل...؟"

شہزاد (دل سے):
"وہ تمھاری مسکراہٹ سے روشن ہوگا... اور میری وفا سے محفوظ۔"

---

(5) کہانی نئی کروٹ پر

رات نے آسمان پر چادر پھیلا دی۔
مگر زمین پر ایک نیا سورج طلوع ہو چکا تھا—
محبت، معافی، اور ہمسفری کا۔

ماضی کی تلخیوں سے آگے بڑھ کر اب شہزادا اور پروین ایک نئی راہ پر تھے...
ایک ایسی راہ جو جذبات کی روشنی سے روشن تھی۔

قسط نمبر: 97

عنوان: ساحل، ہوا اور چپکے سے کہی گئی باتیں

---

(1) دبئی کی رات اور رومانٹک ہوائیں

رات کی چاندنی دبئی کے جمیرہ بیچ پر چمک رہی تھی۔ سمندر کی لہریں نرمی سے کنارے سے ٹکرا رہی تھیں جیسے پیار سے قدموں کو چوم رہی ہوں۔ شہزاد اور پروین، ایک بینچ پر خاموشی سے بیٹھے تھے، مگر ان کی خاموشی بھی بول رہی تھی۔

ہوا میں خوشبو تھی— سمندر کی نمی، پروین کے بالوں کی خوشبو اور شہزاد کی سانسوں کی گرمی۔

شہزاد (آہستہ سے):
"یہ لمحہ... جیسا فلموں میں ہوتا ہے... تم، میں... چاندنی، اور بس ہم۔"

پروین (نرمی سے):
"ایسا لگ رہا ہے جیسے وقت رک گیا ہے...
یا ہم وقت سے آگے نکل آئے ہیں۔"

---

(2) وہ خواب، جو آنکھوں میں پلنے لگے

شہزاد نے پروین کی طرف دیکھا، اور اُس کی پلکوں پر ٹکنے والی وہ نمی اسے چُپ نہ رہنے دے سکی۔

شہزاد:

" کیا سوچ رہی ہو؟"

پروین:

"یہی... کہ اگر سب کچھ پہلے سمجھ آ جاتا...
تو ہم کتنے لمحے بچا سکتے تھے، شہزاد"...

شہزاد:

"لیکن اب جو لمحے ہمارے پاس ہیں،
وہ صرف ہمارے لیے ہیں... اور ہم انھیں جئیں گے...
جیسے کوئی شاعری... جیسے تم۔"

پروین نے نظریں نیچی کیں... شہزاد کا ہاتھ آہستہ سے تھاما۔

---

(3) سمندر کے کنارے ایک خواب بُنتا ہے

لہروں کی آواز پس منظر میں موسیقی بن گئی تھی۔
شہزاد نے پروین کی طرف جھک کر پوچھا:

" کیا تمھیں مجھ پر اب بھی بھروسا ہے؟"

پروین نے نہ صرف آنکھوں سے ہاں کہا، بلکہ شہزاد کے کندھے سے سر ٹکا دیا۔

پروین:
"تم پر بھروسا نہیں ہوتا، شہزاد...
تم پر یقین ہوتا ہے...
وہی یقین جس پر دل مطمئن ہو جائے۔"

دُور کہیں کوئی لائیو میوزک بج رہا تھا—
ساز کی تان جیسے دونوں کی کہانی کو لفظ دے رہی ہو۔

---

(4) چاندنی رات اور وعدہ

چاند آسمان پر پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔
شہزاد نے آہستہ سے پروین کا ہاتھ اپنی ہتھیلی میں لیا اور بولا:

"وعدہ ہے، پروین...
جتنے دن باقی ہیں زندگی کے،
میں تمھاری ہر صبح کو نرم دُعا بنا دوں گا
اور ہر رات کو مسکراہٹوں سے بھر دوں گا۔"

پروین (چپکے سے):
"اور میں ہر لمحے تمھارے ساتھ جینے کا ہنر سیکھ لوں گی۔"

سمندر کی لہریں پیچھے ہٹ رہی تھیں،
مگر شہزادا اور پروین کے قدم...
آگے بڑھنے لگے تھے—ایک نئی زندگی کی طرف۔

---

(5) قسط کا اختتام:

پہلی بار محبت نے جیت کا جشن منایا تھا۔
دلوں کے درمیان کوئی فاصلہ باقی نہ رہا،
صرف رشتے... لمس... اور وعدے باقی تھے۔

قسط نمبر:98

عنوان: روشنی کا ایک نام کرن بھی ہے

---

(1) دبئی سے دلی تک... ایک اور دل کی صدا

دبئی کے چمکتے منظر کے بیچ جہاں شہزادا اور پروین کی دنیا نئی خوشبوؤں سے مہک رہی تھی،
دوسری طرف، دلی کی ایک خاموش دوپہر میں کرن کھڑکی کے قریب کھڑی، آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ہوا نرم تھی،
مگر اُس کے دل میں سوال سخت تھے۔

کرن (دل میں):
"کیا محبت... ہمیشہ مکمل ہو کر ہی خوشی دیتی ہے؟
یا ادھوری چاہت بھی کسی کے لیے دُعا بن سکتی ہے؟"

---

(2) وہ یادیں، جو مسکراہٹ بن گئیں

کرن کے ہونٹوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ آئی۔
وہ پرانی تصویریں دیکھ رہی تھی—
جن میں شہزاد ٹیکنالوجی ورکشاپ کے بعد لیڈی پرنسپلز کے جھرمٹ میں مسکراتا نظر آ رہا تھا۔
لیکن... ایک تصویر میں اُس کی نظر ہمیشہ ٹھہر جاتی—
جہاں شہزاد نے خفیف سی نظر کرن پر ڈالی تھی،
اور کرن نے کیمرے سے بچتے ہوئے، دل سے اس نظر کو محفوظ کر لیا تھا۔

کرن (خود سے):
"تمھیں پانے کی کوشش نہیں کی...
بس ہر بار تمھیں دعا میں شامل کر لیا۔"

---

(3) امید کی کرن

اچانک، فون پر ایک نوٹیفکیشن آیا۔
ریاستی تعلیمی بورڈ کی جانب سے اطلاع تھی:
"ڈیجیٹل لرننگ انوویشن ٹیم کے نئے تربیتی سیشن کی قیادت کرن کو دی گئی ہے،
جس میں شہزاد بطور کوآرڈینیٹر شامل ہوں گے۔"

کرن کے دل میں ہلچل مچ گئی۔
وہ لمحے جو شاید صرف یاد تھے،
اب دوبارہ حقیقت بن سکتے تھے۔

---

(4) ماں کی خاموش رہنمائی

کرن کی ماں کمرے میں آئی،
بیٹی کو گم صم دیکھا تو بولی:

ماں:
"بیٹا... کچھ لوگ ہماری زندگی میں ہمیشہ رہتے ہیں،
بس شکل میں نہیں، احساس میں۔
اور کچھ... جب لوٹتے ہیں تو قسمت دروازہ کھول دیتی ہے۔"

کرن (نرمی سے):
"اگر تقدیر نے ایک اور موقع دیا...
تو میں دل کے ساتھ، دماغ سے فیصلہ کروں گی۔"

---

(5) روشنی کی سمت

اگلی صبح، کرن نے ہلکی سی لپ اسٹک لگائی،
ایک نیلا دوپٹہ لیا،
اور آئینے میں خود کو دیکھا۔

کرن (خود سے):

"محبت کمزور نہیں بناتی،

اگر سچی ہو... تو انسان کو اور بھی مضبوط کر دیتی ہے۔"

وہ تیار ہو چکی تھی—

نہ صرف تربیتی سیشن کے لیے،

بلکہ ایک بار پھر شہزاد کا سامنا کرنے کے لیے۔

قسط کا اختتام:

شہزاد کو شاید خبر نہ تھی

کہ اُس کے دل کی ایک خاموشی،

کسی اور دل کی روشنی بن چکی تھی—

اور اُس روشنی کا نام تھا: کرن۔

قسط نمبر:99

عنوان: خاموشی کی صدا میں محبت کا سامنا

---

(1) وہ لمحہ... جو دھڑکنوں کی رفتار بڑھا دے

پُھلوں سے مہکتا حال،
سفید میزوں پر جدید تعلیمی آلات،
ہر طرف تربیت یافتہ اساتذہ کی نظریں،
اور بیچ میں شہزاد—ایک بار پھر اپنے تخلیقی انداز میں
ڈیجیٹل لرننگ پر لیکچر دے رہا تھا۔

اچانک... دروازہ کھلا۔

نیلے رنگ کا دوپٹہ،
سادگی میں پوشیدہ وقار،
اور آنکھوں میں چھپی وہ روشنی...
جس نے شہزاد کی آواز کو پل بھر کو ساکت کر دیا۔

کرن

آہستہ قدموں سے اندر آئی،
اور شہزاد کی نظروں سے نظریں ٹکرا گئیں—
بجلی کوند گئی جیسے!

---

(2) رومانی مکالمے... خاموشیوں میں لپٹے

لیکچر کے بعد،
کرن ایک خالی راہداری میں کھڑی تھی۔
شہزاد آیا، کچھ لمحے یوں ہی خاموشی میں گزر گئے۔

شہزاد (مسکراتے ہوئے):
"تم اب بھی نیلے رنگ میں بہت کچھ کہہ جاتی ہو... بنا بولے۔"

کرن (نرمی سے):
"اور تم اب بھی آنکھوں سے دل پڑھ لیتے ہو... بنا پوچھے۔"

شہزاد (دل کی گہرائی سے):
"بہت دنوں بعد... یوں لگا جیسے دل نے سانس لی ہو۔"

کرن (ہلکے سے مسکراتے ہوئے):
"اور مجھے لگا جیسے وقت تھم گیا ہو۔"

---

(3)وہ پل جو مقدر میں تھا

برآمدے کے کنارے کھڑے،
دھوپ چھاؤں کے بیچ،
دونوں ایک دوسرے کی موجودگی کو محسوس کر رہے تھے۔

شہزاد:
"کرن... تم نے کبھی کچھ کہا نہیں"...

کرن:
"محبتیں کہی نہیں جاتیں... بس نبھائی جاتی ہیں۔
اور میں آج تک نبھا رہی ہوں... اپنے دل کے اندر۔"

شہزاد کی آنکھوں میں نمی سی تیر گئی۔
وہ چند لمحے خاموش رہا،
پھر بولا:

"تم میری زندگی کی وہ کرن ہو...
جو اندھیروں میں بھی روشنی دیتی رہی۔"

---

(4) پہلی بار... ہاتھوں نے ہاتھ تھامے

ہوا تھمی ہوئی تھی۔
درختوں کی سرسراہٹ میں ساز بج رہے تھے۔
کرن نے اپنے نرم ہاتھ شہزاد کی طرف بڑھا دیے۔
شہزاد نے بغیر ہچکچائے تھام لیے۔

وہ لمحہ،
لفظوں سے نہیں...
بس لمس سے سمجھایا گیا۔

قسط کا اختتام:

دونوں کے درمیان ماضی کی دیواریں ٹوٹنے لگیں،
نظریں ملنے لگیں،
اور ایک نئی کہانی جنم لینے لگی—
ایسی کہانی جس میں محبت فقط اظہار نہیں،
بلکہ صبر، قربانی اور سچائی کا رنگ لیے ہوئے تھی۔

قسط نمبر: 100

عنوان: دھڑکنوں کے بیچ... ایک اور دروازہ کھلا

---

(1) پروین کی تنہائی... اور دل کی کھڑکی

رات کے ساڑھے دس بج چکے تھے۔
پروین اپنی اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھی،
عدالتی نوٹسز، بچوں کے اسکول کے سرٹیفکیٹس، اور ایک موٹی ڈائری میں الجھی ہوئی تھی۔
لیکن دماغ کہیں اور بھٹک رہا تھا...

دل بار بار شہزاد کے نام کی طرف کھنچتا،
اور آنکھوں میں وہ منظر ٹھہر جاتا
جہاں شہزاد اور کرن ایک سیمینار میں ساتھ نظر آئے تھے۔

پروین (خود کلامی میں):
" کرن... ؟ وہ اب بھی اُس کی زندگی میں ہے؟
یا شاید... اُس کی زندگی بننے لگی ہے؟"

دل میں عجیب سی جلن سی اٹھی،

لیکن ساتھ ہی ایک سکوت بھی—
جیسے وہ جانتی ہو کہ شہزاد اب اُس کے دل سے نہیں گیا،
بلکہ اُس کی رگوں میں بہتا رہا ہے— خاموش، مگر موجود۔

---

(2) شہزاد کی کیفیت... ایک درد اور ایک قرار

شہزاد دبئی سے لوٹ کر آیا تھا۔
دل کی گلیوں میں کرن کی آواز گونج رہی تھی،
مگر کہیں نہ کہیں پروین کا عکس بھی دھندلا کر کے ابھر رہا تھا۔

شہزاد نے ایک نظم لکھی:

" کرنوں میں کرن ہے،
پر سچ یہ بھی ہے...
کہ جو درد دیا تھا، وہ اب بھی زندہ ہے
پروین... تمھاری خاموشی میں بھی صدا ہے...
کیا تم نے سنا؟"

---

(3) کرن کا احساس... اور عورت کا مان

کرن اپنی کھڑکی کے پاس بیٹھی تھی۔
بارش کی بوندیں شیشے پر گرتی رہیں،
اور وہ چپ چاپ سوچتی رہی— کیا وہ واقعی صرف ایک سایہ ہے؟
یا شہزاد کی زندگی کی روشنی بننے کا حق رکھتی ہے؟

اسی پل شہزاد کا میسیج آیا:

" کل تم سے ایک بات کرنی ہے... دل کی بات۔"

کرن نے مسکرا کر جواب دیا:
"میں سننے کو تیار ہوں... لیکن کیا تم خود سے بھی سچ بول پاو؟ گے؟"

---

(4) نئی صبح... پرانی گونج

اگلے دن تربیتی ورکشاپ تھی۔
شہزاد، کرن اور دیگر افسران موجود تھے۔
اچانک ایک مہمان کی آمد ہوئی...
سیاہ دوپٹہ، گہرے نیلے لباس میں پروین۔
عدالتی وسماجی مبصر کے طور پر مدعو کی گئی تھی۔

شہزاد ایک پل کو ٹھٹھک گیا،

کرن کی نظریں حیرت سے لرز گئیں،
اور پروین کی آنکھوں میں — فقط خاموشی تھی۔

پروین (دل میں):
" محبتیں ختم نہیں ہوتیں… وہ صرف وقت کا لباس بدل لیتی ہیں۔
اور شاید میرا لباس، کرن نے پہن لیا ہے"…

قسط نمبر: 101

عنوان: تماشائے دل، فیصلے کی دہلیز پر

---

(1) ورکشاپ کے بعد کی چپ

تربیتی ورکشاپ ختم ہو چکی تھی۔
ساری عمارت میں صرف صفائی کا شور باقی تھا،
مگر تین دل...
ابھی بھی ایک ان کہے شور میں ڈوبے تھے۔

شہزاد نے آہستگی سے پروین کی طرف دیکھا،
جو چائے کے کپ سے بھاپ اڑاتی
خاموش بیٹھی تھی۔
کرن تھوڑی فاصلے پر کھڑی،
کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی، مگر دل اس لمحے پر اٹکا ہوا تھا۔

شہزاد (نرمی سے):
"پروین... تم اچانک؟"

پروین (مدھم لہجے میں):
"دیر ہوگئی شہزاد... لیکن شاید اتنی بھی نہیں، جتنی ہم سمجھ بیٹھے۔"

شہزاد:
"کاش تم یہ پہلے کہتیں... جب دل روز تمہارا راستہ دیکھتا تھا۔"

پروین:
"اور اب؟ کیا راستے بدل گئے؟ یا دل؟"

شہزاد خاموش ہو گیا۔

---

(2) کرن کی آنکھیں...

کرن نے وہ مکالمہ سن لیا تھا۔
لیکن چپ رہی۔
صرف دل میں ایک لرزتی ہوئی کیفیت تھی—
محبت اگر سچ ہے، تو مان بھی سچ ہونا چاہیے۔

اس نے آہستہ قدموں سے آ کر کہا:

کرن:
"شہزاد... تمھاری پروین لوٹ آئی ہے۔

اور شاید تمھارا کل بھی۔
میں تمھیں باندھنا نہیں چاہتی، بس تمھارا سچ جاننا چاہتی ہوں۔"

شہزاد (دھیرے سے):
" کرن... تم نے میرے اندر کے انسان کو جگایا ہے...
پروین نے میرے ماضی کو...
اور اب فیصلہ میرے حال کو کرنا ہے۔"

---

(3) عدالت کی نئی تاریخ

اسی شام، لوک عدالت کا نیا نوٹس موصول ہوا—
جہاں پروین اور شہزاد کو آخری بار باہمی مصالحت کے لیے طلب کیا گیا تھا۔
شہزاد نے وہ کاغذ پروین کی طرف بڑھایا۔

شہزاد:
" کیا تم اب بھی تیار ہو... وہی زندگی جینے کے لیے؟"

پروین:
"اگر تم ویسا ہی دل رکھتے ہو... تو ہاں۔
لیکن یہ فیصلہ صرف محبت کا نہیں، عزت کا بھی ہے۔"

کرن (مسکراتے ہوئے):

"محبت اگر دو دلوں کے بیچ پل ہو... تو تیسرا خود ہی کنارا کر لیتا ہے۔"

---

(4) قسط کا اختتام... دل کی عدالت

تینوں شخصیات عدالت کے احاطے میں داخل ہوئیں۔
ایک طرف وقت کے زخم،
دوسری طرف دل کی نرم دھڑکنیں،
اور بیچ میں قانون کا سناٹا۔

لوک عدالت کے درمیانی میز پر تین چائے کے کپ رکھے گئے،
لیکن فیصلہ ابھی کسی نے پیا نہ تھا۔

کیا محبت جیتے گی؟
یا سچ، وقت اور اختیار کے ہاتھوں ٹوٹ جائے گی؟

قسط نمبر:102

عنوان: عدالت کے کمرے میں محبت کی گونج

عدالتِ عالیہ کے مختص کمرے میں ہلکی خامشی تھی۔ باہر بارش کی بوندیں کھڑکی کے شیشوں پر تھپتھپا رہی تھیں، جیسے اندر کے فیصلے کی بےچینی میں وہ بھی شامل ہوں۔

شہزاد، پروین اور کرن تینوں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے تھے۔ جج صاحبہ، جن کے چہرے پر غیر جانبداری کا نکھار تھا، لوک عدالت کی پیش رفت اور میڈییٹر کی خفیہ رپورٹ کا بغور مطالعہ کر رہی تھیں۔

جج صاحبہ نے فائل بند کی اور بولیں:

"عدالت نے اس کیس کی تمام رپورٹیں، گواہی، میڈییٹر کی مشاہداتی تحریریں، اور دونوں فریقین کے بیچ گزشتہ ملاقاتوں کو بغور جانچنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ"...

سب کی سانسیں جیسے رک سی گئیں۔

"۔۔۔کہ پروین اور شہزاد کے درمیان محبت کی ڈور اب بھی سلامت ہے، صرف غلط فہمیوں نے اسے دُھندلا دیا تھا۔ عدالت سمجھتی ہے کہ اگر دو بالغ افراد رضامند ہوں، تو بچوں کی بہتر پرورش کے لیے دوبارہ ایک ساتھ آنا نہ صرف قانونی طور پر درست ہے، بلکہ اخلاقی طور پر بھی موزوں ہے۔"

(ایک لمحے کی خامشی...)

"لہٰذا، عدالت شہزاد اور پروین کو ایک آخری موقع دیتے ہوئے، مشترکہ طور پر بچوں کی تحویل، اور ازدواجی رشتے کی بحالی کی تجویز دیتی ہے۔ اگلے چھ مہینے تک ان کی زندگی کا جائزہ ایک عدالت مقررہ مشاہدہ کار کے تحت لیا جائے گا۔"

(پھر جج صاحبہ نے دونوں کی طرف دیکھ کر نرمی سے کہا):
"زندگی میں ایک بار دھڑکنے والے دل اگر دوبارہ دھڑکنے لگیں... تو سزا نہیں، مہلت دی جاتی ہے۔"

(کمرہ عدالت کے باہر...)

بارش رُک چکی تھی، لیکن شہزاد کی آنکھوں میں پروین کے لیے اک نمی سی تھی، اور کرن کی آنکھوں میں ایک سکون۔

پروین (ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ):
"کیا ہم واقعی دوبارہ...؟"

شہزاد (آہستگی سے):
"ہاں، اگر تم دل سے چاہو... تو ہم کل کو ماضی کی غلطیوں سے بہتر بنا سکتے ہیں۔"

کرن (آگے بڑھ کر):
"میں تم دونوں کو ایک نیا آغاز دے رہی ہوں... کیونکہ محبت جیتنے میں ہے، ہارنے میں نہیں۔"

قسط کے اختتام پر...

عدالت سے باہر نکلا ہوا ہر شخص شاید بس ایک عام مقدمہ ختم ہونے کی خبر لیے جا رہا تھا،
مگر تین دل—
محبت، توازن اور قربانی کے نئے باب میں داخل ہو رہے تھے۔

قسط نمبر:103

عنوان: ''دل کی عدالت میں کیا فیصلہ ہوگا؟''

عدالتی فیصلے کے بعد زندگی جیسے کسی نئی راہ پر چل نکلی تھی، لیکن دل کے اندر ایک کمرہ ایسا بھی ہوتا ہے جہاں فیصلے قانون کے نہیں، جذبات کے ہوتے ہیں۔شہزاد، پروین، اور کرن ... تینوں اپنی اپنی کیفیت میں الجھے ہوئے تھے۔ بظاہر سب کچھ سلجھتا دکھائی دیتا تھا، لیکن دل کے اندر کچھ گرہیں باقی تھیں۔

شہزاد کی فلیٹ کی بالکونی—شام کا جھلملاتا منظر

ہلکی سی بوندا باندی پھر سے شروع ہو چکی تھی۔شہزاد چائے کا کپ لیے کرسی پر بیٹھا تھا، اور بالکونی کی ریلنگ پر نظریں جمائے سوچوں میں گم تھا۔

کرن، ایک سفید شال اوڑھے، اس کے قریب آ کر رک گئی۔

کرن (مدھم آواز میں):
"تم بہت بدل گئے ہو شہزاد... اور شاید میں بھی۔"

شہزاد (نرمی سے):
"تم نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا، کرن... مگر شاید قسمت نے ہم دونوں کو وہ موڑ دے دیا ہے جہاں واپسی کی کوئی پگڈنڈی نہیں بچی۔"

کرن کچھ لمحے خاموش رہی، پھر اس کی نظریں دور خلا میں گم ہو گئیں۔

کرن:
"محبت اگر خلوص سے ہو، تو واپسی نہیں مانگتی... صرف تمہاری خوشی دیکھتی ہے۔"

شہزاد نے اُس کی آنکھوں میں جھانکا،
وہ آنکھیں جیسے خود سچ بول رہی تھیں — تکلیف کے ساتھ، مگر بغیر کسی شکایت کے۔

دوسری طرف ـــ پروین کا کمرہ

پروین نے شہزاد کی دی ہوئی وہ نیلی شال نکالی جس پر ہلکے ہلکے سچے موتی جڑے تھے۔
وہ آج تک سنبھال کر رکھی تھی۔
وہ شال آج پروین کے کندھوں پر تھی، اور آنکھوں میں وہی دھند... جو کبھی محبت میں ہوتی ہے، کبھی گناہ کے احساس میں۔

پروین (آئینے میں دیکھتے ہوئے):
" کیا میں پھر وہ عورت بن سکتی ہوں جس سے شہزاد نے کبھی محبت کی تھی؟
یا میں صرف بچوں کی ماں ہوں اب...؟"

عین اُسی لمحے موبائل پر ایک کال آئی — نام تھا: نامعلوم

اسکرین پر نمبر دیکھ کر پروین کی آنکھوں میں ہلچل مچ گئی۔
وہی پراسرار نمبر... جو پچھلے مہینے سے وقفے وقفے سے اسے کال کر رہا تھا۔

پروین (دھڑکتے دل کے ساتھ فون کان سے لگا کر):
"ہیلو...؟"

آواز آئی:
"تم دوبارہ شہزاد کے قریب مت جانا، ورنہ انجام برا ہوگا۔"

پروین کے ہاتھ سے فون گر گیا۔

اسی وقت، کرن کو ایک پرانا لفافہ ملا
اپنے آفیس کی فائلز کے بیچ۔
خط کسی زمانے میں پروین نے لکھا تھا... اور شاید بھیج نہیں پائی تھی۔

خط میں لکھا تھا:

" کرن، اگر تم کبھی شہزاد کے قریب آ ؤ، تو سوچ لینا کہ میں صرف ماں نہیں ہوں... ایک عورت بھی ہوں جس کے دل میں اب بھی شوہر کے لیے چنگاری سلگتی ہے۔"

کرن کی آنکھوں میں ایک کرب ابھرا۔
محبت قربانی مانگتی ہے، لیکن کیا اس کا دائرہ کبھی مکمل ہوتا ہے؟

قسط کے اختتام پر...

رومانی جذبے، قربانی کی کشمکش، اور اچانک جنم لیتا سسپنس...
محبت کی اس عدالت میں اب اگلا فیصلہ کس کا ہوگا؟
کیا پرانے راز، نئے رشتوں کو برباد کر دیں گے؟
یا محبت پھر سے ایک انقلاب بنے گی؟

قسط نمبر: 104

عنوان: ''راز جو سینے میں دفن نہ رہ سکا''

دبئی کی روشن سڑکیں، برج خلیفہ کی بلندیاں اور سمندر کے کنارے ہوا کی سرسراہٹ۔۔۔شہزاد کی زندگی کی رفتار بھی اب بدلنے لگی تھی۔مگر ایک دل تھا جو ابھی تک فیصلے کی سرحد پر کھڑا تھا، نہ پیچھے پلٹتا، نہ آگے بڑھتا۔

پروین کا منظر

رات کا پچھلا پہر... پروین اکیلی بیٹھی تھی۔

بچوں کے سونے کے بعد وہ اپنے کمرے میں دبک کر بیٹھی تھی۔

دھمکی آمیز کال کے بعد نیند آنکھوں سے روٹھ گئی تھی۔

اُسے پہلی بار شدت سے احساس ہوا کہ اُس کی زندگی میں اب خوف بھی شامل ہو چکا ہے۔

اور یہ خوف... صرف شہزاد کو کھونے کا نہیں، بلکہ ایک انجانے انجام کا تھا۔

اچانک اُس کا موبائل دوبارہ بجا—

پھر وہی "نامعلوم نمبر..."

دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔

پروین (کانپتی آواز میں):
"کون ہوتم؟ کیا چاہتے ہو؟"

آواز (اب کی بار دھیمی اور سنجیدہ):
"بس اتنا یاد رکھو، تمہاری زندگی میں جو بھی نیا رشتہ آتا ہے، ہم اُسے توڑنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ تم نے جو کیا، وہ سزا کا حقدار ہے۔"

کال کٹ گئی۔

پروین نے ایک جھرجھری لی۔
یہ کوئی پرانا دشمن تھا... یا پھر ماضی کا کوئی ادھورا باب؟

ادھر دبئی میں شہزاد، ایک کانفرنس کے بعد کرن کے ساتھ سی ویو واک پر نکلا تھا۔

ہوا میں خنکی تھی، آسمان صاف، اور سمندر کنارے چمکتی روشنیاں خوابوں جیسی لگ رہی تھیں۔

کرن (شال سنبھالتے ہوئے):
"کاش زندگی بھی ایسی ہی سیدھی ہوتی، جیسے سمندر کی ایک لہروں میں ایک ترتیب ہوتی ہے۔"

شہزاد (مسکرا کر):

"سمندر کے نیچے طوفان بھی ہوتے ہیں، کرن۔ ہم بس سطح دیکھ کر خوش ہو لیتے ہیں۔"

کرن:

"پھر ہم بھی ایسا ہی کریں نا... سطحی خوشیاں جمع کریں، گہرائی میں اُترنے کی شرط نہ رکھیں۔"

شہزاد نے ایک لمحے کو اس کی طرف دیکھا، پھر نرم لہجے میں کہا:
"کاش سب کچھ بھولا جا سکتا، کرن... مگر جب دل میں کوئی ایک رشتہ آدھا رہ جائے، تو باقی سب رشتے مکمل نہیں لگتے۔"

کرن خاموش ہو گئی۔
وہ جانتی تھی، شہزاد کا دل ابھی بھی پروین کی کسی دیوار سے لگا ہوا ہے۔
لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ محبت، صبر کا دوسرا نام ہے۔

اسی رات، عدالت کی مہر بند رپورٹ شہزاد کے ہاتھ میں آئی۔

"میڈی ایشن رپورٹ: دونوں فریقین میں باہمی محبت کے شواہد ملے۔ شہزاد نے بغیر عدالتی دباؤ کے پروین کو مالی معاونت دی، اور پروین نے اعتراف کیا کہ شہزاد اب بھی ایک ذمہ دار اور حساس باپ ہے۔"

شہزاد نے رپورٹ بند کی، اور آسمان کی طرف دیکھا۔
ایک ٹھنڈی ہوا اس کے چہرے سے گزری، جیسے کسی دعا کی قبولیت کا لمس۔

قسط کا اختتام ایک سوال پر:

کیا پروین کے ماضی کا راز اب سامنے آئے گا؟

دھمکیاں دینے والا کون ہے؟

اور کرن... وہ کب تک ایک طرفہ محبت کا بوجھ اٹھاتی رہے گی؟

قسط نمبر 105

نیا عنوان: "سناٹے کی صدا"

رات کی خاموشی، شہر کا شور اور دل کا سناٹا...
زندگی کا یہ وہ لمحہ تھا جب ہر چہرہ مسکرا رہا تھا، لیکن اندر کہیں ایک سناٹا صدا بن کر گونج رہا تھا۔

پروین — شک اور خوف کے بیچ

گھر کی روشنیاں مدھم تھیں۔ پروین نے دروازہ بند کیا، بچوں کو چپکے سے سلا دیا، اور خود ایک خالی دیوار کو تکتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئی۔
کالز کا سلسلہ رُکا نہیں تھا۔ اب کی بار، ایک لفافہ پوسٹ کے ذریعے آیا تھا۔

لفافے کے اندر ایک پرانا فوٹو...
پروین اور نظام جمعدار... کسی تقریب میں ایک ساتھ!
پچھلے صفحے پر بس ایک جملہ درج تھا:

"ہم جانتے ہیں، تم نے کیا چھپایا ہے۔"

پروین کی انگلیاں لرزنے لگیں۔

"یہ کیا ہے؟ یہ کون کر رہا ہے؟ شہزاد تک کیوں نہیں پہنچا؟"

وہ بڑبڑائی... آنکھوں سے آنسو نہ ٹپکے، مگر اندر کی دیواریں بھیگ گئیں۔

دوسری جانب... شہزاد — بے چین و پراعتماد

شہزاد دبئی سے واپس آ چکا تھا۔

عدالت نے اب فیصلہ محفوظ کر لیا تھا۔ اور سماعت کی تاریخ تین دن بعد تھی۔

لیکن شہزاد کے دل میں کسی فیصلے کی تشنگی نہیں تھی، بلکہ کسی چہرے کی یادیں تھیں۔

اس رات، کرن کا ایک میسیج آیا:

"آپ کو دیکھ کر دل مطمئن ہو جاتا ہے... مگر آپ کے دل کو شاید اب بھی کسی اور کا انتظار ہے۔"

شہزاد نے کوئی جواب نہ دیا، مگر اس نے وہ پیغام تین بار پڑھا۔

اگلے دن، کرن آفس آئی، ہلکے نیلے لباس میں، چہرے پر ایک سنجیدہ سی چمک۔

وہ سامنے آئی، اور کہا:

کرن:

"شہزاد، کیا مجھے اب بھی حق نہیں کہ میں آپ کا درد بانٹ سکوں؟"

شہزاد (خاموشی سے):
"بانٹنے کے لیے پہلے درد کو تسلیم کرنا پڑتا ہے... اور میں نے اب تک خود سے بھی اعتراف نہیں کیا۔"

ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔
پھر کرن نے آہستہ سے کہا:

"پھر میری دعا ہے کہ جب کبھی آپ اعتراف کریں، تو وہ لمحہ میری موجودگی میں ہو"...

عدالت — تین دن بعد
فیصلے کے دن شہزاد، وکیل، میڈیا، اور پروین سب موجود تھے۔
جج صاحبہ کی آواز بلند ہوئی:

"عدالت نے فریقین کی گواہی، میڈیایٹر کی رپورٹ اور دونوں کی باہمی رضامندی کے پیشِ نظر ... بچوں کی کفالت مشترکہ طور پر رکھنے کا فیصلہ دیا ہے۔"

پورا کمرہ ہلچل میں آ گیا۔

شہزاد کے چہرے پر سکون تھا۔
پروین کی آنکھوں میں نمی تھی۔

باہر آ کر پروین نے پہلی بار شہزاد کی طرف دیکھ کر نرم لہجے میں کہا:

پروین:
"تم نے سب کچھ پایا شہزاد... مگر میرا اعتبار کھو دیا۔"

شہزاد (سراپا سکوت):
"تم نے کبھی اعتبار کیا ہوتا... تو یہ دن نہ آتا۔"

قسط کا اختتام:
اب سب کچھ بدل چکا ہے۔
شہزاد آزاد ہے... مگر تنہا۔
کرن منتظر ہے... مگر خاموش۔
پروین ہار کر بھی جیت گئی... یا شاید... جیت کر بھی کچھ کھو بیٹھی۔

قسط نمبر 106

عنوان: "خاموش جذبوں کی پکار"

عدالتی فیصلے کو تین دن گزر چکے تھے۔
شہر کی گہما گہمی میں شہزاد خاموشی کا پیکر بن چکا تھا۔
اسے کوئی عدالت، کوئی تحریری فیصلہ اب معنی نہیں دیتا تھا۔
وہ چاہتا تھا صرف ایک سچ... اور وہ سچ کرن کی آنکھوں میں چھپا تھا۔

کرن کے کمرے کی کھڑکی سے شام کے آخری سائے اتر رہے تھے۔
دروازے پر دستک ہوئی۔
کرن چونکی، دروازہ کھولا — سامنے شہزاد تھا۔

شہزاد (دھیرے لہجے میں):
"کیا مجھے دو منٹ مل سکتے ہیں... خود سے بھی اور تم سے بھی؟"

کرن (سانس روکے):
"تمہارے ہر لمحے کی قیمت میں نے اپنی خاموشی سے چکائی ہے... آؤ، بیٹھو۔"

شہزاد اندر آیا۔ کمرے میں بس ایک ہلکی سی روشنی جل رہی تھی۔
کرن کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھما تھا، لیکن اب وہ لرزنے لگا۔

شہزاد:
"عدالت نے فیصلہ سنا دیا... بچوں کو لے جاؤں، مگر دل کہاں رکھوں کرن؟"

کرن (نظریں جھکائے):
"دل تو وہ ہوتا ہے جس میں کسی کی جگہ ہو... تم نے تو ہمیشہ کسی اور کی چاہت میں مجھے دیکھا... پھر اب یہ سوال کیوں؟"

شہزاد (گہری سانس لے کر):
"شاید اس لیے کہ تمہاری خاموشی نے مجھے وہ جواب دیا جو چیخ کر بھی پروین نہ دے سکی... تمہارا ساتھ میری چاہت نہیں... میری ضرورت بن گیا ہے کرن۔"

کرن کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔
اس نے پہلی بار شہزاد کی طرف سیدھا دیکھا، اور کہا:

"میں نے تمہیں کبھی پانے کی ضد نہیں کی، شہزاد... میں تو بس تمہارے درد میں اپنا عکس دیکھتی رہی۔"

شہزاد نے آگے بڑھ کر اُس کے ہاتھ تھام لیے۔

شہزاد:
"پھر آج مجھے اجازت دو، کہ میں تمہارے لمس سے سچ بول سکوں...
کہ تم ہی ہو، جس نے مجھے مکمل کیا... جس نے خامشیوں میں محبت لکھ دی"...

کرن (کانپتی آواز میں):

"یہ لمحہ سچ ہے... یا پھر ایک اور فسانہ؟"

شہزاد:

"یہ وہ فسانہ ہے، جو ہم دونوں نے تنہائیوں میں لکھا ہے۔
اب چاہتا ہوں، اس کہانی کا انجام تیرے لبوں سے ہو۔"

کرن نے دھیرے سے سر جھکا لیا۔
پھر شہزاد کی طرف دیکھا، اور دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"تو پھر لکھو، شہزاد... مگر اس بار، آغاز میرے نام سے ہو۔"

شہزاد کی آنکھوں سے ایک بے آواز خوشی چھلک پڑی۔
باہر بارش کی پہلی بوندیں گرنے لگیں...
اور کمرے میں خاموش جذبے ایک نیا عنوان بن کر پھیل گئے۔

قسط نمبر 107

عنوان: "وہ ملاقات جس کا انتظار تھا"

شہزاد اور کرن کے بیچ خاموش وعدوں کی مہک ابھی بھی فضا میں رچی ہوئی تھی۔
مگر دل کے کسی گوشے میں ایک اور چہرہ تھا... ایک اور کہانی...
پروین۔

عدالت کی جانب سے فیصلہ واضح تھا — بچے شہزاد کے پاس رہیں گے، مگر ماں سے ملاقات کی مکمل آزادی ہوگی۔
آج وہ پہلی ملاقات تھی... ایک ماں اور بچوں کے بیچ... اور شاید دو پرانے ساتھیوں کے بیچ بھی۔

بچوں کو لے کر شہزاد ایک مخصوص مقام پر پہنچا — ایک چھوٹا سا پارک، جہاں سرخ پھول کھلے تھے اور ہواؤں میں نرم سی نمی تھی۔
کرن نے بچوں کو پیار سے تیار کیا تھا، اور کہا تھا:

"یہ ملاقات تمہیں صرف ماں سے نہیں، اپنے ماضی سے بھی کرائے گی... سچائی سے نظریں نہ چراؤ، شہزاد۔"

شہزاد خاموش رہا، مگر آنکھوں میں جھلکتی امید اور فکر نے بہت کچھ کہہ دیا۔

پارک کے بنچ پر پروین پہلے سے موجود تھی۔
وہ آج سادہ کپڑوں میں تھی، مگر اس کی آنکھیں بھرپور انتظار کی آئینہ دار تھیں۔

جیسے ہی بچے دوڑے اور "امی" پکارا، پروین کے لبوں پر ایک بیاختیار مسکراہٹ پھیل گئی، اور آنکھوں سے اشکوں کی بارش ٹوٹ پڑی۔

پروین (بچوں کو گلے لگاتے ہوئے):
"میرے بچوں... تم سب کتنے بڑے ہو گئے ہو... ماں کو بھول تو نہیں گئے؟"

بچوں نے باری باری اُس کے گلے میں باہیں ڈالیں اور اپنی ننھی باتیں سنانے لگے۔

شہزاد تھوڑا دور کھڑا، یہ منظر خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔
پروین کی نظریں اس سے ٹکرائیں... چند لمحے خامشی کی دیوار کے پار دونوں کی آنکھیں ایک دوسرے کو ٹٹولتی رہیں۔

پروین (دھیرے سے):
"شہزاد... شکریہ، بچوں کو وقت پر لانے کے لیے۔"

شہزاد (مدھم لہجے میں):
"یہ تمہارا حق ہے پروین... اور شاید میری طرف سے دیر سے ادا کیا گیا قرض"...

پروین نے ایک لمحے کو آسمان کی طرف دیکھا، جیسے وہاں کوئی جواب چھپا ہو۔ پھر کہا:

"ہم دونوں شاید کہانی کے آخر تک آ گئے ہیں... مگر بچوں کی کہانی ابھی شروع ہوئی ہے۔"

شہزاد:
"اور اس کہانی میں تمہارا ہونا... ضروری ہے۔"

پروین چونکی۔

پھر اس کے لبوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ابھری — غم، شکریے، اور ایک دھیمی نرمی سے لبریز۔

پروین:

" کاش، ہم نے ایک دوسرے کو سننے کا ہنر پہلے سیکھا ہوتا"...

شہزاد:

"شاید تب ہم خود کو کھو دیتے، اور بچے بھی۔ اب جو سیکھا ہے، اسی سے ان کا مستقبل بنائیں گے۔"

بچوں کے درمیان وہ لمحہ ایک عکس بن گیا — ایک نئی شروعات، ایک خاموش معافی، ایک گہری ملاقات۔

پارک کی فضا میں ہلکی سی ہوائیں چلیں...

پتوں نے سرسراہٹ میں کہا —

" کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی"...

قسط نمبر 108

عنوان: "دل کی دہلیز پر دو دعوے"

پارک میں وہ شام اپنی پوری شدت سے بیت چکی تھی، مگر اس کے اثرات ابھی شہزاد کے اندر گونج رہے تھے۔

واپسی کی راہ پر جب شہزاد گاڑی میں بچوں کو ساتھ لیے گھر پہنچا، کرن خاموشی سے دروازے پر کھڑی تھی۔ چہرے پر ایک مدھم مسکراہٹ، لیکن آنکھوں میں کئی سوال...

بچوں کو اندر بھیج کر شہزاد نے کرن کی طرف دیکھا۔
کرن کچھ دیر یونہی خاموش رہی، پھر آہستہ سے بولی:

کرن:
" کیسی رہی ملاقات...؟"

شہزاد (گہری سانس لیتے ہوئے):
"بچوں کے لیے خوبصورت... پروین کے لیے ضروری... اور میرے لیے—پیچیدہ۔"

کرن کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی، مگر آنکھیں اب بھی سنجیدہ تھیں۔

کرن:

"اور میرے لیے؟"

شہزاد چونکا۔
یہ سوال جیسے یکا یک اس کے وجود میں در آیا ہو۔

شہزاد:
" کرن، تم... تم تو روشنی ہو۔ تم نے میرے اندھیرے کم کیے ہیں۔ تم نے بچوں کو ماں جیسا پیار دیا ہے، ایک دوست کا ساتھ بھی۔"

کرن (نرمی سے):
"میں نے تو بس انتظار کیا ہے... تمہارے فیصلہ کرنے کا۔"

ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ پھر کرن آہستہ آہستہ سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگی۔
شہزاد نے پکارا:

شہزاد:
" کرن... اگر میں کہوں کہ میری زندگی اب تمہاری عادت بن چکی ہے... تو؟"

کرن پلٹی، اُس کی آنکھوں میں ہلکی نمی اور لبوں پر روشنی تھی۔

کرن:
"تو میں صرف اتنا کہوں گی... کہ میں دعوے کی نہیں، دعا کی محبت ہوں... اور دعائیں وقت مانگتی ہیں۔"

اُدھر پروین، بچوں سے ملنے کے بعد ایک خاموش بوجھ کے ساتھ واپس لوٹی۔ نظام جمعدار اُس سے سوالات کرتا رہا، مگر پروین کی نظروں میں صرف بچے تھے... شہزاد نہیں۔

پروین (آئینے میں خود سے):
"محبت کبھی مکمل نہیں ہوتی... لیکن اگر سچائی ہو، تو سکون دے جاتی ہے۔"

اگلی صبح:

شہزاد، بچوں اور کرن کے ساتھ ناشتہ کر رہا تھا، جب ایک پیغام آیا:

>"عدالت نے ملاقاتوں کے ضابطوں میں تبدیلی کی منظوری دے دی ہے۔ پروین کو ہر پندرہ دن میں دو ملاقاتوں کی اجازت ہوگی، بشرطیکہ بچوں کی مرضی ہو۔"

کرن نے موبائل پڑھ لیا۔ شہزاد کی طرف دیکھا۔

کرن:
"یہ فیصلہ نہیں... آزمائش ہے۔"

شہزاد (مسکراتے ہوئے):
"اور تم... میرا سکون ہو۔"

کرن کے گال سرخ ہو گئے۔ موسم میں ایک عجیب سی رومانی خوشبو گہرائی سے پھیل گئی۔

قسط نمبر 109

عنوان: "دو عورتیں، ایک مقدر"

عدالت کے حکم کے مطابق ایک ''ماہرانہ مشاہدہ'' کے تحت پروین اور کرن کی پہلی بالمشافہ ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ جگہ تھی ''فیملی کونسلنگ روم''، جہاں گواہی سے زیادہ ''احساسات کی سچائی'' تولی جاتی ہے۔

شہزاد باہر ہی رُک گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دونوں خواتین اُس کے ہونے یا نہ ہونے کے تاثر سے متاثر ہوں۔

اندر کمرے کی فضا پُرسکون تھی۔ ہلکی نیلی روشنی، دیوار پر بچوں کی مسکراہٹوں کی تصویریں، اور درمیان میں ایک گول میز۔ دو کرسیاں آمنے سامنے رکھی گئیں۔

پہلے داخل ہوئی پروین۔ سلیقے سے دوپٹہ سنوارے، آنکھوں میں کئی شب و روز کی اداسی لیے۔
چند لمحوں بعد دروازہ کھلا، کرن اندر داخل ہوئی... وقار سے، تھوڑے سے اعتماد کے ساتھ، لیکن دل میں کچھ لرزتا ہوا۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

پروین (آہستگی سے):
"بیٹھیں... آپ کرن ہیں؟"

کرن (ہلکا سا مسکراتے ہوئے):

"جی... اور آپ... پروین؟"

پروین نے اثبات میں سر ہلایا۔ نگاہیں کچھ دیر تک میز پر رکھے گلدستے پر مرکوز رہیں، پھر بولی:

پروین:
"میں نے آپ کے بارے میں صرف بچوں سے سنا... وہ آپ کو بہت پسند کرتے ہیں۔"

کرن:
"وہ آپ کو بہت یاد کرتے ہیں... ماں سے زیادہ کوئی نہیں چاہ سکتا۔"

پروین کی پلکیں بھیگ گئیں۔ اُس نے رومال نکال کر آنکھیں صاف کیں۔ کرن کے لہجے میں احترام کی گہرائی تھی، جس نے پروین کے دل کو چھولیا۔

پروین (بیساختہ):
"آپ کبھی میری دشمن نہیں تھیں، ہیں بھی نہیں۔ میں بس... وقت سے ہار گئی تھی۔"

کرن (نرمی سے):
"اور میں بس... ایک خالی پن کو بھرنے کی کوشش کر رہی تھی۔"

پروین کی آنکھوں میں ایک سوال ابھرا:

پروین:
"شہزاد... خوش ہے؟"

کرن (خاموشی کے لمحے کے بعد):

"وہ بچوں میں خوش ہے... اور شاید خود سے بھی صلح کرنے لگا ہے۔"

پروین:

"اور آپ؟"

کرن (ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ):

"میں محبت کے محتاج فیصلے نہیں کرتی... بس دعائیں کرتی ہوں۔"

پروین نے تھوڑا سا جھک کر ہاتھ بڑھایا، کرن نے تھام لیا۔ دونوں کی آنکھوں میں نمی، لیکن دل میں کوئی کینہ نہیں تھا۔

دروازے کے باہر کھڑے شہزاد نے اندر کی روشنی کو چھن چھن کر آتے دیکھا... شاید دل کے موسم میں بہار آنے لگی تھی۔

قسط نمبر 110

عنوان:" خود کلامی... دل کا عدالت نامہ "

رات کے سناٹے میں دبئ کی بلند عمارت کی بالکونی سے نیچے روشنیوں کی چمک شہزاد کی آنکھوں میں سمائی ہوئی تھی۔ سمندر کی نم ہوا اُس کے چہرے کو چھُو رہی تھی، اور اندر کہیں کوئی شور خاموشی کی شکل میں جاگ رہا تھا۔

ایک کرسی پر بیٹھا، کافی کا کپ ہاتھ میں لیے، وہ آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر گویا خود سے بات کرنے لگا...

شہزاد (نرمی سے):
" کبھی سوچا نہ تھا... محبت دو رخ رکھتی ہے۔ ایک چہرہ مسکراتا ہے، دوسرا آنکھیں نم کر دیتا ہے۔"

"پروین... تُو میری زندگی کی وہ بارش تھی، جو وقت پر نہ برسی... اور جب برسی، تو ساری زمین کیچڑ ہوگئی۔ لیکن میں تجھ سے نفرت بھی نہ کر سکا۔"

"اور کرن... تُو خزاں میں اگنے والا وہ گلاب ہے، جسے میں نے چھوا بھی، اور ڈر بھی گیا کہ کہیں مرجھا نہ جائے"...

"دونوں عورتیں... دونوں سچ... دونوں بیقرار... اور میں؟ میں صرف ایک آدمی... جو شاید خود سے بھی جھوٹ بولنے لگا ہوں۔"

وہ کچھ لمحے رُک کر خاموش ہوا، جیسے اندر کا شور سن رہا ہو۔

شہزاد (آہستگی سے):

"عدالت فیصلہ سنائے گی... لیکن دل؟ وہ کسے حق دے؟

پروین ماں ہے... اُس کی آغوش میں بچے سوتے تھے...

کرن دوست ہے... اُس کی باتوں میں سکون ملتا ہے"...

" کیا انصاف صرف کاغذ پر ہوتا ہے؟ یا دلوں کی دھڑکن بھی گواہ بنتی ہے؟"

اس کی آنکھوں میں ہلکی نمی اُتری۔ وہ کافی کا آخری گھونٹ لے کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا:

شہزاد (مدھم لہجے میں):

"اے پروردگار... یہ دو راستے جو تُو نے میرے دل میں ڈالے ہیں، ان میں کوئی ایک راہ دکھا دے... یا مجھے وہ ہمت دے کہ دونوں کا دل نہ ٹوٹے۔"

دور مسجد سے اذان کی آواز آئی، جیسے کائنات نے اس کی خود کلامی سن لی ہو... اور اب جواب دینے کو تیار ہو۔

قسط نمبر: 111

عنوان: "سچ کا سامنا"

صبح کی پہلی روشنی جب دبئی کے نیلے آسمان پر پھیلی، تو شہزاد کی آنکھوں میں ایک نیا عزم جاگا۔ وہ آج خاموش نہ رہنے والا تھا۔ آج وہ عدالت میں آخری بار پیش ہونے جا رہا تھا، دل کے سارے پردے ہٹا کر۔

کمرہ عدالت میں ماحول پُرسکون تھا، لیکن کچھ نگاہیں سوالوں سے بوجھل، اور کچھ نگاہیں منتظر تھیں۔ جج صاحبہ کمرہ عدالت میں داخل ہوئیں۔ کرسی پر بیٹھتے ہی انہوں نے مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو حاضر دیکھا۔

جج صاحبہ:
"عدالت میں آج حتمی دلائل اور موقفات لیے گئے ہیں۔ اگر فریقین کچھ کہنا چاہتے ہوں تو اجازت ہے۔"

پہلے پروین کھڑی ہوئی۔ اُس کا چہرہ صاف تھا، پر نگاہوں میں شکست کی پرچھائیاں تھیں۔

پروین (نرمی سے):
"محترمہ جج صاحبہ، میں صرف ماں ہوں۔ ایک عورت ہوں... جسے غلط فہمیوں نے برباد کیا۔ میں نے شہزاد سے بغاوت نہیں کی، صرف اس کے سچ کو سننے سے انکار کیا۔ اور اب... اب وقت گزر چکا ہے۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ بچوں کا مستقبل محفوظ رہے۔ اور اگر وہ شہزاد کے ساتھ بہتر ہے... تو میں پیچھے ہٹنے کو تیار ہوں۔"

عدالت میں ایک لمحے کو سناٹا چھا گیا۔ شہزاد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ اُٹھا اور تھوڑا جھک کر بولنے لگا۔

شہزاد (پُر جوش لہجے میں):
"میں گواہ ہوں اس عورت کی ممتا کا... میں نے چاہا کہ اسے سمجھاؤں، پر وہ حالات سے الجھتی گئی۔ لیکن میں آج بھی یہی چاہتا ہوں کہ بچوں کو ماں کا سایہ ملے، اور باپ کا ہاتھ بھی۔ پروین، اگر تو آج بھی تیار ہو، تو ہم ساتھ بیٹھ کر ان کے لیے بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

جج صاحبہ نے چشمہ اُتارا، دونوں کے بیانات نوٹ کیے، پھر گہری نگاہ سے شہزاد کی طرف دیکھا۔

جج صاحبہ:
"عدالت سمجھتی ہے کہ دونوں فریق اب بھی ایک مشترکہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ عدالت اپنا فیصلہ محفوظ رکھتی ہے، لیکن فریقین کو آخری موقع دیتی ہے کہ باہمی رضامندی سے تحریری مفاہمت پیش کریں۔ سات دن کا وقت دیا جاتا ہے۔"

کمرہ عدالت سے نکل کر شہزاد اور پروین آمنے سامنے آئے۔ ایک لمحے کے لیے خاموشی رہی، پھر پروین نے نظریں جھکائیں۔

پروین (مدھم آواز میں):
"کیا ہم واقعی نئے سرے سے کچھ شروع کر سکتے ہیں...؟"

شہزاد (نرمی سے):
"اگر دل سچا ہو، تو پرانی کتاب میں بھی نیا باب لکھا جا سکتا ہے۔"

اور دور... کمرہ عدالت کے دروازے پر کھڑی کرن، یہ مکالمہ سُن رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر مسکراہٹ بھی تھی... اور آنکھوں میں نمی بھی۔

قسط نمبر:112

عنوان:" کرن کا کرب"

عدالت کے صحن میں وقت جیسے تھم گیا ہو۔ پروین اور شہزاد کے درمیان ہونے والا مکالمہ کرن کے وجود میں ایک زلزلہ لے آیا تھا۔ اُس نے کبھی سوچا نہ تھا کہ جس محبت کو اُس نے سچ سمجھا، وہ اس قدر بے آواز ہو کر اُس کے ہاتھوں سے پھسل جائے گا۔

وہ دیوار سے ٹیک لگائے، خاموش کھڑی تھی۔ شہزاد نے اچانک نگاہ اُٹھائی، اور اُسے دیکھا... وہی کرن... جو اس کی ہر بات پر مسکرا دیتی تھی، جو اس کے لیکچرز کے بعد خاموشی سے تالیاں بجاتی تھی... اور جو کبھی کھل کر اظہار نہ کر سکی تھی، مگر ہر جذبہ چپ چاپ اس کی آنکھوں سے جھلکتا تھا۔

شہزاد اُس کے قریب آیا، لیکن اُس کی آنکھوں میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔

شہزاد (آہستہ):
" کرن... تم یہاں؟"

کرن (مدھم مسکراہٹ کے ساتھ):
"ہاں، میں ہمیشہ یہیں رہی... تمہارے قریب... تمہارے خیال میں... تمہاری خاموشی میں"...

شہزاد (گھبرا کر):

"تم ناراض ہو؟"

کرن (اپنی آنکھیں پونچھتے ہوئے):
"ناراض؟ نہیں شہزاد... میں تو بس تمہاری سچائی سے دِل ہار بیٹھی تھی۔ اور اب... اُسی سچائی نے مجھے خاموش کر دیا ہے۔"

فضا میں یکا یک سرد ہوا چلنے لگی، جیسے جذبات کے شور میں قدرت بھی خاموش ہو گئی ہو۔

شہزاد (چپ چاپ):
"میں کسی کو دکھ دینا نہیں چاہتا تھا کرن... میں نے کبھی تم سے کوئی وعدہ نہیں کیا، پر شاید دل کے رشتے وعدوں کے محتاج نہیں ہوتے"...

کرن:
"شہزاد، وعدے نہ سہی، پر امیدیں... وہ تو جڑ جاتی ہیں۔ میں نے تمہیں کسی سے چھینا نہیں، بس تمہارے لفظوں میں خود کو تلاش کرتی رہی۔"

شہزاد (نرمی سے):
"اگر میں کبھی خالی ہوا، تو تم سے لوٹوں گا کرن... تمہیں اپنا بنانا میرے بس میں نہیں تھا، پر تمہیں کھونا بھی آسان نہیں ہوگا۔"

کرن خاموشی سے مسکرائی۔ اُس کی آنکھیں بھر آئی تھیں، مگر چہرے پر شفاف سکون تھا... جیسے وہ خود کو آزاد کر چکی ہو۔

کرن:
"بس اتنا یاد رکھنا شہزاد... کبھی موسموں کی شدت بڑھ جائے، تو میری دعاؤں کی چادر تمہیں ڈھانپ لیا کرے گی۔"

وہ پلٹی اور دھیرے دھیرے عدالت کے صحن سے نکل گئی... جیسے کوئی صبح کی شبنم، خاموشی سے مٹی میں جذب ہو جاتی ہے۔

قسط نمبر:113

عنوان: خود سے ملاقات

رات کے سائے دبئی کی روشنیوں میں گم ہو چکے تھے۔ شہزاد ہوٹل کے کمرے میں تنہا بیٹھا، بڑی کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا۔ برج خلیفہ کی بلندی جیسے اُسے چپ چاپ کچھ سنا رہی تھی۔ نیچے کاروں کی قطاریں، روشنیوں کا ہجوم، مگر شہزاد کے دل میں گہرا سناٹا۔

ٹیبل پر رکھی چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی، مگر اُس کی سوچیں ابھی بھی تپتی ہوئی راہوں میں بھٹک رہی تھیں۔ اُس نے آج پہلی بار خود کو پوری طرح آئینے میں دیکھا۔ سچ، جذبے، گزرے لمحے... اور ان گنت سوالات کی تہہ میں دبی ہوئی اُس کی اپنی ہی ذات۔

اس نے آہستگی سے خود کلامی شروع کی:

شہزاد (مدھم آواز میں):
" کیا میں واقعی سچا ہوں؟ یا بس وقت کا ایک تھکا ہوا مسافر؟ پروین کو کھونا نہیں چاہتا تھا، پر جیت بھی نہ سکا... کرن کے لمس کو چھوئے بغیر اُس کی محبت کو محسوس کیا، لیکن قبول نہ کر سکا... اور خود؟ خود سے کب ملا تھا میں؟"

وہ آہستہ سے کرسی سے اُٹھا، آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

شہزاد (آئینے سے):
"شہزاد! کیا تُو وہی ہے جو بچوں کے مستقبل کی باتیں کرتا ہے؟ جو لیکچر ہال میں روشنی بانٹتا ہے؟ جس پر پرنسپل فخر کرتے ہیں؟ اور جسے وہ معصوم لڑکی کرن آج بھی سچے دل سے چاہتی ہے؟"

ایک لمحہ کے لیے آنکھیں نم ہو گئیں۔

شہزاد (آنکھیں بند کر کے):
"مجھے خود سے ملنا ہے... خود کو معاف کرنا ہے... اور اُن سب چہروں کو شفاف نگاہوں سے دیکھنا ہے جنہیں میں نے کبھی کھو دیا، کبھی پایا، اور کبھی انجان رہا۔"

اچانک اُس کے فون پر ایک پیغام آیا۔ اسکرین پر نام تھا: "کرن"

پیغام مختصر تھا:
"تمہاری خاموشی نے مجھے آزاد کیا... اب جب کبھی تم تنہا ہو، تو خود سے ملاقات ضرور کرنا۔"

شہزاد کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ اُس نے باہر جھانکا — دبئی کا آسمان چمک رہا تھا، اور دل کے اندر ایک نیا سورج طلوع ہونے کو تھا۔

قسط نمبر: 114

عنوان: خاموش اقرار

دبئی کی وہ رات جو شہزاد کے لیے خود سے ملاقات کا لمحہ بن کر آئی تھی، اُس کی صبح ایک نئے احساس کے ساتھ جاگی۔ سورج کی پہلی کرن جیسے کرن کے نام کا استعارہ بن کر اُس کے کمرے میں اُتری۔ اور شہزاد نے پہلی بار دل سے مانا ... وہ جو برسوں سے خود کو دوسروں کے لیے وقف کیے بیٹھا تھا، آج ایک لمحہ اپنے لیے چرانا چاہتا تھا۔

اس نے اپنا فون اُٹھایا، کرن کا نمبر کھولا، اور کئی لمحے صرف اسکرین کو دیکھتا رہا۔ کچھ لکھنا چاہا مگر رک گیا۔ دل سے ایک جملہ نکلا:

"جو باتیں لبوں سے نہ کہی جاسکیں، وہ نگاہیں کہہ دیتی ہیں"...

اسی دوپہر کرن اُسے دبئی مال کے کیفے میں ملی۔ اس کا لباس سفید تھا، آنکھوں میں نمی کی چمک، اور ہونٹوں پر خاموشی کا ہنر۔ شہزاد نے مسکرا کر کرسی کھینچی اور کرن کے قریب بیٹھ گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ... جیسے صدیوں کی کہانیاں پلکوں پر اٹکی ہوں۔

شہزاد:

"کرن ... تم جانتی ہو، ہم جتنا بولتے ہیں، اتنا ہی بھٹکتے ہیں ... اور جتنا خاموش ہوتے ہیں، خود سے قریب آتے ہیں۔"

کرن (مدھم لہجے میں):
"اسی لیے تو تم سے کچھ پوچھا نہیں، شہزاد۔ تمہیں سننے کا ہنر سیکھ لیا ہے۔"

ایک لمحے کے لیے ہوا جیسے تھم گئی۔

شہزاد:
"کیا تم نے کبھی کبھی آئینے میں خود سے ملاقات کی ہے؟"

کرن (مسکراتے ہوئے):
"ہر روز ... اور ہر روز وہاں تم دکھائی دیتے ہو"...

شہزاد نے کرن کا ہاتھ آہستہ سے تھام لیا۔ کوئی وعدہ نہیں کیا، کوئی عہد نہیں باندھا ... صرف خاموشی تھی—اور اُس میں پوشیدہ ایک ایسا اقرار جو لفظوں سے آزاد تھا۔

باہر ریت کا طوفان اٹھ رہا تھا، مگر کیفے کے اندر دلوں میں امن کی ایک روشنی اتر رہی تھی۔ دونوں نے چائے کا آخری گھونٹ لیا، اور زندگی کے اگلے باب کی طرف بڑھ گئے۔

قسط نمبر:115

عنوان: جب لمحے ٹھہر جاتے ہیں

دبئی کی شام، برج خلیفہ کے سائے میں، وہ لمحہ آہستہ آہستہ ٹھہر گیا۔ کرن اور شہزاد ایک ساتھ چل رہے تھے — سڑک کے کنارے لگی روشنیاں اُن کی چہل قدمی کو اور بھی خوابناک بنا رہی تھیں۔ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے ان کے سائے جیسے ایک ہو گئے ہوں۔

شہزاد (نرمی سے):
" کبھی سوچا تھا ... کہ اتنے فاصلے طے کرنے کے بعد، ہم یوں بیفکری سے ساتھ چلیں گے؟"

کرن (ہنستے ہوئے):
"نہیں ... کبھی نہیں۔ مگر تم جانتے ہو، یہ لمحہ جیسے ہمیشہ میرے خواب میں تھا۔"

وہ دونوں رک گئے۔ کرن نے آسمان کی طرف دیکھا، جہاں دبئی کے آسمان پر ہلکے بادل کسی خواب کی چادر جیسے بچھے تھے۔

شہزاد (دل کی گہرائیوں سے):
" کرن، تم نے وہ مقام بخشا ہے مجھے جہاں میں خود سے، اپنے وجود سے، اپنے دکھوں سے فرار پاتا ہوں۔"

کرن کی آنکھوں میں نمی تیر گئی، مگر ہونٹوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ تھی۔

کرن:
"اور تم نے مجھے وہ سچ دیا ... جو میں برسوں سے اپنی ذات میں تلاشتی آئی ہوں۔"

دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی، مگر وہ خاموشی شور سے کہیں زیادہ بول رہی تھی۔

پھر شہزاد نے آہستہ سے کرن کا ہاتھ تھاما۔ وہ سڑک کے کنارے بنے لکڑی کے بنچ پر آ بیٹھے۔ کرن نے سر شہزاد کے کندھے پر رکھا، اور شہزاد نے اُس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا:

"یہ لمحہ اگر ٹھہر جائے ... تو مجھے زندگی سے اور کچھ نہیں چاہیے کرن۔"

کرن (دھیرے سے):
"یہ لمحہ ٹھہر چکا ہے، شہزاد ... بس ہم نے آنکھیں بند کر لی ہیں تا کہ اسے ہمیشہ یاد رکھ سکیں۔"

ان کے درمیان ایک مہک تھی ... جو لفظوں کی محتاج نہ تھی۔ محبت جیسے دبئی کے آسمان پر چھائے بادلوں سے جھانک رہی ہو، اور وقت جیسے ان دونوں کی دھڑکنوں پر سست چال چلنے لگا ہو۔

قسط نمبر:116

عنوان: پروین کی خاموش واپسی

دبئی کی اس روشن رات سے بہت دور، ایک اور منظر خامشی کے دبیز پردوں میں سانس لے رہا تھا— ہندوستان کی حدود میں، ایک چھوٹے سے ایئرپورٹ پر، ایک اکیلی عورت اُتری تھی۔ لمبا دوپٹہ، سادہ لباس، مگر نگاہوں میں ایک عجیب ٹھہراو؟۔

وہ پروین تھی۔

پاسپورٹ آفیسر نے سرسری نگاہ ڈالی اور مہر لگا دی۔ وہ کچھ کہے بغیر، اپنا بیگ سنبھالے باہر نکلی، جیسے برسوں کی غیر موجودگی کو لفظوں میں سمیٹنا اب ممکن نہ رہا ہو۔

(خود کلامی میں)
" کیا واقعی میں لوٹ آئی ہوں؟ کیا اب بھی میرا کوئی حصہ زندہ ہے ... اُس کی زندگی میں؟"

اس کی آنکھوں میں ایک لرزش تھی، جیسے پچھتاوے، تلافی، اور شاید کچھ نہ کہے جانے والے جذبات ساتھ آئے ہوں۔

دوسری طرف دبئی میں شہزاد اور کرن، ساحل پر ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے، خامشی سے چلتے رہے۔ کرن نے ہچکیالی میں شہزاد سے کہا:

کرن:

"شہزاد ... اگر کبھی وہ لوٹ آئے، تو کیا کرو گے؟"

شہزاد رک گیا۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا، جیسے کوئی بہت پرانا سوال سن لیا ہو۔

شہزاد:

"میں بھاگوں گا نہیں، کرن۔ میرا ضمیر صاف ہے۔ میں نے نبھایا تھا، اُس وقت بھی، اور آج بھی۔"

کرن خاموش ہو گئی۔ اُس نے شہزاد کا ہاتھ تھاما اور آہستہ سے کہا:

"بس اتنا کہنا چاہوں گی، کہ اگر وہ لوٹے، تو تم مجھ سے بھی سچ کہنا ... دل کا سچ۔"

شہزاد نے اُس کی طرف دیکھا، مسکرایا، اور صرف اتنا بولا:

"میں نے جو سچ تمہیں دیا ہے، وہ کبھی کسی اور کو نہ دیا تھا، نہ دوں گا۔"

رات کے کسی دوسرے کنارے، پروین ایک آٹو میں بیٹھ چکی تھی۔ بچوں کی تصویریں اس کے ہاتھ میں تھیں۔ وہ ہر تصویر کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرا رہی تھی۔

(خودکلامی میں):

"میرے بچے ... کیا اب بھی تم مجھے ماں کہو گے؟ اور شہزاد ... کیا تم صرف بچوں کی خاطر مجھ سے ایک بار پھر آنکھ ملا سکو گے؟"

کیا یہ واپسی ایک نیا طوفان لائے گی؟
کیا کرن اور شہزاد کی نوخیز محبت ٹوٹے گی؟
یا پروین خود اپنی راہ سمجھ کر خامشی سے پھر لوٹ جائے گی؟

قسط نمبر: 117
عنوان: سچائی کے سنگم پر

ایئرپورٹ سے نکلنے کے بعد پروین سیدھی شہر کے اُس گوشے میں پہنچی جہاں کبھی اُس نے اور شہزاد نے مل کر ایک چھوٹا سا کرائے کا گھر بسایا تھا۔ مکان اب کسی اور کے نام تھا، مگر دیواروں پر اُس کی پرانی یادیں سانس لیتی محسوس ہو رہی تھیں۔

وہ ایک ہوٹل میں ٹھہری، خاموش، تنہا، سوچوں میں گم۔

دوسری طرف شہزاد دبئی سے واپسی کی تیاری کر رہا تھا۔ کرن کی آنکھوں میں سوالات تھے، پر وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ بس اس نے شہزاد کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور مسکرا کر کہا:

کرن:
"جاؤ، جو حساب رہ گئے ہیں، انھیں پورا کر آؤ۔ شاید زندگی اگلے صفحے پر کچھ لکھنا چاہتی ہو۔"

شہزاد (نرمی سے):
"میں لوٹوں گا کرن ... پر خود کو مکمل کر کے۔"

ہندوستان

عدالت میں اگلی پیشی کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ مگر اس بار ماحول بدلا ہوا تھا۔ پروین عدالت میں موجود تھی۔ اُس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں، پر قدم مضبوط۔

شہزاد کمرہ عدالت میں داخل ہوا، نظریں خود بخود اُس پر جا ٹکیں۔ لمحہ بھر کو وقت ٹھہر سا گیا۔ کرسیوں کی آوازیں، کاغذوں کی سرسراہٹ، سب دب گئی۔

جج نے نگاہیں دونوں پر دوڑائیں۔

جج صاحبہ:
"عدالت کو خوشی ہے کہ فریقین آج حاضر ہیں۔ مگر ہم اب بھی جاننا چاہتے ہیں ... آخر سچ کیا ہے؟"

عدالتی مڈیئٹر نے اپنی خفیہ رپورٹ پیش کی۔

مڈیئٹر:
"میری ملاقات دونوں سے علیحدہ علیحدہ ہوئی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کے لیے نرم جذبات کا اظہار کیا۔ شہزاد ہر ماہ مالی مدد فراہم کرتا رہا ہے، بنا کسی قانونی مجبوری کے۔ پروین نے بھی اسے تسلیم کیا۔ ان کے درمیان جھگڑا کم، غلط فہمیاں زیادہ تھیں۔"

پروین نے نظریں اٹھا کر شہزاد کی طرف دیکھا۔ شہزاد خاموش کھڑا تھا۔

پروین (کانپتی آواز میں):
"میری غلطی تھی ... شاید میں اپنے ہی کانوں کے شور میں سچائی سن نہ سکی ... میں چاہوں تو کیا ہم دوبارہ ماں باپ بن سکتے ہیں، ایک ہی چھت کے نیچے؟"

شہزاد کی آنکھوں میں نمی چمکی۔

شہزاد (دھیرے سے):
"اگر تم دل سے آ گئی ہو، تو گھر کا دروازہ بند نہیں۔"

کرن اُس وقت عدالت میں نہیں تھی، مگر شہزاد کے دل کے کونے میں وہ روشنی کی صورت باقی تھی۔

عدالت نے سماعت ملتوی کرتے ہوئے کہا:

"اگر دونوں فریق باہمی رضامندی سے دوبارہ ایک ساتھ رہنے کو تیار ہیں، تو ہم کیس کو خوش اسلوبی سے بند کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔"

عدالت کی کارروائی ختم ہوئی۔ باہر ہلکی بارش ہونے لگی۔

شہزاد نے پروین کے سامنے چھتری کھولی۔

"چلو ... بچوں کے لیے چائے بنانی ہے۔"

پروین نے ہلکی سی مسکراہٹ سے سر ہلایا۔

قسط نمبر:118

عنوان: کرن کی خاموشی اور نئی شروعات

دبئی کے آسمان پر شام اُتر رہی تھی۔ روشنیوں کا شہر جگمگا رہا تھا مگر کرن کی کھڑکی کے پار منظر دھندلا سا ہو گیا تھا۔

ٹیبل پر شہزاد کی دی ہوئی ایک چھوٹی سی ڈائری کھلی پڑی تھی۔ صفحہ پر لکھے گئے جملے بار بار اس کی آنکھوں میں گونجنے لگے:

"محبت کبھی ختم نہیں ہوتی، وہ یا تو راستہ بدلتی ہے، یا روپ"...

کرن نے آہستہ سے ڈائری بند کی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک تھکی تھکی سی مسکراہٹ ابھری۔ دل میں عجیب سی خاموشی چھا گئی تھی، جیسے موسم نے بولنا چھوڑ دیا ہو۔

اسی لمحے اس کا فون بجا۔ نمبر دیکھ کر وہ چونکی—"شہزاد"

فون چند لمحے بجتا رہا، پھر بند ہو گیا۔

کرن نے گہرا سانس لیا اور خود سے سرگوشی کی:

"اب جو لوٹ آیا ہے، وہ شاید اُدھورا نہیں رہا ... شاید اب اسے میری ضرورت بھی نہ ہو۔"

وہ بالکونی میں آئی۔ نیچے سڑک پر ایک جوڑا ساتھ چل رہا تھا۔لڑکی کے ہاتھ میں پھولوں کا گلدستہ تھا،اور لڑکا ہنس رہا تھا۔

کرن کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"خوش رہو شہزاد ... تم نے میری زندگی میں خواب بُنے ،اور وہ خواب اب کسی اور کے کمرے میں جاگ چکے ہیں۔"

ہندوستان

شہزاد نے ایک خط کھولا۔دبئی سے آیا تھا۔کرن کا خط تھا۔مختصر،نرم،مگر بھرا ہوا۔

>"شہزاد،تم نے میرے دل کے ایک حصے کو ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ رکھ لیا ہے۔
اب وہ حصہ خاموش ہے،لیکن زندہ ہے۔
تمہیں پا لینا کبھی میرا مقصد نہیں تھا،تمہاری خیر مانگنا ہمیشہ میرا ایمان رہا ہے۔
پروین خوش ہو، بچے سلامت رہیں، یہی دعائیں ہیں۔
کرن"

شہزاد نے خط کو اپنے سینے سے لگا لیا۔اس کی آنکھوں میں نمی تھی،مگر دل ہلکا سا روشن ہو گیا تھا۔

کرن دبئی کے ایک اسکول میں نئی پرنسپل مقرر ہوئی۔
بچوں کے چہروں پر مسکراہٹیں دیکھ کر وہ جیتی تھی، خود سے جیتی تھی۔

کبھی کبھار، وہ آسمان کی طرف دیکھ کر بس اتنا کہتی:
"محبت ہار نہیں مانتی، وہ فقط راستہ بدل لیتی ہے"...

قسط نمبر:119

عنوان: پروین کی پشیمانی، شہزاد کی خامشی

عدالت کے فیصلے کو تین مہینے بیت چکے تھے۔ شہزاد نے بچوں کی تحویل قبول کر لی تھی، مگر پروین کو ہفتے میں دو بار ملنے کی اجازت دی گئی تھی۔

ایک دن، جب شام ڈھل رہی تھی، پروین نے پہلی بار بغیر وکیل، بغیر کسی ہنگامے کے دروازہ کھٹکھٹایا۔ شہزاد نے دروازہ کھولا، اس کی آنکھیں سوالوں سے بھری تھیں۔

پروین نے نگاہیں جھکا لیں، پھر آہستہ سے بولی:
"میں ... میں صرف بچوں سے ملنے نہیں آئی ... میں تم سے بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

شہزاد خاموش رہا۔ پروین اندر داخل ہوئی۔ کمرے میں بچوں کی ہنسی گونج رہی تھی، مگر دونوں کے درمیان خامشی کا سمندر تھا۔

پروین نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے آہستہ سے کہا:
"شہزاد ... تم کبھی غلط نہ تھے۔ شاید میں ہی اپنی ضد میں اتنی اندھی ہو گئی تھی کہ تمہاری سچائی دیکھ نہ سکی۔"

شہزاد نے کھڑکی کے پار دیکھا، جیسے باہر کی شام میں اپنی سوچیں ڈھونڈ رہا ہو۔ پھر اس نے دھیرے سے کہا:
"میں نے کبھی الزام دیا بھی نہیں، بس خاموشی کو اپنی زبان بنا لیا۔"

پروین کی آنکھیں نم ہو گئیں:

"تم نے کرن کو جگہ دی ... اور میں نے تمہارے دل میں اپنی جگہ کھو دی"...

شہزاد نے ایک ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا:
" کرن نے مجھے سمجھا، تم نے مجھے پرکھا۔ دونوں میں فرق ہے۔"

پروین بے حد شرمندہ ہوئی۔ اس نے آہستہ سے کہا:
" کیا دیر ہو گئی ہے؟"

شہزاد نے بچوں کو بلایا، اور پیار سے پروین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:
"محبت میں دیر نہیں ہوتی، اگر نیت سچی ہو۔ مگر ہر درد کا ایک وقت ہوتا ہے، وہ گزر جائے تو دوا بھی بے اثر ہو جاتی ہے۔"

پروین کی آنکھوں میں آنسو تھے، مگر دل میں قبولیت۔
وہ اب پہلی بار دل سے شہزاد کو آزاد کر چکی تھی۔

دوسری جانب دبئی میں، کرن ایک تعلیمی سیمینار میں شہزاد کی پریزنٹیشن دیکھ رہی تھی—— آن لائن۔
اسکرین پر شہزاد کا چہرہ آیا، اور اُس لمحے کرن نے آہستہ سے اپنی ہتھیلی پر ہاتھ رکھا جیسے لمس محسوس کرنا چاہتی ہو۔

"تم آج بھی دل کے استاد ہو"...
کرن نے سرگوشی کی۔

قسط نمبر:120

عنوان: ادھوری چاہت کا مکمل چراغ

شہزاد کے دل میں ایک سکون سا اتر آیا تھا۔ پروین کا اعتراف، اس کی پشیمانی، اور بچوں کی ہنسی سب کچھ جیسے کسی پرانی فلم کی اختتامی قسط بن چکے تھے۔ مگر ایک کہانی ابھی باقی تھی... کرن کی۔

دبئی کی روشن گلیوں میں، ایک شام، نرم ہوا اور سمندر کی خوشبو کے ساتھ کرن برج خلیفہ کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں شہزاد کی ایک تصویری کتاب تھی، جو اس نے تعلیم پر لکھی تھی۔ صفحہ اول پر لکھا تھا:

" کرن کے نام ... جس نے خوابوں کو حقیقت کی روشنی دی۔"

کرن کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی۔ اسی لمحے اس کا موبائل بجا۔
شہزاد کا میسج تھا:
"میں دبئی آ رہا ہوں۔ تعلیم کی ایک کانفرنس میں مدعو ہوں۔ اگر وقت ہو، تو ملاقات ہو سکتی ہے؟"

کرن کے لبوں پر خاموش مسکراہٹ پھیل گئی۔ دل نے دھڑک کر کہا، "یہی تو انتظار تھا۔"

دو دن بعد

دبئی مال کے قریب ایک کیفے میں، موسم نرم، فضا خوشبو سے مہک رہی تھی۔

کرن سفید لباس میں، سنجیدہ اور شفاف سی بیٹھی تھی۔ شہزاد جیسے برسوں بعد اسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔ لمحے تھم سے گئے۔

شہزاد: " کرن، تم پہلے جیسی ہی ہو... بلکہ اب کچھ اور بھی خاص لگتی ہو۔"
کرن (مسکرا کر): "وقت نے بہت کچھ بدلا... مگر جو دل سے جُڑا ہو، وہ نہیں بدلتا۔"

شہزاد (دھیرے سے): "میں نے تمہیں کبھی اپنے لفظوں میں مکمل نہیں کہا... شاید اب کہنے کا وقت ہے"...
کرن: " کہہ دو شہزاد... وقت تھما نہیں کرتا"...

شہزاد: "میں تم سے محبت کرتا ہوں کرن۔ صرف تم سے۔"

کرن نے نظریں جھکا لیں، دل کی دھڑکن جیسے سنائی دے رہی تھی۔ پھر آہستہ سے بولی:
"یہ سننے کی چاہ برسوں سے تھی۔"

شہزاد نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
فضا میں خنکی تھی، مگر دلوں میں گرمی...
بارش کی نرم بوندیں چھونے لگیں... اور وقت ایک نئے صفحے پر آ گیا۔

قسط نمبر: 121

عنوان: محبت کا وعدہ، نصیب کی گواہی

بارش کی بوندیں دبئی کی صاف شفاف سڑکوں پر جیسے جذب ہو رہی تھیں، ویسے ہی شہزاد اور کرن کی باتوں میں خاموشی جذب ہو رہی تھی۔
کیفے کے کونے میں بیٹھے دونوں، وقت کو تھامے بیٹھے تھے۔ باہر دنیا اپنی رفتار میں گم تھی، مگر یہاں... لمحے ٹھہر گئے تھے۔

کرن: "شہزاد، تمہاری زندگی بہت اُلجھی رہی... میں اس میں خود کو کہاں رکھوں؟"

شہزاد (نرمی سے): " کرن، تم میری زندگی کی وہ روشنی ہو، جسے میں نے ہر اندھیرے میں محسوس کیا... تم ہمیشہ میرے دل کے سب سے صاف کمرے میں رہیں... پروین ایک حادثہ تھی... تم انتخاب ہو۔"

کرن کی آنکھوں میں نمی سی ابھری... مگر وہ مسکرائی۔
"محبت کو جیتنے میں وقت لگتا ہے... اور شاید قسمت کو قائل کرنے میں بھی۔"

شہزاد نے اس لمحے کرن کی طرف ایک نیلے مخملی ڈبے میں ایک سادہ انگوٹھی بڑھائی۔
" کیا تم میرا ماضی، حال اور مستقبل بنو گی؟"

کرن نے دھیرے سے ڈبہ بند کیا، شہزاد کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا:
"فی الحال... صرف حال بننے دو، شہزاد۔ ماضی بھاری ہے، اور مستقبل مقدر کے پاس گروی رکھا ہے۔"

شہزاد نے اثبات میں سر ہلایا، اس کی بات کو مکمل احترام دیا۔
"تب تک... ہم محبت کو وقت کی آگ میں پکا لیں۔"

اگلے روز شہزاد کی دبئی کانفرنس میں شرکت تھی۔
اسٹیج پر وہ جب تعلیم، عورت کی خودمختاری، اور نئی نسل کے کردار پر بول رہا تھا، تو کرن سامعین میں موجود تھی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں — فخر، پیار، اور ایک خواب کی جھلک کے ساتھ۔

تقریر کے بعد ایک صحافی نے سوال کیا:
"مسٹر شہزاد، آپ کی زندگی میں سب سے بڑا سبق کیا ہے؟"

شہزاد نے ہجوم کی طرف دیکھا، اور پھر ہولے سے کہا:
"محبت صرف دعویٰ نہیں... وقت دینا، درد بانٹنا، اور انتظار کرنا بھی ہے۔"

کرن کی آنکھوں سے ایک قطرہ گرا... شہزاد کا سچ، اس کا مقدر بننے لگا تھا۔

قسط نمبر:122

عنوان: بے نام رشتہ... یا مقدر کا فیصلہ؟

شام کے سائے دبئی کی بلند و بالا عمارتوں پر لمبے ہو کر گرتے جا رہے تھے۔ برج خلیفہ کے نیچے ایک نرم ہَوا چل رہی تھی، جو وقت کی گرد اُڑا رہی تھی۔

کرن نے اپنے فلیٹ کی کھڑکی سے باہر دیکھا... اور اپنی سانس روک لی۔

سامنے فٹ پاتھ پر شہزاد کھڑا تھا۔ نیلے کوٹ میں ملبوس، ہاتھ میں ایک سفید گلاب... اور آنکھوں میں وہی سوال جو کرن نے کئی بار خود سے کیا تھا:
"کیا ہم بے نام رشتے سے نکل کر، مقدر کی پہچان بن سکتے ہیں؟"

دروازے کی بیل بجی۔
کرن نے دھیرے سے دروازہ کھولا۔

شہزاد (مسکرا کر):
"آج کی شام... صرف تمہارے ساتھ بِتانے آیا ہوں۔ کچھ نہیں مانگوں گا، صرف تمہاری خاموشی کا ساتھ۔"

کرن پیچھے ہٹی۔
دونوں کھڑکی کے پاس آ بیٹھے۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر کرن نے ایک کتاب اُٹھالی اور صفحہ پلٹتے ہوئے کہا:
"جانتے ہو، محبت اکثر ایک نظم کی طرح ہوتی ہے... جسے مکمل ہونے میں کئی موسم لگتے ہیں۔"

شہزاد نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما۔
"تو کیا ہم اپنی نظم ساتھ لکھیں؟"

کرن نے پلٹ کر شہزاد کو دیکھا۔
اس کی پلکیں نم تھیں، مگر ہونٹوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ تھی۔

"ہاں... لیکن ہر مصرعہ سچ کا ہوگا۔ جھوٹ کا کوئی پیرایہ اس نظم میں نہیں ہوگا۔"

"وعدہ۔"
شہزاد نے گلاب کرن کے ہاتھ میں رکھا۔
"یہ بے نام رشتہ، اب نام چاہتا ہے۔ یا کم از کم... تمہاری اجازت سے ایک امید۔"

ہوا میں خوشبو بکھر گئی تھی۔
بجلی کی ایک ہلکی سی چمک، آسمان پر محبت کا پیغام بن گئی۔

کمرے کے اندر ٹیبل پر، ایک بند لفافہ رکھا تھا۔
عدالتِ عالیہ سے آنے والا خط۔

فیصلہ محفوظ نہیں رہا تھا... فیصلہ آچکا تھا۔

قسط نمبر:123

عنوان: عدالت کا فیصلہ، مقدر کا لمحہ

دبئی کی شام اب رات میں بدل چکی تھی۔ باہر بادلوں نے چاند کو چھپا رکھا تھا، اور اندر ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کرن اور شہزاد کی وہ مختصر مگر جذباتی ملاقات، ایک نئے سفر کی تمہید بن چکی تھی۔ لیکن اُس لفافے نے، جو اب بھی میز پر رکھا تھا، اُن کی دھڑکنوں کو جیسے روک رکھا تھا۔

کرن (دھیرے سے):
"شہزاد... کھولو اسے۔"

شہزاد نے لفافہ ہاتھ میں لیا۔ انگلیاں لرز رہی تھیں، جیسے اُس کاغذ پر صرف لفظ نہیں، اُس کی زندگی کا پورا حوالہ لکھا ہو۔

لفافہ کھلا۔
آنکھیں سطریں چیرتی گئیں... سانسیں ساکت ہوتی گئیں۔

فیصلہ:

>"عدالتِ عالیہ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ شہزاد نے بچوں کی پرورش، تعلیم و صحت کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھائی ہیں۔ جبکہ پروین متعدد مواقع پر عدالت کے احکامات کی خلاف ورزی کرتی رہی ہیں...
لہٰذا، بچوں کی مکمل تحویل شہزاد کو دی جاتی ہے، اور پروین کو مقررہ وقت اور مقام پر ملاقات کی اجازت دی جاتی ہے۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔
کرن نے دیکھا... شہزاد کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے، لیکن کوئی اندر سے پگھل رہا تھا۔

شہزاد (آہستہ سے):
"میں جیت گیا... یا سب کچھ ہار گیا؟"

کرن:
"یہ فیصلہ صرف عدالت کا ہے... دلوں کا فیصلہ تو ابھی باقی ہے۔"

شہزاد:
"دل... ؟ وہ تو کب کا عدالت سے الگ ہو چکا ہے کرن۔ تمہیں پا لینا شاید میرے بچوں کے بعد دوسرا خواب ہو... جو میں کبھی کھول کر دیکھ بھی نہیں سکا۔"

کرن (نم آنکھوں سے):
"تو آج دیکھ لو... میں یہیں ہوں۔ سچائی کے ساتھ، تمہارے ساتھ۔"

ایک لمحے کو وقت تھم گیا۔
شہزاد نے آگے بڑھ کر کرن کا ہاتھ تھاما۔ باہر بادل چھٹنے لگے تھے... چاند کی ایک کرن اندر آئی... اور دونوں کے چہروں پر پڑی۔

کہانی ایک نئے موڑ پر ہے۔
محبت کا موسم، عدالتی فیصلے کے بعد ایک اور امتحان لے گا۔

قسط نمبر: 124

عنوان: پروین کی تنہائی... اور ایک اور سازش کا آغاز

عدالت کے فیصلے کے بعد جیسے زندگی کے اوراق نے ایک کروٹ بدلی۔
شہزاد، کرن اور بچے... ایک طرف نئے آغاز کی امید لیے آگے بڑھ رہے تھے،
تو دوسری طرف... ایک کمرے کی تاریکی میں پروین تنہا بیٹھی تھی۔

کمرے کی دیوار پر لگے کیلنڈر پر اُس نے تاریخ پر دائرہ لگایا...
جس دن عدالت نے بچے اُس سے لے لیے تھے۔

پروین (بے آواز ہنسی کے ساتھ):
"میں ہاری نہیں... بس کھیل بدل گیا ہے... شہزاد جیتا نہیں... بس وقت اس کے ساتھ ہے... فی الحال۔"

بستر کے نیچے سے اُس نے ایک پرانا موبائل نکالا۔
ایک نمبر دبایا... چند لمحے بعد دوسری طرف سے بھاری آواز سنائی دی۔

آواز:
"جی، حکم دیجیے بی بی جی"...

پروین:

"وہ جو پرانی فائلیں تھیں نا... شہزاد کی بیرونِ ملک جائیداد سے متعلق... اور اسکول فنڈنگ کی رسیدیں... سب نکالو۔ اور وہ... جو معاہدہ اُس نے کبھی دبئی میں سائن کیا تھا، جس پر دستخط اُس کے نہیں تھے"...

آواز:

"یاد ہے... وہ فائلیں آپ نے خود سنبھالی تھیں... اب؟"

پروین:

"اب... وقت ہے اُن کی واپسی کا۔ یہ کہانی ختم نہیں ہوئی... اب صرف کردار بدلیں گے، سازشیں نئی ہوں گی۔ شہزاد اگر باپ جیتا ہے... تو میں ایک ماں کی ہار نہیں مانوں گی۔"

وہ زور سے ہنسی، لیکن آنکھیں نم تھیں۔

ایک ماں کا دل رو رہا تھا...

اور ایک عورت کی انا... انتقام کا پگھلا ہوا خنجر تیز کر رہی تھی۔

دوسری طرف:

کرن اور شہزاد بچوں کے ساتھ سمندر کنارے بیٹھے تھے۔

بچوں کی ہنسی، اور کرن کی نظریں... شہزاد کی ادھوری زندگی میں رنگ بھر رہی تھیں۔

کرن (شرارت سے):

"مجھے لگا تم صرف لیکچر دینا جانتے ہو... محبت تو تم نے خاموشی سے کی۔"

شہزاد (ہنستے ہوئے):

"اورتم نے بغیر کہے... میری دنیا بدل دی۔"

وہ لمحہ انمول تھا...

مگر سائے ابھی پوری طرح چھٹے نہیں تھے۔

قسط نمبر:125

عنوان: سچائی کا دوسرا چہرہ: پروین کا پینترا

صبح کے دھندلکے میں پروین نے پرانی فائلیں میز پر کھولیں۔
ہر کاغذ پر دھول، ہر صفحے پر کہانی چھپی تھی...
وہ کہانیاں جو برسوں سے اُس کے اندر سلگ رہی تھیں۔

پروین (خودکلامی):
"اگر شہزاد مجھے چھوڑ سکتا ہے، عدالت میرے بچوں کو مجھ سے چھین سکتی ہے...
تو میں بھی خاموش نہیں بیٹھوں گی"...

اُس نے ایک تصویر نکالی،
جس میں شہزاد ایک غیر ملکی شخصیت کے ساتھ ہاتھ ملا رہا تھا،
تصویر کے نیچے کیپشن درج تھا:
''Dubai Chapter.Education Without Borders —''

پروین کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آئی۔

پروین:
"یہی تصویر کافی ہوگی... کچھ سوالات اٹھانے کے لیے۔"

فون بجا۔دوسری طرف وہی آواز تھی۔

آواز:
"بی بی جی، ہم نے دبئ والے معاہدے کی نقل نکال لی ہے۔
دستخط واقعی شہزاد کے نہیں لگتے۔"

پروین (سخت لہجے میں):
"بس!اب میرے وکیل سے بات کرواؤ۔
ہمیں ایک پٹیشن تیار کرنی ہے۔"

دوسری طرف:
کرن اور شہزاد بچوں کے ساتھ شہر کے ایک فاؤنٹین پارک میں تھے۔
کرن کی کلکاریاں، بچوں کی چیخ پکار، اور شہزاد کی پرمسکراہت آنکھیں...
سب کچھ ایک خواب جیسا معلوم ہو رہا تھا۔

کرن نے آہستہ سے شہزاد کا ہاتھ تھاما۔

کرن:
"میں ڈرتی ہوں شہزاد... یہ خوشیاں کہیں عارضی تو نہیں؟
کبھی کبھی لگتا ہے، جیسے کوئی طوفان دوبارہ آنے والا ہے۔"

شہزاد (پرسکون لہجے میں):

"محبت سچ ہو... تو طوفان بھی رک جاتے ہیں۔

اور اگر طوفان نہ رکے، تو ہم دونوں مل کر لڑیں گے... تم اور میں، ساتھ۔"

کرن کی آنکھوں میں نمی اور روشنی دونوں تھیں۔

مگر اُسی لمحے، عدالت کے باہر ایک نئی درخواست دائر کی جا چکی تھی۔

پروین بمقابلہ شہزاد — بین الاقوامی مالی شفافیت اور اخلاقی دیوالیہ پن کی بنیاد پر بچوں کی تحویل کی ازسرِ نو سماعت کی درخواست۔

قسط نمبر:126

عنوان: کرن کی خاموشی، عدالت کی گونج

عدالت کی راہداری میں ایک غیر معمولی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔
ایسا لگ رہا تھا جیسے ہوا بھی سانس روک کر کھڑی ہو۔
عدالتِ عالیہ کا ہال نیم روشن تھا، مگر دلوں میں اندھیرے زیادہ تھے۔

کرن عدالت کے ایک کونے میں چپ چاپ بیٹھی تھی۔
نہ کوئی وکیل ساتھ، نہ کوئی مشورہ۔
بس آنکھوں میں ایک ادھورا یقین... اور دل میں ایک مکمل بےچینی۔

کرن (خود سے):
"کاش پروین باجی میرے دل کی سچائی کو سمجھ پاتیں۔
میں نے کبھی اُن کا حق نہیں چھینا۔
میں تو صرف اُن زخموں پر مرہم رکھنا چاہتی تھی جو وہ چھوڑ گئیں"...

شہزاد جج کے سامنے کھڑا تھا، چہرے پر ٹھہراؤ، مگر اندر ایک طوفان۔

جج (صاف لہجے میں):

"شہزاد صاحب، عدالت کو وہ مالی معاہدہ دکھایا گیا ہے جس میں دبئی میں تعلیم کے نام پر ہوئی ایک بڑی سرمایہ کاری آپ کے دستخطوں سے انکار کرتی ہے۔
یہ الزام ہے کہ آپ نے پروین بی بی کو اعتماد میں لیے بغیر بڑی مالی ترسیل کی۔
کیا آپ عدالت کو وضاحت دینا چاہیں گے؟"

شہزاد نے ایک گہری سانس لی، نظریں کرن پر ڈالیں... اور بول پڑا۔

شہزاد:
"محترم عدالت، وہ سرمایہ کاری بچوں کے بہتر تعلیمی مستقبل کے لیے تھی۔
اور پروین... وہ ہمیشہ جانتی تھیں۔
بلکہ، اُن کے ہی مشورے پر میں نے وہ منصوبہ شروع کیا تھا۔
مگر اب... شاید اُنہیں یاد نہیں۔"

عدالت میں سناٹا چھا گیا۔

پروین ایک لمحے کے لیے چونکی، پھر چہرہ نیچے جھکا لیا۔

کرن کے ہاتھ خود بخود دعا کے لیے اٹھے۔

کرن (دل میں):
"اے خدا... اگر سچائی کا راستہ کانٹوں بھرا ہے،
تو ہمیں وہ کانٹے نصیب ہوں...
پر جھوٹ کی چادر نہ اوڑھنی پڑے"...

وقفہ...

عدالت نے سماعت ملتوی کر دی۔
اگلی تاریخ دو ہفتے بعد کی رکھی گئی۔
مگر ان دو ہفتوں میں... کئی چہروں سے نقاب اُترنے تھے۔

قسط نمبر: 127

عنوان: پروین کا انٹرویو، کرن کی بے قراری

عدالت کی راہداریوں سے نکل کر، اب کہانی ایک نیا موڑ لینے والی تھی۔
ریاست کے معروف نیوز چینل نے پروین کو لائیو انٹرویو کے لیے مدعو کیا تھا۔
موضوع تھا: "ایک ماں کی عدالت سے پکار"

پروین سادگی میں ملبوس، ہلکی سی چادر اوڑھے، کیمروں کے سامنے آ کر بیٹھی۔
مگر چہرے پر جذبات کی طغیانی تھی۔

اینکر:
"پروین بی بی، آپ کی خاموشی نے سوشل میڈیا پر ہلچل مچا دی ہے۔
سب جاننا چاہتے ہیں کہ آخر آپ نے شہزاد صاحب کے خلاف عدالت میں آواز کیوں بلند کی؟
کیا واقعی آپ کے درمیان مفاہمت کی کوئی راہ نہیں؟"

پروین نے ایک لمحہ آنکھیں بند کیں، جیسے اندر کے شور کو روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔
پھر دھیرے سے بولی:

پروین:

"میں نے شہزاد سے محبت کی تھی... شاید اب بھی کرتی ہوں۔
مگر جب بھروسہ ٹوٹ جائے تو محبت بھی سوال بن جاتی ہے۔
میں نے بچوں کے لیے لڑائی لڑی، اپنی ذات کے لیے نہیں۔
اور... کرن؟
کرن سے مجھے کوئی ذاتی گلہ نہیں، مگر میرے زخم ابھی تازہ ہیں... اور وہ مرہم لینے آ گئی۔
وقت دے دیجیے... شاید میں بھی بدل جاؤں۔"

اس انٹرویو کو دیکھتے ہوئے کرن کا دل ایک انجان اضطراب سے بھر گیا۔
وہ دبئی میں ایک بلند عمارت کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ نیچے چمکتے شہر کی رونق، مگر دل میں سنّاٹا۔

کرن (خود کلامی):

"تو وہ اب بھی شہزاد سے محبت کرتی ہیں...
اور میں...؟
کیا میری چاہت صرف ایک خاموش دعا ہے؟
کیا میری موجودگی... کسی کی محرومی کا سایہ بن چکی ہے؟"

اسی لمحے شہزاد کا فون آیا۔
کرن نے سکرین پر اس کا نام دیکھا، انگلی کانپ گئی۔
پھر ہمت جمع کر کے کال ریسیو کی۔

شہزاد:

"کرن... تم انٹرویو دیکھ رہی ہو نا؟"

کرن:

"جی۔"

شہزاد:

"دل بوجھل ہو گیا ہے۔
ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم سب ایک ایسے سرنگ میں ہیں جہاں روشنی ہے، مگر دروازے بند ہیں۔
میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں... بالمشافہ... صرف تم سے۔"

کرن خاموش رہی، صرف آنکھیں بھیگتی گئیں۔

وقفہ...

اگلی ملاقات... دبئی کے ساحل پر طے ہوئی تھی۔

جہاں موسم، خاموشی، اور دلوں کی دھڑکن... سب شہادت دینے والے تھے۔

قسط نمبر:128

عنوان: دبئی کے ساحل پر، دلوں کا احتساب

دبئی کی شاموں کا رنگ سنہرا ہوتا ہے۔
اور اس شام... بحرِ عرب کے کنارے، دو سائے خاموشی سے ایک دوسرے کی سمت بڑھ رہے تھے۔

کرن نے ہلکے گلابی رنگ کا شال اوڑھا ہوا تھا، جس کی کناریاں سمندری ہوا سے لہرا رہی تھیں۔
شہزاد نے آسمانی نیلا کُرتا پہنا تھا، آنکھوں میں ایک تھکی ہوئی روشنی... اور دل میں ان کہی باتوں کا بوجھ۔

دونوں ایک لمحے کو رُکے۔
نظریں ٹکرائیں، جذبات لرزے...
پھر شہزاد نے آہستہ سے کہا:

شہزاد:
" کرن، ہم یہاں تک پہنچ گئے... مگر دل اب بھی کئی میل پیچھے ہے۔"

کرن (نرمی سے):
" کیا پیچھے چھوڑ دینا ہی زندگی ہے، شہزاد؟
یا جو ٹوٹ گیا اسے جوڑنا ہی اصل عشق ہے؟"
سمندر کی لہریں ساحل سے ٹکرا کر ایک ساز بن گئیں۔

ایسا لگا جیسے فطرت بھی ان کی گفتگو سن رہی ہو۔

شہزاد (آہستہ لہجے میں):

"پروین کے انٹرویو نے مجھے توڑ دیا۔

مگر تمہاری خاموشی نے مجھے جوڑا ہے۔

میں نہیں جانتا کرن...

کہ تم نے میرے لیے دل میں کیا سوچ رکھا ہے...

مگر اتنا جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ جینے کا خواب... مجھے زندہ رکھتا ہے۔"

کرن کی آنکھوں میں نمی آ گئی، مگر وہ مسکرائی۔

کرن:

"شہزاد، محبت میں جینے کے لیے صرف ساتھ کافی نہیں ہوتا۔

بھروسہ، وقت، اور سچائی بھی چاہیے ہوتی ہے۔

مجھے تم سے کوئی جلدی نہیں...

بس ایک سچّا سفر چاہیے، جھوٹ کے بغیر۔"

شہزاد:

"پھر وعدہ رہا،

اس ساحل پر جتنی ریت ہے،

اتنی ہی سچائیاں ہوں گی ہمارے بیچ۔"

کرن نے ہلکے سے سر ہلایا۔

دور افق پر سورج غروب ہو رہا تھا...

اور ایک نئی روشنی ان دونوں کے دلوں میں طلوع ہونے لگی تھی۔

قسط نمبر: 129

عنوان: پروین کا خواب، کرن کی حقیقت

رات گہری ہو چکی تھی، دبئ کے آسمان پر ستارے کچھ زیادہ ہی روشن تھے، شاید کسی بے چین دل کی دُعائیں ان کے قریب پہنچی ہوں۔ کرن اپنے ہوٹل کے کمرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھی، ہاتھ میں کافی کا کپ لیے دور خلا میں کچھ تلاش کر رہی تھی۔

دل کی گہرائیوں میں شہزاد کی موجودگی صاف محسوس ہو رہی تھی۔
آج کی ملاقات نے کئی بند دریچوں کو کھول دیا تھا۔

کرن (دل میں):
" کاش پروین نے کبھی یہ نہ سوچا ہوتا کہ محبت صرف قبضہ کرنے کا نام ہے...
کاش وہ شہزاد کو آزاد چھوڑ دیتی...
تو شاید وہ لوٹ کر خود ہی آ جاتا"...

اسی لمحے فون کی اسکرین جگمگائی۔
شہزاد کا پیغام تھا:
" آج کی شام میرے لیے زندگی کی سب سے خوبصورت یاد بن گئی۔ تمہاری خاموشی نے میری آواز سن لی۔ شکریہ کرن... شکریہ اتنی سچّی ہونے کے لیے۔"

کرن مسکرائی، اور پھر اچانک پروین کی آواز ذہن میں گونجی——

ایک پرانا منظر، ایک پرانا خواب۔

پروین (ماضی کی یاد میں):
"شہزاد میرا ہے، اور ہمیشہ میرا رہے گا۔ کرن اسے صرف بہلانے کی چیز سمجھتی ہے، مگر میں نے اسے جنموں سے پکارا ہے"...

کرن نے گہری سانس لی۔
"محبت کا دعویٰ کرنے والی ہر عورت سچّی نہیں ہوتی،
کبھی کبھی محبت کو آزاد کرنا ہی سب سے بڑی سچائی ہے۔"

دوسری طرف، شہزاد ہوٹل کے کمرے میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔
سامنے ٹیبل پر دو تصویریں رکھی تھیں — ایک پروین کے ساتھ پرانی تصویر، اور دوسری کرن کے ساتھ دبئی کے ساحل پر کھنچوائی گئی تازہ تصویر۔

وہ آہستہ سے بولا:

شہزاد:
"ایک عورت خواب بن کر آئی، دوسری حقیقت بن کر ساتھ کھڑی ہوگئی۔
پروین نے الزام دیے... کرن نے یقین دیا۔
تو اب فیصلہ میرا نہیں، وقت کا ہے۔"

شہزاد نے پروین کی تصویر آہستہ سے بند کتاب میں رکھ دی... اور کرن کی تصویر سامنے رکھ دی۔

قسط نمبر:130

عنوان: نئے وعدوں کی صبح

صبح دبئی کی خوابناک روشنیوں سے نکل کر دھیرے دھیرے سورج کے سنہری لمس میں نہا رہی تھی۔
ہلکی پھوار کے ساتھ اٹھتی ہوا میں کچھ نیا، کچھ مختلف تھا— جیسے کوئی پرانی تکرار کسی نرمی سے سلجھ گئی ہو۔

کرن ہوٹل کی بالکونی میں کھڑی، بالوں میں ہلکی نمی لیے، صبح کی کافی کے ساتھ شہزاد کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔
دل میں بےچینی تھی، پر آنکھوں میں سکون۔ جیسے وہ جانتی ہو، اب کچھ اچھا ہونے والا ہے۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔
کرن نے دروازہ کھولا—
سامنے شہزاد تھا، سفید کرتا، نیلے ڈھیلے پاجامے میں، ہاتھ میں پھولوں کا گلدستہ، اور چہرے پر وہی مسکراہٹ... جو برسوں سے کرن کے خوابوں میں ٹھہری ہوئی تھی۔

شہزاد:
" کرن... کیا میں اب دیر سے آیا؟"
کرن (مدھم مسکراہٹ کے ساتھ):
"محبت میں وقت نہیں دیکھا جاتا... صرف دل دیکھا جاتا ہے۔"

شہزاد نے گلدستہ آگے بڑھایا۔
"یہ تمھاری اس سچائی کے نام... جس نے میری سچائی پہ یقین رکھا۔"

کرن نے گلدستہ تھاما، اور آہستہ سے کہا:
"اور یہ لمحہ... اُس یقین کے نام، جس نے تمھیں میرے دروازے تک لے آیا۔"

دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔
لفظ خاموش ہو گئے... جذبات بولنے لگے۔

شہزاد (آہستہ سے):
" کرن... کیا میں تمھاری زندگی کا وہ نام بن سکتا ہوں... جو کبھی کسی لمحے کی وضاحت نہ مانگے؟ بس یونہی، خامشی سے تمھارے ساتھ چلتا رہے...؟"

کرن (نم آنکھوں سے):
"بس وعدہ کرو...
کہ تم اب خود سے بھی سچ نہیں چھپاؤ گے...
کہ تم مجھ سے بھی کبھی وہ سچ نہیں چھپاؤ گے
جو تمھیں آئینے میں خود سے بھی چھپانا پڑا تھا۔"

شہزاد:
"میں وعدہ کرتا ہوں کرن...
کہ جو کچھ چھپا، وہ ماضی تھا...
اب جو ہوگا، وہ صرف سچ ہوگا...
صرف تمھارا ہوگا"...

ہوا میں رومان بکھر گیا۔
دھوپ نے ہلکی روشنی سے دونوں کے چہروں کو چُھوا، جیسے کائنات بھی اس نئے وعدے کی گواہی دے رہی ہو۔

قسط نمبر: 131

عنوان: پروین کا انتباہ

صبح دبئی کی روشن فضاؤں میں شہزاد اور کرن کی خاموش محبت نئی روشنی لے کر ابھری تھی۔
مگر دور کہیں، ایک پرانا سایہ اب بھی دلوں پر دستک دینے کو بیچین تھا۔

اسی دن دوپہر کے وقت شہزاد کے موبائل پر ایک پیغام آیا۔
مرسل: پروین۔

"میں جانتی ہوں تم کہاں ہو... اور کس کے ساتھ ہو۔
لیکن یاد رکھو، سچائی کبھی مکمل دفن نہیں ہوتی...
کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی روپ میں لوٹ آتی ہے۔
میں خاموش ہوں... لیکن یہ خاموشی ہمیشہ کی نہیں۔
احتیاط کرو... شہزاد!"

شہزاد نے موبائل کو ایک لمحہ دیکھا، اور کرن کی طرف دیکھا جو ہوٹل لاؤنج میں رسٹ واچ دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی:

کرن:

" کیا ہوا؟ کس کا میسج تھا؟"

شہزاد نے مسکراہٹ اوڑھی، جیسے کچھ بھی خاص نہیں ہوا:

شہزاد:
" کسی پرانے دوست کا... ایک فضول سا یاددہانی والا میسج"...

لیکن دل کی گہرائی میں، شہزاد جان چکا تھا کہ پروین اب وہ پرانی پروین نہیں رہی۔
اس کی خامشی خطرناک ہوسکتی تھی۔

اگلی صبح شہزاد نے ہوٹل کے کمرے میں تنہا بیٹھے ہوئے ایک خط لکھا—
خود کے لیے، اپنے خوفوں کے لیے، اوران راستوں کے لیے جو وہ طے کر چکا تھا:

"میں نے محبت پائی...
میں نے سچائی کے لیے لڑائی لڑی...
میں نے کسی کو دل سے چاہا، اور کسی کو دل سے معاف کیا...
لیکن کیا میں نے خود کو کبھی سمجھا؟
شاید نہیں...
پروین کا یہ پیغام یاددہانی ہے...
کہ ماضی سایہ بن کر پیچھا کرتا ہے، اور روشنی میں آنے سے نہیں ڈرتا۔
مجھے اب سچائی کی اگلی پرت کھولنی ہوگی...
خود اپنے سامنے... اور کرن کے سامنے بھی۔"

قسط نمبر:132

عنوان: سچ کا سامنا

دبئی کے جدید ہوٹل کی چمکتی روشنیوں میں، شہزاد کی آنکھوں میں ایک پرانی پرچھائی لوٹ آئی تھی۔
وہ کرن کے سامنے کھڑا تھا، جس کی آنکھیں پیار سے زیادہ تجسس سے بھری تھیں۔
شہزاد کی خاموشی نے ماحول کو بوجھل سا کر دیا تھا۔

کرن (نرمی سے):
"شہزاد... تم کچھ چھپا رہے ہو؟"

شہزاد نے گہری سانس لی۔
کچھ لمحے خاموش رہا، پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔
اس کے لہجے میں سنجیدگی تھی، اور آنکھوں میں وہ سچ جو برسوں سے دبایا گیا تھا۔

شہزاد:
" کرن... تم جانتی ہو میں نے تم سے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔
لیکن کچھ سچ ایسے ہوتے ہیں جو وقت مانگتے ہیں۔
آج... وہ وقت آ گیا ہے۔"

کرن ایک لمحے کو ساکت ہو گئی۔

شہزاد نے میز پر رکھا اپنا فون اٹھایا، اور پروین کا وہ میسج دکھایا۔

کرن نے میسج پڑھا، پھر خاموشی سے شہزاد کی طرف دیکھا۔
اس کی نگاہوں میں نہ شک تھا، نہ غصہ... صرف سوال تھے۔

کرن:
" کیا تم اب بھی... پروین سے"...

شہزاد (جلدی سے):
" نہیں کرن... پروین اب صرف ایک پرانا باب ہے... جو بند ہو چکا ہے۔
لیکن کبھی کبھار وہ باب خود ہی کھلنے لگتا ہے...
یادیں، الزامات، پرانی شدتیں...
یہ سب پیچھا نہیں چھوڑتیں۔"

کرن نے شہزاد کا ہاتھ تھام لیا۔
اس کی آواز میں وہ نرمی تھی، جو صرف سچے پیار سے جنم لیتی ہے۔

کرن:
"شہزاد... اگر تم سچ پر ہو...
تو ماضی کا کوئی سایہ ہمیں نقصان نہیں دے سکتا۔
میں تمہارے ساتھ ہوں...
ہر فیصلہ، ہر امتحان، ہر درد میں۔"

شہزاد کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔
وہ جذباتی ہو کر بولا:

شہزاد:

" کرن... تم نے میری زندگی میں نئی روشنی بن کر قدم رکھا ہے۔
میری جنگ، میرا سچ، اب اکیلا نہیں۔
اب تم ہو"...

ہوٹل کے باہر بارش شروع ہو چکی تھی۔
کھڑکیوں سے گرنے والی بوندوں کی ٹپ ٹپ، ان کے خاموش جذبات کی زبان بن چکی تھی۔

وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے...
ایک طویل، خاموش، محبت بھری نظر۔
دنیا تھم سی گئی تھی۔

قسط نمبر:133

عنوان: پروین کی نئ چال

بارش تھمی تو دبئ کی فضا میں ایک انوکھا سکون اتر آیا۔
لیکن کہیں دور... کسی کمرے میں...
ایک اور طوفان پل رہا تھا۔

پروین ایک لگژری فلیٹ کے صوفے پر بیٹھی تھی،
اس کے ہاتھ میں موبائل تھا، اور آنکھوں میں انتقام کی چمک۔
وہ ایک میسج لکھ رہی تھی... لیکن بھیج نہیں پا رہی تھی۔

پروین (خودکلامی میں):
"شہزاد نے مجھے فراموش کر دیا؟
اتنی آسانی سے؟
نہیں...
کرن... تم مجھ سے شہزاد نہیں چھین سکتیں۔
وہ شخص جو میری محبت تھا...
اب تمہاری ہمدردی بن چکا ہے؟"

پروین کے اندر ایک پرانی عورت جاگ چکی تھی۔
وہ عورت جو خود کو کمزور سمجھتی تھی...
جسے عدالت میں شکست ہوئی...
جسے ماں کی سازشوں نے توڑا...
لیکن اب... وہ خاموش نہیں تھی۔

اس نے فون اٹھایا، کسی نامعلوم نمبر پر کال ملائی۔
آواز آئی:

"ہیلو؟"

پروین:
"مجھے تم سے وہی کام چاہیے... جو تم دبئی میں پہلے بھی کر چکے ہو۔
شہزاد کے خلاف سب کچھ جمع کرو...
فوٹو، ویڈیوز، پیغامات... کچھ بھی۔
میں اسے قانونی طور پر جھٹکا دینا چاہتی ہوں... محبت میں نہیں، اب نفرت میں۔"

دوسری طرف سے اثبات میں سر ہلایا گیا، اور کال منقطع ہوگئی۔

اسی لمحے دبئی کے ساحل پر، شہزاد اور کرن ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے چہل قدمی کر رہے تھے۔
شہزاد کی مسکراہٹ میں زندگی جھلک رہی تھی، اور کرن کے لبوں پر ایک سنجیدہ سا سکون۔
لیکن اچانک، شہزاد کا فون بجا۔
ایک نامعلوم ویڈیو کلپ...
پلے کیا... اور آنکھیں پھیل گئیں۔

ویڈیو میں شہزاد کے پرانے دفتر کا منظر تھا...
جہاں ایک فائل پر دستخط کرتے وقت، کوئی شخص آڈیو ریکارڈ کر رہا تھا۔

کرن (فکرمند):
"کیا ہوا شہزاد؟ کس کا میسج تھا؟"

شہزاد (گھبراہٹ چھپاتے ہوئے):
"کچھ نہیں... بس... پرانا کیس ہے۔ شاید کوئی پھر سے ہراساں کر رہا ہے۔"

کرن نے فوراً فون اس کے ہاتھ سے لے کر ویڈیو دیکھی۔
اس کی آنکھوں میں بھی الجھن تھی... لیکن وہ مضبوط رہی۔

کرن:
"ہم مل کر ہر مسئلہ حل کریں گے شہزاد۔
سچ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں۔
جو بھی تمھیں نیچا دکھانے کی کوشش کرے گا...
میں اس کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہوں گی۔"

شہزاد نے پہلی بار محسوس کیا...
کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔
لیکن دل کے کسی کونے میں... ایک اندیشہ سر اٹھا چکا تھا۔
کیا پروین کی چال اس بار کامیاب ہو جائے گی؟
یا... کرن کا یقین... ایک نئی صبح لے آئے گا؟

قسط نمبر: 134

عنوان: سچائی کا کڑا امتحان

رات دبئی کی عمارتوں پر روشنیوں کا ہالہ پھیلائے ہوئے تھی۔ ساحلِ سمندر کے کنارے شہزاد اور کرن ایک کافی شاپ میں خاموش بیٹھے تھے۔ ان دونوں کے درمیان خاموشی بول رہی تھی، وہ خاموشی جو کبھی الفاظ سے زیادہ گہری ہوتی ہے۔

شہزاد کے ہاتھ میں وہی موبائل تھا، جس میں کچھ دیر قبل وہ ویڈیو آئی تھی۔ اس کی نظریں ساکت تھیں، جیسے دل کے اندر کوئی سوال ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔

کرن (آہستگی سے):
" کبھی کبھی، سچ بھی ہمیں زخم دیتا ہے... مگر وہی زخم، اصل شفا بن جاتا ہے۔"

شہزاد نے کرن کی آنکھوں میں دیکھا، جیسے پہلی بار اس کی گہرائی کو سمجھنے کی کوشش کی ہو۔

شہزاد:
" کرن... اگر میں کہوں کہ یہ سب کسی بڑی سازش کا حصہ ہے؟
کہ میری ماضی کی خاموشیاں، اب میرے خلاف استعمال کی جا رہی ہیں...
تو کیا تم میرا یقین کرو گی؟"

کرن (سیدھے دل سے):
"یقین وہ ہوتا ہے جو سوالوں کے بغیر دیا جائے۔
میں تمھیں سوالوں کے ترازو پر نہیں تولتی شہزاد۔
تمھارا سچ میرے دل میں بیٹھا ہے، اور میرا دل جھوٹ نہیں بولتا۔"

شہزاد کے چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ آئی...
لیکن اسی لمحے، ایک ویٹر آ کر لفافہ رکھ گیا۔

شہزاد نے لفافہ کھولا، اندر کاغذ تھا— عدالت کا نوٹس۔

"شہزاد احمد ولد اشرف احمد کو پندرہ دن کے اندر عدالت میں پیش ہونے کا حکم دیا جاتا ہے، بصورت دیگر"...

شہزاد کی انگلیاں کپکپا گئیں۔

شہزاد (سرگوشی میں):
"پروین... یہ تم ہی ہو نا...؟"

کرن نے کاغذ ہاتھ میں لیا، پھر ایک گہری سانس لی۔

کرن:
"اگر وہ جنگ چاہتی ہے، تو ہم سچائی کی ڈھال لے کر میدان میں اتریں گے۔
میں تمھارے ساتھ ہوں، شہزاد۔ ہر حال میں۔"

دور آسمان پر ایک بجلی چمکی۔
جیسے قدرت نے بھی اس لمحے کے کرب کو محسوس کیا ہو۔

اور...

پروین اپنے اپارٹمنٹ کی کھڑکی سے اسی آسمان کو تک رہی تھی۔

پروین (خود کلامی میں):

"اب شہزاد کو سمجھ آئے گا...

کہ محبت صرف آنکھوں میں نہیں... دل جیتنے کے لیے ہنر بھی چاہیے... اور چالاکی بھی۔"

قسط نمبر:135

عنوان: عدالت میں سچ کا سامنا

عدالت کا احاطہ گنجان تھا۔ رپورٹرز، سماجی کارکنان، خواتین تنظیموں کے نمائندے اور تعلیم سے وابستہ افراد سبھی موجود تھے۔ شہزاد کے کیس نے اب قومی توجہ حاصل کر لی تھی۔ لوگ یہ جاننے کے لیے بے چین تھے کہ ایک سادہ، محنتی، اور باکردار پرنسپل پر یہ الزام آخر کیوں لگا؟ اور کون ہے پس پردہ سازش کا دماغ؟

کرن، سفید لباس میں اس کے ساتھ تھی۔ اس کے چہرے پر سکون تھا، مگر آنکھوں میں فیصلہ کن چمک۔ شہزاد کی نظریں بار بار اس پر جاتیں، جیسے اس کی ہمت کا سرچشمہ کرن ہی ہو۔

عدالت کے اندر...

جج نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

جج صاحب:
"مس پروین، آپ کا دعویٰ ہے کہ شہزاد احمد نے آپ کو ذہنی، جذباتی اور پیشہ ورانہ نقصان پہنچایا۔ آپ کی طرف سے ثبوت کیا ہے؟"

پروین، جو کافی اعتماد سے عدالت آئی تھی، اچانک تھوڑا جھجکی۔ مگر پھر اس نے ایک یو ایس بی ڈرائیو پیش کی۔

پروین:

"اس میں ایک آڈیو ریکارڈنگ ہے... جس میں شہزاد مجھے دھمکا رہا ہے، میرے خلاف الفاظ کہہ رہا ہے۔"

جج نے اشارہ کیا، اور ریکارڈنگ چلا دی گئی۔

مگر...

آڈیو جیسے ہی شروع ہوئی، شہزاد کے وکیل مسکرا اٹھے۔

وکیلِ صفائی:

"جج صاحب، ہمیں اجازت دیں کہ ہم یہ ریکارڈنگ تکنیکی ماہرین سے چیک کروا چکے ہیں۔ یہ ایڈیٹڈ ہے، کٹے جُڑے جملے ہیں۔ اور یہ رہی اس کی رپورٹ۔"

جج نے رپورٹ پڑھی۔ پروین کا رنگ فق ہو گیا۔

وکیلِ صفائی (آگے بڑھ کر):

"یہی نہیں... یہ رہی اصل ویڈیو۔ جس میں پروین، خود شہزاد پر جھوٹا الزام لگانے کے لیے کسی تیسرے شخص سے پلان کر رہی ہے۔"

کمرہ عدالت میں ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔

ویڈیو اسکرین پر چلنے لگی... اور سب کچھ صاف ہو گیا۔

پروین کے چہرے پر ہوائیاں تھیں۔ اور شہزاد... وہ بالکل خاموش، پرشان کے ساتھ کھڑا تھا۔

جج صاحب (سخت لہجے میں):

"مس پروین! عدالت آپ کے جھوٹے الزامات، فرضی ثبوت، اور کسی بے گناہ کی عزت سے کھیلنے پر آپ کو نوٹس بھیجتی ہے۔ شہزاد احمد، آپ

کوتمام الزامات سے باعزت بری کیا جاتا ہے!"

عدالت میں تالیاں بجنے لگیں۔

شہزاد نے نظریں کرن پر ڈالیں، جو ہنستے ہنستے آنکھوں سے آنسو صاف کر رہی تھی۔

شہزاد (آہستگی سے):
"یہ صرف فیصلہ نہیں... یہ میری زندگی کی واپسی ہے۔"

کرن:
"اور میں تمھارے ساتھ ہوں... اب، ہمیشہ کے لیے۔"

قسط نمبر:136

عنوان: نئے سفر کی شروعات

عدالت سے باعزت بری ہونے کے بعد جب شہزاد عمارت سے باہر نکلا تو لگا جیسے برسوں بعد وہ ایک ایسے پنجرے سے آزاد ہوا ہو جہاں سانس لینا بھی گناہ تھا۔ باہر موجود بھیڑ نے اس پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں، میڈیا کیمروں کی چمک سے اس کا چہرہ دمکنے لگا۔ مگر ان سب ہنگاموں سے دور، اس کی نگاہیں صرف ایک چہرے کو تلاش کر رہی تھیں — کرن۔

کرن، سفید لباس میں، ہاتھ میں نیلے گلاب کا ایک خوش رنگ گلدستہ لیے، قدرے دور کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں میں وہی خلوص، وہی التجا، وہی سکون۔ شہزاد اس کے قریب آیا تو لمحہ ٹھہر سا گیا۔

شہزاد (نرمی سے):
"کرن... یہ جیت میری نہیں... تمہاری ہے۔ تم نہ ہوتیں، تو میں کب کا ہار گیا ہوتا۔"

کرن (مسکرا کر):
"میں نے تو صرف تم پر یقین رکھا شہزاد... تمھاری سچائی پر، تمھاری خاموشی پر... اور اس دعا پر جو روز رات کے اندھیرے میں خدا سے مانگتی تھی۔"

ایک لمحے کو دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ مگر یہ خاموشی کسی تذبذب کی نہیں، کسی مکمل ہم آہنگی کی علامت تھی۔

کرن:
"شہزاد... کیا ہم ایک نئی شروعات کر سکتے ہیں؟ بغیر ماضی کی تلخیوں کے... صرف سچائی اور محبت کے ساتھ؟"

شہزاد نے آسمان کی طرف دیکھا۔ بادلوں کی اوٹ سے سورج کی ایک کرن نکلی، جیسے خدا بھی ان کے ساتھ مسکرا رہا ہو۔

شہزاد:
"ہاں کرن... ہم ایک ایسا سفر شروع کرتے ہیں... جواب کبھی نہیں رکے گا۔"

اسی لمحے ایک ہلکی بارش شروع ہوگئی—بوندا باندی، جیسے آسمان بھی ان دونوں کی محبت پر مہر لگا رہا ہو۔

چند دن بعد—

شہزاد کو ریاست بھر میں تعلیم اور سچائی کی علامت کے طور پر پذیرائی ملی۔ انہیں قومی سطح پر "ایجوکیشن ایکسیلنس ایوارڈ" سے نوازا گیا۔ پرنسپل کے منصب سے آگے، اب وہ ایجوکیشن ریفارمز بورڈ کے رکن بن چکے تھے۔

کرن، ایک نئی امید کے ساتھ شہزاد کے ہم سفر بن چکی تھی۔ وہ اب صرف ایک رومانوی ساتھی نہیں، بلکہ اس کے خوابوں کی ساتھی، اس کے مشن کی ہمسفر تھی۔

آخری منظر—

دبئی کے ایک خوبصورت بیچ پر، شہزاد اور کرن ہاتھوں میں ہاتھ لیے، غروبِ آفتاب کے نظارے میں کھوئے ہوئے تھے۔

کرن:

" تمہیں یاد ہے وہ پہلی بارش؟ جب ہم نے صرف خاموشی میں ایک دوسرے کو سمجھا تھا؟"

شہزاد (مسکرا کر):

"اور اب ہر خاموشی، ہر لمحہ، تم سے جڑا ہے"...

کرن (شرما کر):

"تم سچ میں، بہت بدل گئے ہو۔"

شہزاد:

"نہیں... تمھاری چاہت نے مجھے اصل میں مکمل کیا ہے۔"

آن لائن اردو ڈاٹ کام کی جانب سے علیم طاہر (انڈیا) کا انٹرویو .....

ا).. اگر کچھ اپنے اوائلِ عمری کے بارے میں بتانا مناسب سمجھے تو؟؟؟

جواب:-والدِ محترم ارشد مینا نگری (ھندوستان) جو اردو ہندی اور مراٹھی تینوں زبانوں کے ممتاز و معروف شاعر ہیں؟ جن کی نگرانی و نگہداشت میں مجھ خاکسار کی پرورش ہوئی؟ بچپن سے ہی ان کے ساتھ بے شمار مشاعروں کوی سمّیلنوں میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا ?اور شاعرانہ فہم وفراست بھی رفتہ رفتہ خوشگوار تبدیلیوں سے ہمکنار ہوتی رہی؟ چونکہ والدِ محترم درس وتدریس کی فیلڈ میں ھیڈ ماسٹر کے عہدے پر فائض رہے اس لیے تعلیم کی اہمیت وافادیت ابتداء ہی سے ذہن میں تحریک یا کرمشن کے روپ میں رچ بس چکی تھی؟ جس کے بہتر نتائج برآمد ہوئے؟

تعلیمی لیاقت.... ایم اے اردو/ فارسی/ ایم اے تاریخ/ ایم اے ان ایجوکیشن /بی ایڈ اردو و تاریخ /ایم ایس سی آئی ٹی/ ڈی ٹی پی/ جرنلزم / پی ایچ ڈی جاری؟ھیڈ آف اردو ڈپارٹمنٹ/ھندی ڈپارٹمنٹ/ انگریزی ڈپارٹمنٹ اینڈ لینگو ویج سوپروائزر؟ آف انجمن خیر الاسلام ہائی اسکول دابھول ؟رتنا گیری؟

۲)... آپ کا نام و قلمی نام؟ نیز اس نام کو رکھنے کی کوئی خاص وجہ ؟

جواب:-نام ؟؟؟؟ علیم الدین...

قلمی نام----علیم طاہر؟

اس قلمی نام کے رکھنے کی خاص وجہ یہ بھی رہی ہے کہ طاہر یعنی پاک جو طہارت سے مربوط ہے؟ علیم یعنی علم والا؟ پاک علم والا؟ یعنی میرے نزدیک رہنمائی کرنے والا علم؟ شاعر بھی شعور سے منسلک ہوتا ہے؟ اس لیے میں بھی اپنی شاعری سے مختلف خوشگوار پیغامات سے انسانی خدمات انجام دینے کی بساط بھر کاوش کرتا رہتا ہوں؟ میرے نام کے اثرات میری شاعری کے پیغامات سے عیاں ہیں ؟

۳)..... آپ نے کب لکھنا شروع کیا؟ نیز پہلی تحریر کیا تھی؟ اور آپ کی پہلی تحریر کب اور کہاں شائع ہوئی؟

جواب:---سن ۱۹۸۰ سے لکھنا شروع ہو چکا تھا؟ مگر تین سالوں تک یہ عمل چپکے چپکے جاری رہا؟۱۹۸۳ میں باقاعدہ میرے افسانے مالیگاؤں (انڈیا) شہر کے "ھاشمی آواز" میں شائع ہوئے؟ اسی دوران "بیباک" اخبار میں میری غزلیں شائع ہونے لگی؟ ایڈیٹر ہارون بی اے صاحب نے مجھے نمایاں مقام دیتے ہوئے میری کئی غزلیں شائع کیں؟ بعدازاں "انقلاب""اردو ٹائمز" ممبئ (انڈیا)... میں بھی اشاعتِ کلام و مضامین جاری رہیں؟

۴)..... آپ کی کوئی تصنیف؟ برکی کتب ویب سائٹ؟ بلاک وغیرہ؟

جواب:--- میری اب تک کئی تصانیف شائع ہو چکی ہے؟
دنیا مسافر راستے.... منظر پس منظر..... سُر سنگم سنگیت.... کتابوں کے علاوہ....
برکی کتابیں...... کرچی کرچی خواب.... (. غزلوں پر مشتمل مجموعہ)... اگلا موسم.. (غزلیات پر مشتمل).. تجھ بن کوئی رنگ نہیں (. پنچ بھجی پر مشتمل مجموعہ).. اداسی مسکرانے لگ گئی ہے. (. غزلوں پر مشتمل مجموعہ)...... ابّا ابّا آج ہے سنڈے..... (ادبِ اطفال) ...
گلدستے کے پھول (ہائیکو پر مشتمل مجموعہ)
ایک انٹرنیشنل ادبی میگزین" احساس" جواب" آفتابِ احساس" کے نام سے میری ادارت میں جاری و ساری ہے؟
میرے گیتوں کے فن پر دو کتابیں تحریر کی جا چکی ہے؟
گیتوں کا شہزادہ علیم طاہر.... مصنف... ڈاکٹر سیفی سرونجی؟

اور

علیم طاہر کے گیت کا نیا منظر نامہ؟ مصنف... ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی؟
مزید درجن بھر کتابیں زیر ترتیب بھی ہیں؟ اشاعت کا کام جاری ہے؟ ویب سائٹ، بلاک وغیرہ بھی زیر غور ہے
۵).............ان اساتذہ کا نام جن سے آپ اصلاح لیتے ہوں؟

محترم ارشد مینا نگری میرے استاد ہیں؟ وقار جعفری صاحب سے بھی پہلے ابتدائی چند غزلوں پر اصلاح لی تھی؟ مگر باقاعدہ ارشد مینا نگری سے مکمل تربیت حاصل ہوئی

۶)..... آپ کو لکھنے کے لیے کون سا وقت، کون سی جگہ پسند ہے، اور کیوں؟

جواب:-- لکھنے کے لیے مجھے کوئی بھی جگہ ناپسند نہیں؟ شوروغل میں بھی اگر آمد طاری ہوجائے تو شاعری ہونے لگتی ہے؟ مگر خاص طور پر نصف شب کے بعد اکثر آمد کا سلسلہ جاری ہوجاتا ہے؟ کیونکہ پرسکون ماحول اس کا اہم سبب ہے؟ اور عالمِ تنہائی میں بھی یہ سلسلہ دراز ہوجاتا ہے

۷؟).. .... کون سی تحریر لکھنا چاہتے ہیں؟۸) .. لیکن ابھی تک لکھ نہیں پائے؟

جواب:---سوانح عمری/خودنوشت ؟جو لکھنی باقی ہے؟اور جلد ہی سلسلہ وار قلمبند کی جائے گی؟

۹)..... آپ ماحول بنا کر سوچ سمجھ کر لکھتے ہیں یا شاعری کی طرح خیالات کی آمد رہتی ہے؟

جواب:------ مجھے ذہنی ماحول بنانے میں چند لمحے درکار ہوتے ہیں؟اکثر و بیشتر آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے؟ آورد کی شاعری کم کم ہی ہوتی ہے؟اکثر خیالات کی آمد موسلا دھار بارش کی مانند ہوتی ہیں؟ جسے قلمبند کرنے کے بعد میں خود بھی متعجب ہوجاتا ہوں؟ کہ یہ مجھ ناچیز کے ذریعے وجود میں آنے والی شاعری ہے؟ واہ؟

۰۱) ..... کیا شاعری کے لیے محبت یا غم کا ہونا ضروری ہے؟ نیز کیا آپ نے کبھی محبت کی ہے؟

جواب:---شاعری کے لیے حسّاس ہونا لازمی ہے؟ حساسیت کی بدولت محبت اور غم کے علاوہ بھی بے شمار احساساتِ حیات کا شعور خود بخود آجاتا ہے؟انسان فطری طور پر محبت کرنے والا بندہ ہے؟

میں نے بھی محبّت کی ہے؟اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے؟ بلکہ تا عمر جاری رہنے کی توقع ہے؟

۱۱) .... کوئی ایسی کتاب جو آپ چاہتے ہوں کہ سب کو پڑھنی چاہئے؟

جواب:---قرآنِ پاک ؟جو سب کو سمجھ کر پڑھنا چاہیئے؟

۲۱)......اپنے کلام میں سے کوئی اپنا پسندیدہ کلام (کوئی شعر،نظم یا غزل) جو آن لائن اردو کے قارئین کی بصارتوں کی نذر کرنا چاہیں؟

جواب.....

(نظم)

...(محبّت میرے دل میں تُو)... علیم طاہر

محبّت ہر وعدے کا پاس
محبّت جینے کی ہر آس
محبّت پھولوں کی بُو باس
محبّت دھڑکن کا احساس
محبّت عاشق کے آنسو
محبّت میرے دل میں تُو

محبّت فطرت کی ہے ریت
محبّت جذبوں کا سنگیت
محبّت ہر ہستی کی میت
محبّت خود میں رکھے جیت
محبّت دل کا ہر پہلو
محبّت میرے دل میں تُو

محبّت مستی کے موسم
محبّت ہر دل کا عالم
محبّت میّت پر ماتم
محبّت سے زندہ ہے ہم
محبّت نفرت پر قابُو
محبّت میرے دل میں تُو

محبّت روحوں کی آواز
محبّت ان دیکھا ہر ساز
محبّت البیلا انداز
محبّت دل کے اندر راز
محبّت ظلمت میں جُگنو
محبّت میرے دل میں تُو

محبّت چندا کی تنویر
محبّت کشمیری تاثیر
محبّت اردو غالب میر
محبّت باغوں کی توقیر
محبّت ہی پیہو پیہو
محبّت میرے دل میں تُو

محبّت آنکھوں میں رکھوّ
محبّت سانسوں میں رکھوّ
محبّت باتوں میں رکھوّ
محبّت ہاتھوں میں رکھوّ
محبّت ہے جیسے جادو
محبّت میرے دل میں تُو

محبّت نغمہ، گیت، غزل
محبت جھرنا، رنگ، کنول
محبّت وعدہ اور عمل
محبّت طاہر تاج محل
محبّت میں دیکھوں ہر سُو
محبّت میرے دل میں تُو

وغیرہ کئی کلام کا............ مطالعہ کیا جاسکتا ہے؟

۳۱)... کن شعرا ایسے متاثر ہیں؟ نئے اور پرانے آپ کے پسندیدہ شاعر کون سے ہیں،؟

علامہ اقبال، غالب، ارشد مینا نگری، احمد ندیم قاسمی، احمد فراز، قتیل شفائی، راحت اندوری، بشیر بدر، پروین شاکر، شکیب جلالی، ناصر کاظمی، ولی، میر، درد، آتش، مومن، شاد، حسرت، فراق، اصغر، جگر، یگانہ، فیض، خلیل الرّحمن اعظمی، انیس، دبیر، حالی، جوش، نظیر اکبر آبادی، محمد حسین آزاد، اکبرالہ آبادی، نظم طباطبائی، سرور جہاں آبادی، چکبست، مخدوم، اختر الایمان، میرا جی، سردار جعفری، مجاز لکھنوی، جاں نثار اختر، وجہی، گلزار، مظفّر حنفی، نسیم، مرزا شوق، ابنِ صفی، گلزار، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، نذیر فتح پوری، ڈاکٹر محبوب راہی، ڈاکٹر سیفی سرونجی، ظفر گورکھپوری، کیفی اعظمی، ساحر لدھیانوی، علی سردار جعفری، زبیر رضوی، والی عاصی، منور رانا، افتخار امام، جون ایلیاء، تنویر غازی، متین شہزاد، وغیرہ....

۴۱)...... نئے لکھنے والوں کو کیا مشورہ دینا چاہیں گے؟

جواب:--- مطالعہ کی عادت ڈالیے؟ سچّائی کا دامن تھامے رکھیئے؟ ہمیشہ اپنی تخلیقات کے ذریعے مفید پیغامات دیجئے؟ ہر نئے لکھنے والے کو میرا یہ بھی پیغام پہنچنا چاہیئے کہ ہمیشہ کچھ نیا کیجئے؟ لکیر کے فقیر نہ بنیے؟ نہ ہی چننے اور چگنے کو اپنائیے بلکہ اپنا الگ تھلگ منفرد مقام بنائیے؟ جو صرف اپنی کاوشوں اور اپنی محنتوں سے ہی ممکن ہے؟

۵۱)...... کسی ادبی گروہ سے وابستگی؟ اردو ادب کہ ترویج و ترقّی کے لیے جو کام ہو رہا ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟

جواب:---کسی ادبی گروہ سے تو وابستگی نہ تھی مگر امسال بیسٹ اردو پوئٹری سے وابستگی ہے اور بھائی توصیف ترنل کی رہنمائی میں یہ ادبی عالمی گروپ منفرد اردو زبان کی سرگرمیاں انجام دے رہا ہے ؟مسّرت کی بات یہ ہے کہ میں اس فعال گروپ کا اِمسال نائب صدر بھی منتخب کیا گیا ہوں ؟ اردو ادب کی ترویج و ترقی کے لیے جو کام ہو رہے ہیں ان سے مطمئن ہوں ؟ کیونکہ اکیسویں صدی جو ڈیجیٹل صدی کہلاتی ہے اس صدی میں ہماری اردو زبان بھی ڈیجیٹل ہو کر اپنی شان و شوکت کے ساتھ اپنی شاہراہوں کے ذریعے منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں ہیں ؟ یہ ایک اچھا شگون ہے ؟ اس مشاہدے کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے مزید خوشگوار اور بہتر توقعات وابستہ کی جاسکتی ہیں ؟

۶۱)... آن لائن اردو ڈاٹ کام اردو ادب کے لیے جو کام کر رہی ہے آپ کی نظر میں کیسا ہے؟

جواب:--- آن لائن اردو ڈاٹ کام کے بانی محترم بھائی عثمان عاطش صاحب بہت عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں ؟اس کے ذریعے اردو دنیا کے شعرائے کرام، مصنفین، اور دیگر فنکارانِ اردو زبان نہ صرف متعارف ہو رہے ہیں بلکہ ان کی تخلیقات ہر خاص و عام تک رسائی بھی حاصل کر رہی ہیں اور داد و تحسین کی مستحق بھی قرار پا رہی ہیں ؟

اس لیے میری نظر میں آن لائن اردو ڈاٹ کام بے پناہ، بھرپور، مبارکباد کی مستحق ہے ؟ میں تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں ؟ اور دعا کرتا ہوں کہ ہمیشہ سلامت رہیں اور اسی تیز رفتاری سے ترقّی کی راہ پر گامزن بھی رہے ؟ آمین ؟

علیم طاہر (انڈیا)

(India.)By...Aleem Tahir.

"علیم طاہر کا تعارف"

"علیم طاہر کی زبانی"

میں (قلمی نام) علیم طاہر (انڈیا) ... (شیخ علیم الدین عبدالرشید) ... ہندوستان کی ریاست مہاراشٹر میں ایک دھرن گاؤں نامی گاؤں ضلع جلگاؤں میں میں نے آنکھیں کھولیں جو میرا ننھیال اور ددھیال ہے۔ چونکہ والد محترم ارشد مینا نگری صاحب بحیثیت اسکول ہیڈ ماسٹر سرکاری ملازمت پر مالیگاؤں میں فائز تھے۔ جہاں انہوں نے اپنے پورے خاندان کو منتقل کرلیا اور وہیں کے ہو کر رہ گئے غالباً وطن ثانی کے طور پر مالیگاؤں کو تسلیم کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہیں آج تک شاد و آباد ہیں۔

والد محترم ارشد مینا نگری صاحب نہ صرف کئی ایوارڈ یافتہ صدر مدرس رہے بلکہ اردو، ہندی اور مراٹھی تینوں زبانوں کے بہترین ممتاز مشہور و معروف ہمہ اصناف شاعر و ادیب بھی ہیں بچپن ہی سے ان کی تربیت میں خاکسار نے اپنے شب و روز گزارے اور شعری شعور پایا۔ ان گنت مشاعروں میں ان کے ساتھ بچپن ہی سے شرکت کے مواقع نصیب ہوئے۔ بے شمار اسٹیج ہے سے والد محترم ارشد مینا نگری صاحب کو مشاعرے لوٹتے ہوئے دیکھا اور تو اور آہستہ آہستہ میں بھی فطری طور پر شاعری کی طرف راغب ہو گیا۔ چونکہ ارشد مینا نگری نہ صرف تحت اللفظ بلکہ ترنم کے بھی کامیاب ترین شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔

انیس سو اسی میں شاعری کی ابتدا ہوئی باقاعدہ شعر کہنے لگا اور استاد الشعراء ارشد مینا نگری سے اصلاح لینے کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ انیس سو تراسی سے آل انڈیا مشاعروں میں شرکت ہونے لگی اور تحت اللفظ کے کامیاب ترین شاعر کی حیثیت سے ایک شناخت بن گئی۔ ہنستے کھیلتے میرا بچپن گزرتا رہا۔ میرا غزلوں کی طرف شروع میں رجحان زیادہ رہا آہستہ آہستہ ہمہ اصناف شاعری کی تمام ہنر مندیاں محترم ارشد مینا نگری سے سیکھنے کو ملنے لگیں۔ مختلف اصناف پر طبع آزمائی کرنے کے مواقع نصیب آئے۔ اب تک ہر صنف سخن پر خاکسار نے طبع آزمائی کر کے الگ تھلگ اور منفرد شناخت بنالی ہے۔

ماشائاللہ تعلیمی لیاقت میں اضافہ ماحول کی دین اور والد محترم ارشد مینا نگری اور والدہ محترمہ حلیمہ بی کی تربیت کا بہترین نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

2003 میں ایم اے پونا یونیورسٹی سے فرسٹ کلاس اردو میتھڈ میں کامیابی مل چکی تھی، بعد میں دوسرا ایم اے اردو ہسٹری اور تیسرا ایم اے ایم اے ان ایجوکیشن کے بعد بی ایڈ اردو ہسٹری۔۔۔ پونے یونیورسٹی سے نمایاں کامیابی حاصل کرلی۔ ساتھ ہی ساتھ راجستھان سے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے ایڈمیشن لے کر نئی اصناف سخن موضوع پر پی ایچ ڈی بھی مکمل کرلی۔ صرف ڈگری کا ہاتھ آنا

باقی ہے۔

صحافت بھی کالج عہد سے نمایاں طور پر جاری رہی اور باقاعدہ صحافت پر بھی ڈپلومہ کورس کر کے جرنلزم کی سند حاصل کر لی۔کمپیوٹر کے ایم ایس سی آئی ٹی، کورس اور ڈی ٹی پی ،کورس بھی سرکاری طور پر مکمل کر لیئے۔

2008 سے ممبئ میں ایک ڈی ٹی ایڈ کالج میں بحثیت لیکچرار اپوائنٹمنٹ ہوگیا۔ جہاں مشہور فکشن رائٹر اور ناول نگار رحمٰن عباس کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔اس کے بعد انجمن خیرالاسلام کے ایک کالج اور اردو ہائی اسکول میں اپوائنٹمنٹ ہوگیا جہاں 7 سال ایچ او ڈی اور اسسٹنٹ ٹیچر کی حیثیت سے کامیابی کے ساتھ گزرے۔ بعدازاں دابھول رتناگری میں ٹرانسفر ہوگیا۔ یہاں آنے کے بعد ترقی کی راہیں مزید ہموار ہوں گی ء۔اس ہائی اسکول کی پچاس سالہ تاریخ میں ایک نئی تاریخ مرتب ہوء پونے ایس ایس سی بورڈ میں باقاعدہ خاکسار کو نصابی میٹنگوں میں دعوت دی گئی اور بحثیت اصلاح کار دسویں کی کتاب میں مشیر خاص کے حیثیت سے نوازا گیا۔اور ضلع رتناگری میں ٹیچر اور ہیڈ ماسٹرز کی رہنمائی کے لیئے آر پی کے عہدے سے بھی سرفراز کیا گیا مختلف پروگراموں میں خاکسار نے نئی تعلیمی پالیسیوں پر اپنے لیکچرز کے ذریعے تعلیمی بیداری پیدا کی۔ واٹس اپ گروپ کے بیشمار آن لائن مشاعروں کی نظامت اور اون لاین کتابوں کی نشر و اشاعت خاکسار کے ذریعہ عمل میں آئی۔مختلف دینی و ادبی تنظیموں کی سربراہی نصیب ہوئی۔موجودہ دور میں برائیوں پر قدغن لگانے کے لیے بھی میری شناخت تسلیم کی گئی۔محترمہ دعا علی صاحبہ کے ساتھ آون لاین ماہ نامہ باب دعا کراچی اور آفتاب احساس انٹرنیشنل میگزینز کی اشاعت میں بحثیت نمایاں مدیر اعلیٰ، مدیر، اصلاح کار اور مشیر خاص کے طور پر کامیابی حاصل ہوئی۔یہ اور مزید مفید و اہم سرگرمیاں اب بھی جاری وساری ہیں۔

کالج کے زمانہ طالب علمی سے ہی مجھے ممبئ جیسے عروس البلاد شہر میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے بے شمار مواقع نصیب ہوئے چونکہ صحافتی اور تصنیفانہ مزاج بڑا کام آیا۔کئی فلموں میں گیت لکھنے کے مواقع نصیب ہوئے ،کی ءسریلیس میں مکالمے لکھنے کے مواقع نصیب ہوئے اداکاری اور ہدایتکاری کے بھی مواقع نصیب ہوئے ، مالیگاؤں جیسے صنعتی شہر میں انیس سو ستانوے میں ایک پیروڈی فلم مالیگاؤں کے شعلے بنائی گئی جس میں خاکسار نے ہیرو دھرمندر کا رول ادا کیا اور تو اور اس میں چیف ہدایت کار کے طور پر بھی اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کا موقع نصیب ہوا۔اس فلم کو ریکارڈ توڑ کامیابی حاصل ہوئی اس کے ڈایریکٹر میرے دوست ناصر شیخ تھے۔مختلف ملکوں اور شہروں کی تنظیموں سے بیشمار انعامات حاصل ہوئے۔خاکسار کو بہترین اداکار اور ہدایت کار کے طور پر بھی گہری شناخت حاصل ہوئی۔

خاندیش کے دل والے دلہنیا لے جائیں گے میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ہوں۔ٹارزن کی بارات میں چیف ڈایریکٹر اور ایکٹر رہا۔۔تو سے کا کرے کے،فلم میں بھی مہمان خصوصی کے طور پر شامل رہا۔ گبر چاچا فلم میں بھی ہیرو کا کردار نبھایا۔اور بھی کئی فلمیں ہیں جن میں خاکسار کی نمایاں شمولیت رہیں۔

خاکسار نے اے ایم این پروڈکشن انٹرنیشنل کے زیر نگرانی فلمیں بھی بنائیں جس میں مالیگاؤں ٹو دبئی، ,women اور ریکا مے پوریا کیبول بچن وغیرہ اہم اور بنیادی فلمیں بہت مقبول عوام ہوئیں۔

انٹرنیشنل ساؤتھ فلم " آج کالاوارث " کے تمام گیت خاکسار کے قلم سے تحریر ہوئے "ابھی تو رات ہے " محترم انیس جاوید صاحب کی فلم } ظلم کے خلاف ,{کے گیتوں میں بھی ایک گیت خاکسار کا رہا .اس فلم میں نہ صرف اداکاری بلکہ اسسٹنٹ کے فرائض بھی انجام دیے۔۔ مجھے اس پہلی فلم میں مجھے محترم انیس جاوید صاحب نے موقع فراہم کیا تھا۔گیت لکھنے،اداکاری کرنے،اور بطور اسسٹنٹ بھی۔ یہ میرے لیے بڑا چانس تھا۔جو انیس جاوید صاحب نے مجھے دیا تھا۔ "چار مینار بوائز" حیدر آبادی فلم میں بھی خاکسار نے اداکاری کے جوہر دکھلائے۔ ...جو کافی مقبول عوام ہوئی۔

** علیم طاہر کی مطبوعہ تصنیفات کے نام ** .

..01 دنیا مسافر راستے
غزلیں نظمیں قطعات

...02 منظر پس منظر
علیم طاہر پر تحریر کردہ مضامین اور مختلف اصناف سخن پر شاعری

03۔۔۔سر،سنگم،سنگیت
300 گیتوں پر مشتمل مجموعہ۔۔

....04 شاعری،موسیقی،نغمگی
ستر سے زائد اصناف سخن پر مشتمل گیتوں کا مجموعہ۔

....05 یہ عشق کا سفر ہے
اون لاین شعری مجموعہ دعا علی ویب سائٹ کراچی . پاکستان۔

....06 کرچی کرچی خواب

آن لائن شعری مجموعہ دعا علی ویب سائٹ کراچی . پاکستان۔

....07اگلا موسم
شعری مجموعہ دعا علی ویب سائٹ کراچی پاکستان۔

08 لمحہ لمحہ عشق
... شعری مجموعہ دعا علی ویب سائٹ کراچی پاکستان.

فیس بک پر تقریبا10 شعری مجموعے۔۔۔

...09ابا ابا آج ہے سنڈے
ادب اطفال۔۔

...10 عورت کچے کان کی
ناول۔۔۔۔

..11۔۔یادگار لمحے
مضامین پر مشتمل مجموعہ۔

.12۔۔۔میں ذرہ ذرہ بکھرا ہوں۔
سانیٹ پر مشتمل مجموعہ.

**علیم طاہر پر تحریر کردہ کتابیں..

..01 گیتوں کا شہزادہ علیم طاہر۔۔۔
مصنف ۔۔ڈاکٹر سیفی سرونجی

...02 علیم طاہر کے گیت کا نیا منظر نامہ مصنف پروفیسر ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی۔

**علیم طاہر پر شائع شدہ رسایل میں گوشے۔۔

ماہ نامہ۔۔شاعر۔۔۔بیباک۔۔۔۔اورنگ آباد۔۔۔۔۔۔

اوراس جیسے درجنوں شعری مجموعے اور تصنیفات اون لاین فیس بک اور ویب سائٹس پر پڑھی جاسکتی ہیں۔

آفتاب احساس انٹرنیشنل گروپ بھی تشکیل دیا گیا ہے جس کا بانی اور چیرمن خاکسار ہے۔ جس میں عالمی شہرت یافتہ شعراء کرام کی شمولیت ہے اور آئے دن اس گروپ کے ذریعے مختلف اصناف سخن پر مشتمل عالمی مشاعروں کا انعقاد عمل میں آتا رہتا ہے جس کی نظامت خاکسار بخوبی انجام دیتا آیا۔اس گروپ کے مشاعروں کی کامیابی میں نمایاں کردار محترمہ دعا علی صاحبہ کا بھی رہا ہے۔
ایک اور گروپ گہوارہ علم وادب نمبر 1 بھی تشکیل دیا ہوں خاکسار جس کا بانی وچئیر مین ہے اس گروپ کے ذریعے بھی فروغ اردو اور معیاری اردو میں اضافے کا کام برابر جاری وساری ہے۔
اسی طرح میری زندگی کا سفر جاری وساری ہے مختلف مرحلوں سے کامیابی کے ساتھ گذرتے ہوئے مختلف موڑ سے کامیابی کے ساتھ مڑتے ہوئے میں منزل کی جانب گامزن ہوں۔ابھی سفر جاری ہے اور بے شمار خواب تعبیر پانیکے لئے بے قرار ومضطرب بھی۔

اس سال 2025 میں بالی ووڈ فلم"
سو پر بوائز آف مالیگاؤں"
جو ایکسل انٹرٹینمنٹ اور ٹائیگر بے بی پروڈکشن کے زیر اہتمام بنائی گئی۔
اس فلم کی کہانی مالیگاؤں فلم انڈسٹری یعنی مالی ووڈ پر منحصر ہے۔
شیخ ناصر علیم طاہر، اکرم خان، عرفان الیاس، فروغ جعفری، سراج دلار، شفیق، مقیم مینا نگری، وغیرہ اس فلم میں مرکزی کردار میں شامل ہیں۔

مشہور پیروڈی فلم مالیگاؤں کے شعلے اور سپر مین آف مالیگاؤں کے ارد گرد اس کہانی کا تانا بانا بنا گیا ہے مالیگاؤں کے شعلے میں لیڈ کردار دھرمندر یعنی ویرو کا کردار علیم طاہر نے ادا کیا تھا۔اور ایک عظیم تاریخ مرتب کردی تھی۔

یہ فلم 1997 میں پوری دنیا میں مشہور ہوئی تھی .اس کے بعد "سوپر مین آف مالیگاؤں" بنائی گئی۔

اس فلم نے بھی ایک نئی تاریخ مرتب کی تھی۔

ان دونوں فلموں کو لے کر بالی ووڈ والوں نے نئی فلم تشکیل دی۔جس کا نام تھا

"سوپر بوائز آف مالیگاؤں"

اس فلم کی خاص بات یہ ہے کہ یہ فلم مالیگاؤں کے محنت کشوں اور اداکاروں کی زندگی پر روشنی ڈالتی ہے۔

جو وسائل نہ کے برابر ہونے کے باوجود فلم بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

اور پوری دنیا میں اپنے فن کا لوہا منوا لیتے ہیں۔

جو خواب دیکھتے ہیں اس کی تعبیر بھی پا لیتے ہیں۔

یہ فلم متحرک کرنے والی مثبت سوچ پر موقوف ہے۔

پوری دنیا میں اس فلم کو سراہا گیا اور بہترین تبصرے اور ریویوز حاصل ہوئے۔

تھیٹرز میں اس فلم کو شان وشوکت کے ساتھ ریلیز کیا گیا تھا۔کینیڈا ایکزبیشن میں اسے ایوارڈ سے نوازا گیا۔

لندن میں اس فلم کو سراہتے ہوئے ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔

اور تو اور دیگر ممالک میں یہ فلم کافی پسند کی گئی۔اور کی جا رہی ہے۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

یہ فلم "سوپر بوائز آف مالیگاؤں" ناصر شیخ کی زندگی کی عکاسی کرتی ہے.

لیکن اس کی زندگی سے جڑے ہوئے دوست واحباب پر بھی خاطر خواہ روشنی پڑتی ہے۔

اس فلم کو زویا اختر،رتیش سدھوانی،فرحان اختر اور ریما کاگتی نے پروڈیوس کیا ہے۔

اور ڈائریکشن بھی مشہور ڈائریکٹر ریما کاگتی ہی ہیں جنہوں نے ماضی میں کئی ہٹ فلمیں بنا کر لوگوں کو ششدر کر دیا تھا۔ورون گروور رائٹر ہیں۔

جاوید اختر صاحب نے اس فلم میں ایک ناقابلِ فراموش گیت لکھا ہے۔

جو بہت مقبول عوام ہے۔

بقول جاوید اختر پندرہ سالوں میں فلم انڈسٹری میں ایسی فلم میں نہیں آئی۔

اور ہر خواب دیکھنے والے کو پہلے یہ فلم دیکھنی چاہیے تاکہ وہ اپنے خواب کی تعبیر تک رسائی حاصل کر سکے۔اس فلم کے ڈائلکٹ کنسلٹنٹ

علیم طاہر ہیں۔جنھیں "ڈاکٹر علیم طاہر" کے اعزازی نام سے اسکرین پر پیش کیا گیا ہے۔

وہی علیم طاہر اس ناول کے ناول نگار ہیں۔

جس کا نام ہے "عورت کا کچّے کان کی"،

ہم امید کرتے ہیں مستقبل قریب میں ان کی مزید کئی کتابیں کئی ناولز منظر عام پر آنے کے لیے بے قرار ہیں۔

اور کیوں نہ ہو؟

ارشد مینا نگری میرے والد محترم ہیں۔جن کی موضوعاتی شاعری پر کئی کتابیں لکھی گئیں۔مجھے فخر ہے شاعر ارشد مینا نگری نے میری تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

وہ میری شاعری کے بھی استاد ہیں۔

بچپن سے انہوں نے سینکڑوں مشاعروں میں مجھے اپنے ساتھ رکھا لاکھوں کلام لکھتے وقت مجھے اپنے قریب بٹھا کر میری تربیت فرمائی۔

اللہ ان کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے۔

جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

ان کے درجات بلند فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین۔

دعاؤں کا طالب

علیم طاہر (انڈیا)

08/12/2001

بروز سنیچر شب: 08:15

18/04/2025 (Update Knowledge)

AleemTahir India Ka taaruf

AleemTahir India ki zubani...

Email : aleemtahir12@gmail.com

Mob No : 9623327923